اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

بحسن توفیق خداوند عالم و طفیل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم

باحقاق مذہب اہل سنت و ابطال عقائد اہل تشیع بمقدمہ باغ فدک اول جزو چہارم
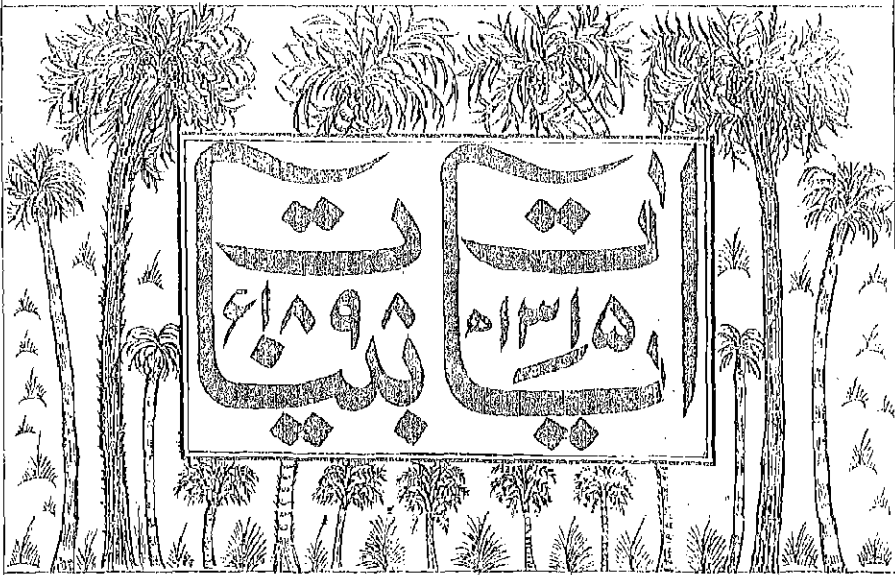
حسب اصول مقررۂ اہل حدیث فریقین تصنیف لطیف و تالیف منیف جناب

نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب بہادر دام فیضہ

مطبع مصطفائی ۱۳۱۵ لکھنؤ میں چھپکر ہوا تیار

ومن یتوکل علی الله فهو حسبه
باهتمام اول انام احقر الکرام محمد عبد الواحد خان محمد عبد الاحد خان بن محمد مصطفی خان غفر لهم المنان
در مطبع مصطفائی ۱۳۱۵ محمد مصطفی خان طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث فدک

اگرچہ بعد بیان کرنے فضائل صحابۂ کرام کے اور خدا کی شہادت اور رسول کی گواہی اور اماموں کے اقوال سے اوسے پایۂ ثبوت پر پہونچا دینے کے مطاعن کا ذکر کرنا اور اوسکی تردید پر متوجہ ہونا غیر ضروری ہے۔ مگر اس خیال سے کہ حضرات شیعہ نے اوسکے متعلق بہاری بہاری روایتون اور اقوال کو سنداً پیش کیا ہے۔ اور عوام کو اپنی کتابون کا نام سنکر اور اپنے یہانکی روایتین دیکھکر خلجان پیدا ہوتا ہے اور شک وشبہ کرنے لگتے ہین۔ اس لئے ہمارے علماء کرام نے اسے ضروری خیال کیا ہے کہ اون مطاعن کی تردید کیجائے۔ اور مغالطے اور دہوکے کا وہ لباس جو اس قسم کے اقوال اور روایتون کو پہنایا گیا ہے دور کر دیا جائے۔ اور اصلی حقیقت اونکی بتا دیجائے۔ ہم بھی تقلیداً للعلماء الکرام مطاعن صحابہ سے بحث کرتے ہین۔ اور چونکہ ان مطاعن مین فدک اور قرطاس کی بہت شہرت ہے۔ اس لئے سب سے اول انھین دو ضروری بحثون کو ہم لکھتے ہین۔ مگر قبل اسکے کہ اصل بحث کیطرف متوجہ ہون چند مقدمات کا لکھنا ضروری اور مفید سمجھتے ہین اور وہ یہ ہین وما توفیقی الا باللہ

مضمون	نمبر شمار

پہلا مقدمہ

کوئی نبی اور کوئی امام اور کوئی بزرگ کسی مذہب مین بلکہ کوئی نامور آدمی کسی قوم مین ایسا نہین ہوا جسپر معاندین نے اعتراض نکئے ہون اور اوسکی نیک باتون اور عمدہ کامون کو عداوت کی نظر سے دیکھکر برا نہ جانا ہو۔ اور اوسکے دشمنون کے دلون مین شبہہ پیدا کرنیکے لئے اونکی بعض غلطیون اور لغزشون کو نہایت آب وتاب سے بیان کرکے اوسے اون کی بدنیتی سے منسوب نکیا ہو۔ یہودیون کو دیکھو کہ وہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ التحیۃ والسلام پر کیسے طعنے کرتے ہین۔ اونکی ولادت کی نسبت اپنی ناپاک زبانون سے کیا کچھ کہتے ہین اونکے معجزات کو کس طرح سحر وافسون سے منسوب کرتے ہین۔ اور اونکے حواریون کو کیسا مکار جاہل و غاباز جانتے ہین عیسائیونکو دیکھو کہ وہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات پر عیاری اور طمع دنیاوی کی کیسی تہمتین لگاتے ہین۔ اور آپکے متمم مکارم اخلاق کی نسبت کیسی زبان درازی کرتے ہین۔ یہانتک کہ عیاذاً باللہ ایسے ہادی اور دنیا کے رہنما کو گمراہ کنندہ عالم سمجھتے ہین خوارج ونواصب پر خیال کرو کہ وہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو کیسا برا جانتے ہین۔ جناب امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء اور حضرت حسنین علیہم السلام کو جو کہ آنحضرت صلعم کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اور خدا اور اوسکے محبوب کے پیارے۔ اونمین کو معاذ اللہ کافر کہتے ہین۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۝ اور اونسے عداوت رکھنے اور اونپر تبرا کرنیکو ذریعہ نجات خیال کرتے ہین۔ یہانتک کہ ان اشقیا مین سے بعض نے ابن ملجم ملعون کی شان مین جو اشقی الاولین والآخرین تھا قصیدے لکھے۔ اور جناب امیر کے شہید کرنے کو افضل ترین عبادت جانا جیسا کہ عمران بن حطان جو خوارج کا سردار اور اونکا بڑا شاعر تھا ابن ملجم کی نسبت کہتا ہے ؎

سبحان الذی پارہ ۱۵ سورۂ کہف رکوع اول

یا ضربة تقی ما ارادبہا الا	لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی لاذکرہ حینا فاحسبہ	اوفی البریة عند اللہ میزانا

یعنی کیا اچھی ضرب ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم) کی جس سے کوئی غرض اوسکی سوا اسکے نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے۔ میں جب اوسے یاد کرتا ہوں تو ساری خلق سے اوسکے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک بھاری پاتا ہوں۔ غرضکہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ دشمن ہنر کو عیب سمجھتا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد	عیب نماید ہنرش در نظر

یہی حال حضرات شیعہ کا ہے۔ تعصب اور تقلیدی خیالات سے انصاف اور غور کا مادہ گویا اونسے سلب ہوگیا ہے۔ اور زبانی محبت اہل بیت کے غلو سے اونکے قدم جادہ اعتدال سے نکل گئے ہیں۔ وہ کوئی خوبی اور کوئی صفت صحابہ کی نہیں دیکھتے۔ اونکی اچھی بات بھی اونکو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور اونکے ہنر بھی اونھیں عیب نظر آتے ہیں۔

اگر کوئی تعجب کرے کہ باوجود آیات و احادیث و اقوال ائمہ کے کیونکر ایک فرقہ مسلمانونکا صحابہ کے فضائل کا منکر ہوا۔ اوسے چاہئے کہ یہود و نصاری نواصب و خوارج کے حال پر نظر کرے۔ کیا وجہ ہے کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف توریت میں دیکھتے تھے۔ اور آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ کو ایسا پہچانتے تھے کما یعرفون ابناءھم مگر جب آپ نے نبوت کا دعوی کیا تو دشمن بن گئے۔ اور آپ کی صفات کے چھپانے۔ اور آپ کی نسبت غلط الزام لگانے میں کوئی دقیقہ عداوت کا باقی نہ رکھا۔ اور کیا سبب ہے کہ عیسائی باآنکہ انجیل میں جناب سرور کائنات علیہ التحیات و الصلوات کی بشارت بہ تفصیل تمام دیکھتے۔ اور یاتی من بعدی اسمہ احمد حضرت عیسی علیہ السلام کی زبان سے سن چکے تھے

اور رات دن اپنی کتابوں میں اوسے پڑھتے تھے مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو اون بشارتوں کو چھپانے۔ اور انجیل کی اون آیات کی جن میں آپ کا نام اور خبر تھی غلط تاویلیں کرنے لگے۔ اور اپنے نبی کے قول سے بھی پھر گئے۔ اور کیا باعث ہے اس کا کہ خوارج باوجود جاننے اس بات کے کہ اہل بیت کرام پیغمبر کی جان و جگر ہیں۔ قرآن اور حدیثیں اون کی فضیلتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اونکے دشمن ہوگئے۔ اور اونکو برسر منبر خلق خدا کے نعوذ باللہ سب سے برا جاننے لگے۔ یہانتک کہ اونپر کفر و فسق کے الزام لگانے سے بھی باز نرہے۔ پس جو سبب ان گمراہ فرقوں کی گمراہی کا ہے وہی سبب حضرات امامیہ کا صحابۂ کرام سے عداوت رکھنے اور اونپر عیوب لگانیکا ہے۔

اذا لم یکن للمرء عین صحیحة	فلا غروان یرتاب والصبح مسفر

دوسرا مقدمہ

وہ باتیں جو حقوق اہل بیت کے غصب کے متعلق امامیہ بیان کرتے ہیں۔ اگر صحیح سمجھی جائیں تو اوس سے تمام مہاجرین و انصار اور کل اصحاب نبوی کا اسلام اور ایمان اور اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اگر وہ شیخین کو غصب حقوق سے باز رکھتے اور اہل بیت اطہار پر ظلم کرتے نہیں اونکے شریک و معین نہوتے۔ یا دیدہ و دانستہ اہانت آل رسول سے چشم پوشی نکرتے۔ تو دو شخص اور چند اونکے ساتھی کیونکر ایسی جرأت کر سکتے تھے۔ اور اونھیں اپنے ظلم و ستم میں کسطرح کامیابی حاصل ہوسکتی تھی۔ رہا تمام مہاجرین و انصار اور صحابۂ کرام کو اسلام سے اور ایمان و اخلاق سے بے بہرہ سمجھنا۔ گویہ انتہائے مقصود حضرات امامیہ کا ہے۔ مگر اون خوفناک نتیجوں پر غور نہیں کرتے جو اس بات کے

زمانے سے پیدا ہوتے ہیں - بلکہ اوسے صرف صحابہ کی ذات تک محدود سمجھکر اوسکے دعوی کرنے
مین کچھ پس و پیش نہین فرماتے - مگر وہ شخص جسکو خدا نے تھوڑی سی بھی سمجھ دی ہے - اور
جسکے قوا سے عقلی تعصب اور تقلید کے بوجھ مین دب نہین گئے ضرور اون خوفناک نتیجون
کے خیال سے ڈریگا - اور اسلام پر اوسکا نہایت ہی برا اثر دیکھکر الامان الامان پکارے گا -
اس لئے کہ قرآن کے کلام الٰہی اور حضرت صلعم کے مؤید من اللہ ہونے کا بڑا ثبوت جو کچھ
دیا جاتا ہے - اور جسے زندہ معجزہ کہتے ہین - وہ صرف یہ ہے کہ قرآن نے لوگون کے دلون پر
بہت بڑا روحانی اثر کیا - اور آنحضرت صلعم کی ہدایت سے عرب کی حالت مین ایک عظیم تبدیلی
پیدا ہوگئی - قرآن مجید مین لوگون کے دلونکی تسخیر اور روحانی اور اخلاقی تعلیم کی وہ قوت
تھی جس نے حیرت انگیز ربانی کرشمے دکھاے - اور دائم الاثر حقانی نتیجے پیدا کیے - اور اس
سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس کلام کے ایسے عظیم الشان اور قوی اور قائم نتیجے ہون وہ بلاشبہہ
خدا کا کلام ہے - اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کی نسبت یہی دعوی کیا جاتا ہے
کہ آپ ایسے زمانے مین پیدا ہوے - جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کی حالت مین
تھی - اور آپ ایسے ملک مین مبعوث ہوے جہان اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا - اور ایسی
قوم کی اصلاح آپ کے ذمے کی گئی - جو سواے اوہام اور فاسد عقیدون اور باطل
خیالات اور غلط رایون اور وحشیانہ اعمال اور بداخلاقی اور نفاق اور جنگ جوئی کے
کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے - مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے اوپر
ایسی عجیب و غریب تاثیر کی کہ اوس سے اونکی تمام ظاہری و باطنی حالتین بدل گئین -
برسون کے بھٹکے ہوے خدا کی راہ پر چل نکلے - اور مدتون کے سوے ہوے غفلت
کی نیند سے چونک پڑے - جو مشرک تھے وہ موحد ہوگئے - جو کافر تھے وہ ایمان لے آئے -

جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ
عصبیت کا اون میں نام نہ رہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتیں جاتی رہیں۔ دماغ غرور و نخوت سے
خالی ہوگئے۔ اور اونکے دل صبر و توکل۔ حلم و بردباری۔ زہد و پرہیزگاری۔ اور مجموعہ اخلاقی صفات
سے بھر گئے۔ آپکی تعلیم اور ہدایت نے ایک ایسا گروہ خداپرست۔ پاک طینت۔ امتیاز نیک
دل۔ لوگوں کا قایم کر دیا جنکی کوششوں سے شرک و بت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نماے عرب
میں گونج رہی تھی بند ہوگئی۔ اور اونکے بدلے ایک بےچون و بےچگون۔ بے شبہ و بے نمون-
خدا کی منادی پھر گئی۔ جنون نے عدم کا راستہ لیا۔ بتخانوں کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے
ٹھنڈے پڑ گئے۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا۔ جَآءَ الْحَقُّ
وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ اور اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ آپ حقیقت
میں سچے رسول اور خدا ہی کیطرف سے مؤید تھے۔ ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلاب عظیم
کی روحانی اور اخلاقی حالت میں پیدا کر دیتا اور ایسے جنگ جو ستم پیشہ لوگوں کو جو بات بات پر
لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اخوت کے ایک رشتہ میں باندھ دیتا۔ اور اونکی پشتینی عداوتوں اور
کینوں سے اونکے دلوں کو ایسا صاف کر دیتا کہ اوس کا کچھ اثر باقی نہ رہتا۔ بلکہ دنیا میں اونکو اخلاق
اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔

قرآن مجید کے اس حیرت انگیز نتیجے اور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی اوسکی ایسی
عجیب و غریب تاثیر کو دیکھکر منکرین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت
سے خارج تھی۔ چنانچہ کوئی اون میں سے کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ لاتے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا
جسکا مخرج وہی ہستی تھی جسکی تھاہ کبھی کسی نے نہیں پائی" کوئی لکھتا ہے کہ "قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے
کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو" متعصب عیسائی مؤرخین

پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹

صفت صاف صاف شیعہ مذہب یہ اقرار کرتا ہے کہ "دین کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک کبھی ایسی روحانی ایسی بے انگیختہ ہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی"۔ مگر یہ وہ اثر اثر تاثیر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت و ہدایت کا اوسی وقت تک پایا جا سکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابہ کرام خصوصاً مہاجرین و انصار سب کے اول ایمان لانے والے اسلام میں پکے۔ اخلاق میں انسانیت کا نمونہ۔ پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی میں کامل مانے جائیں۔ مگر شیعون کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب و غریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت میں ہوا تھا عارضی تھا۔ اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے اونپر کیا تھا ناپائدار تھا۔ وہ دل جو وحی و الہام کی برکت سے پاک ہو گئے تھے جلد ارتداد کے لوث سے ملوث ہو گئے۔ اور وہ لوگ جو شمع نبوت کے پروانہ تھے اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جسنے سیکڑون دل روشن کر دیے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق و کفر کا جو اونکے دل سے اوٹھ گیا تھا پھر اونکے دلون پر پڑ گیا۔ اور مشکوۃ نبوت کی وہ شعاعین جو مہاجرین و انصار کے دماغ پر پڑین تھین جلد زائل ہو گئین۔ اور وہ خدائی آواز جو یاران نبوی نے دل کے کانون سے سنی تھی جلد بند ہو گئی۔ ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کیے جاتے ہین۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ و ہدایت کی جسکی دنیا مین دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جاویگی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہونچا کہان باقی رہیگی۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

شیعون کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھیں تو معاذاللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جنکے محامد و صفات اوس مین بیان کیے گئے ہین وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہین۔

جب ہم خدا کے کلام پر نظر کرتے ہین تو اوسے اوس خیال کے مطابق پاتے ہین جو صحابہ کرام کی نسبت
ہمارا ہے - اور اونھین نعمتون سے اونکو متصف پاتے ہین جنکا ہم اونکی نسبت اعتقاد رکھتے ہین -
ہم دیکھتے ہین کہ کہین خدا اونکے ایمان اور عبادت کی نسبت فرماتا ہے - مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ
مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ کہین اونکی شان مین کہتا ہے سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ کہین اونکی نسبت اپنی رضامندی ان لفظون سے
ظاہر کرتا ہے - وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
کہین اون کے مصائب اور تکلیف پر صلہ دینے کی بشارت اس طرح سناتا ہے - فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا
مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ کہین اونکے ایمان کی تصدیق فرما کر اونکو
مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ ان لفظون سے فرماتا ہے - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ
وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ کہین اونکی فضیلت تمام انبیا کی امتون پر ان لفظون سے ظاہر فرماتا ہے -
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ
کہین اونکے مصائب اور تکلیف پر اونھین خلافت کا وعدہ دیکر یون تسلی فرماتا ہے - وَعَدَ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کہین اونکی قلت
کثرت پر پہونچنے کی ان خوش کن لفظون سے تمثیل دیتا ہے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ کہین اونکی کثرت پر

يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ اور اونکے غلبہ ونصرت پر وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً
يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ فرما کر دنیا مین اسلام کی خوبی اور استحکام کا اشتہار دیتا ہے۔
لیکن اگر شیعون کے عقیدے سچ ہین اور اونکے خیالات صحابہ کرام کی نسبت صحیح ہین تو ان آیتون کی تکذیب
لازم آتی ہے۔ اور اگر یہ صرف اہل بیت کی شان مین سمجھی جاتی ہین۔ یا اونکی نسبت جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کے سامنے انتقال کر گئے تھے۔ یا اونکی شان مین جو بعد [۲۵] شہادت شیخین تک مرتد رہکر پھر امیر المومنین کے
شریک ہو گئے تھے۔ تو اوس سے خدا کے کلام مین گویا تحریف معنوی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ وکیف
یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل هذا او یبدل کلام الله من تلقاء نفسه۔
ویحرفه عن مواضعه فیا حسرة علیهم الا یتفکرون فی هذه الآیات الیس فیهم رجل رشید
اور اگر ہم آیات قرآنی اور مذہبی خیالات سے در گذر کرین اور صرف انسانی عقل کو کام مین لائین
تو شیعون کے عقیدے کے موافق مذہب اسلام سب مذہبون سے زیادہ کمزور۔ اور اوسکے بانی
کے وعظ وہدایت کا اثر دیگر مذاہب کے پیشواؤن کی بہ نسبت زیادہ ضعیف معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ہم
اس بات کو مانین کہ وہ لوگ جنھون نے بلا واسطہ قرآن سنا اور جبرئیل کا آنا دیکھا۔ اور آپکی
صحبت کا فیض حاصل کیا۔ اور سب سے اول ایمان لائے۔ اور آپکے بعد بھی ساری عمر
اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ مین صرف کرتے رہے۔ وہ سب کے سب الا قلیلا منہم (مگر تھوڑے اونمین سے ۱۲) اپنے پیشوا
کے انتقال فرماتے ہی بدترین افعال کیطرف جھک پڑے۔ اور دیانت وصداقت کے
وہ اخلاقی جوہر جس سے اون کے دل مہذب اور مزین ہو گئے تھے۔ اونکے سینون سے
یک لخت جاتے رہے۔ تو سوا اسکے کیا نتیجہ اس سے ہم نکال سکتے ہین کہ مذہب اسلام جو
بہترین مذہب کہا جاتا ہے۔ سب مذہبون مین ذلیل۔ اور امت محمدی جو سب امتون مین
افضل سمجھی جاتی ہے۔ دیگر امتون سے بدتر ہے۔ اس لیے کہ جب ہم دوسرے مذہبون پر

(ظاہر کرنا کلام الٰہی کا ۱۲)

[۲۵] اور ... پارہ ۲۶ سورہ فتح

نظر کرتے ہین یہانتک کہ بدھ اور یہود اور جین اور پارسی فرقہ کے ابتدائی معتقدین کے حالات
سنتے ہین تو ہم کسی مذہب مین یہ نہین دیکھتے کہ ان مذہب کے ابتدائی معتقدین نے اپنے پیشواؤن کی ہدایت
اور نصیحت کو اس قدر جلد بھلا دیا ہو۔ اور اونکے احکام سے ایسی سرتابی کی ہو جیسی کہ اسلام کے ابتدائی
ماننے والون کی نسبت حضرات شیعہ بیان کرتے ہین۔ جب ہم مشرکین اور کفار کے مذہب مین یہ مثال
نہین پاتے۔ اور اونکے خلیفہ اول کو اپنے پیغمبر کے بتائے ہوئے رستہ سے ایسا بھٹکنا اور گمراہی کے
قعر مین ایسا گرتا ہوا نہین دیکھتے۔ اور شیعون کے قول کے موافق اس قسم کی ضلالت اور بداخلاقی
اور بداعمالی کو اسلام ہی کے پہلے خلیفہ مین پاتے ہین۔ تو سوا اسکے کیا چارہ ہے کہ اونکے قول کے
موافق مذہب اسلام کو قدرت کے اس عام قاعدے سے بھی مستثنی سمجھین۔ اور اوسکے بانی کے
وعظ و ہدایت کو ایسا کمزور و ضعیف مانین کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانون مین سے سوائے تین چار
کے کسی پر وہ اپنا اثر قایم نہ کر سکا اور نہ بجز چند عزیزون اور دوچار غربا کے کسیکو ارتداد اور رجعت قہقری
الی الکفر سے روک سکا۔ اور یہ وہ باتین ہین کہ مسلمان تو ایک طرف مخالفین اسلام بھی غلط سمجھتے
ہین۔ اونکو بھی صحابہ کے حالات نے اس کہنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ اونکو نہ صرف پکا مومن سمجھین بلکہ
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب و حواریین پر بھی فضیلت دین۔

فضیلت صحابہ بشہادت سر ولیم میور مورخ نصرانی

اگر کوئی شخص اون تحریرون کو دیکھے جو منکرین نبوت نے باوجود انکار نبوت کے اسلام کی
نسبت اور صحابۂ کرام کی متعلق کی ہین تو بے اختیار اوسکے دل سے یہی آواز نکلے گی کہ اون مسلمانون سے
جو صحابہ کو مرتد و کافر و منافق سمجھتے ہین وہی زیادہ منصف اور سمجھدار ہین جو صحابہ کی نسبت غیر متعصبانہ
رای ظاہر کرتے ہین۔ دیکھو سر ولیم میور ایسے متعصب عیسائی کیا لکھتے ہین۔ اور واقعات نے اونکو کس چیز
کی تحریر پر مجبور کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب لیف آف محمد۔ کی جلد دوم مین لکھتے ہین۔ کہ ہجرت سے
تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت مین بے جان پڑا تھا۔ مگر اون تیرہ برسون مین کیا ہی انقلاب عظیم پیدا ہوا

کہ سیکڑون آدمیونکی جماعت نے بت پرستی چھوڑکر خداے واحد کی پرستش اختیار کی - اور اپنے
اعتقاد کے موافق وحی آلہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے - اوسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت
دعا مانگتے - اوسکی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے - اور حسنات و خیرات اور پاکدامنی اور انصاف
کرنے مین بڑی کوشش کرتے تھے - اب اونھین شب و روز اوسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال
تھا - اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنی حوائج کا بھی خبرگیران ہے - ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ مین ہر ایک امر
متعلق زندگانی مین - اور اپنی خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر مین - اوسیکے ید قدرت کو
دیکھتے تھے - اور اس سے بڑھکر اس نئی روحانی حالت کو جسمین خوشحال او خرم کنان رہتے تھے - خدا کے
فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے - اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے
تقدیر کیے ہوے خذلان الہی کی نشانی جانتے تھے - محمد کو جو اونکی ساری امیدون کے ماخذ تھے اپنا
حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے - اور اونکی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے - جو اونکے رتبہ عالی کے
لائق تھی - ایسے تھوڑے ہی زمانہ مین کہ اس عجیب تاثیر سے دو حصون مین منقسم ہوگیا تھا - جو بلا لحاظ
قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے - مسلمانون نے مصیبتون کو تحمل و
شکیبائی سے برداشت کیا - اور گو ایسا کرنا اونکی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کے
بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہین - ایکسو مرد اور عورتون نے اپنا گھربار چھوڑا لیکن
ایمان عزیز سے اپنا مونہہ نہ موڑا - اور جب تک کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہووے حبش کو ہجرت
کرگئے - پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ اونمین نبی بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ
کو جو اونکی نظر مین تمام روے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑکر مدینہ کو ہجرت کر آئے -
اور یہان بھی اوسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ مین ایک برادری واسطے
اُن لوگون کے جو نبی اور مسلمانون کی حمایت مین جان دینے کو مستعد ہوگئے تیار کردی ؛

[illegible]

ایک دوسرا عیسائی فاضل گاڈفری ہگنس اپنی کتاب موسوم بہ اپالوجی فار محمد میں لکھتا ہے
کہ باوجودیکہ محمد اور عیسیٰ کی ابتدائی سوانح عمری میں ایسے حالات ہیں جنمیں عجیب مشابہت پائی جاتی
ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں جنمیں بالکل اختلاف ہے۔ مثلاً عیسیٰ کے اول بارہ مریدوں کو ناتربیت
یافتہ و کم رتبہ مانا گیا ہے۔ بخلاف محمد کے اول مریدوں کے کہ بجز اونکے غلام کے سب لوگ بڑے
ذی وجاہت تھے۔ اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوئے تو اوس زمانہ میں جو کچھ اونھوں نے
کام کیئے اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ اونمیں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں۔ اور غالباً ایسے نے
کیا عیسائی دھوکہ کھا جاتے۔ عیسیٰ کے اول مریدوں کی کم رتبگی کو موشیم صاحب بھی عیسائی
کی خوبی سمجھتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو میں مجبوری مقر ہوں کہ اگر لاک اور نیوٹن جیسے اشخاص
مذہب عیسوی کے اول محققین میں سے ہوتے تو مجھکو بھی اطمینان کامل ویسا ہی ہوتا۔

پس اس سے ثابت ہے کہ ایک ہی شے مختلف شخصوں کو کیسی مختلف معلوم ہوتی ہے۔

بڑے مشہور مورخ گبن نے بیان کیا ہے کہ "پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکسان
صداقت اور ضرب المثل تھے۔ اونکی سرگرمی و دلی اخلاص کے ساتھ تھی۔ اور ثروت و اقتدار پاکے
بھی اونھوں نے اپنی عمرین ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی مین صرف کین پس یہی لوگ محمد کے
ابتدائی جلسے کے شریک تھے جو پیشتر اس سے کہ اوسنے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اوسکے
جانثار ہو گئے۔ یعنی ایسے وقت میں کہ وہ ہدف آزار ہوا اور جان بچاکر اپنے ملک سے چلا گیا۔
اونکے اول ہی اول تبدیل مذہب کرنے سے اونکی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی سلطنتوں کے
فتح کرنے سے اونکی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے"۔

اس صورت میں کوئی یقین کرسکتا ہے؟ کہ ایسے شخصوں نے ایذائین سہیں اور اپنے
ملک سے جلاوطنی گوارا کی اور اس سرگرمی سے اوسکے پابند ہوئے۔ اور یہ سب امور ایک ایسے

شخص کی خاطر ہوسکتی ہین جو بڑی پریشانیان ہون اور اوس سلسلہ قریبا اور سخت عیاری کے لئے ہون جو
اونکی تربیت کے بھی خلاف ہو - اور اونکی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہو - اسکے بغیر یقین
نہین ہوسکتا یہ خارج از حد امکان ہے "

عیسائی اس بات کو یاد رکھین تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے اس درجہ شدید دینی اوسکے پیروون
مین پیدا کیا کہ جسکو عیسی کے ابتدائی پیروون مین تلاش کرنا بے فائدہ ہے - اور اوسکا مذہب اوس تیزی
کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی مین نہین چنانچہ نصف صدی سے کم مین اسلام بہت عالیشان اور
سرسبز سلطنتون پر غالب آگیا - جب عیسی کو سولی پر لیگئے تو اوس کے پیرو بھاگ گئے - اور اپنے مقتدا کو
موت کے پنجے مین چھوڑ کر چلدیے - اگر بالفرض اوسکے حفاظت کرنیکی اونکو ممانعت تھی تو اوسکی تشفی کے لیے
تو موجود رہتے - اور صبر سے اوسکی اور اپنی ایذا رسانون کو دیکھا کئے - برعکس اوسکے محمد کے پیرو اپنے مظلوم
پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اوس کے بچاؤ مین اپنی جانین خطرے مین ڈالکے کل دشمنون پر اوسکو غالب کردیا "

انتہی قولہ

کیسی حالت بدل جائے اور کس قدر اصلاح مذہبی حالات مین حضرات امامیہ کی ہوجائے
اگر وہ اس بات کو یاد رکھین جسکے یاد رکھنے کی نصیحت یہ عیسائی مورخ اپنے بھائی عیسائیون کو کرتا ہے
کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب حضرت عیسیٰ کے حواریون سے زیادہ دل کے قوی - اور ایمان مین زیادہ سچے -
اور اخلاص مین زیادہ ثابت - اور اپنے نبی کی حفاظت مین جان کے قربان کرنے والے تھے - مگر افسوس
کہ وہ ان تاریخی واقعات کو جنہیں منکرین اسلام تک مانتے ہین نہین مانتے - اور اسلام کے اون نتائج سے
جس سے اوسکی عظمت اور صداقت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے انکار کرتے ہین -

سر ولیم میور پھر اپنی کتاب لیف آف محمد مین جہان اونھون نے حضرت عیسیٰ کے حواریین اور
مہاجرین و انصار کے حالات کا مقابلہ کیا ہے لکھتے ہین کہ جس زمانے تک مقابلہ کرنا ممکن ہے اوس مین

تکلیفات کی برداشت کرنے اور دنیاوی لالچون کے قبول نکرنے مین دونو (حضرت مسیح اور آنحضرت) برابر ہین لیکن محمد کے تیرہ برس کے مواعظ نے بمقابلہ کل زمانۂ زندگی مسیح کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر بین لوگون کی نظر مین بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مسیح کے تمام پیروؤن کی آہٹ معلوم ہوتے تھے کیونکہ بھاگ گئے۔ اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے اون پانسو آدمیون کے دل پر جنھون نے اوسکو دیکھا تھا خواہ کیسا ہی گہرا اثر پیدا کیا ہو۔ مگر ظاہر مین اوسکا کچھ نتیجہ دکھائی نہین دیا۔ اون مین سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہین چھوڑا۔ اور نہ سیکڑون نے مسلمانون کیطرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی۔ اور نہ ویسا پرجوش ارادہ کبھی کسی سے ظاہر ہوا۔ جیساکہ ایک غیر شہر (یثرب) کے نومسلمون نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے مین کیا۔"

یہ چند روایتین کہ اوپر ہمنے نقل کین وہ عام مہاجرین وانصار اور اصحاب نبوی کی نسبت لکھی تھین۔ اب ہم بالتفصیل اوس راے کو بیان کرتے ہین جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کی نسبت سر ولیم میور نے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت وہ اپنی کتاب موسوم بہ ارلی خلافت مین یہ لکھتے ہین۔

"آخری دم تک ابوبکر کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکدر نہونے پایا۔ جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہین۔ انھون نے اپنی زندگی کے آخری دن باریابی دی۔ اور معاملات کی نازک حالت کو جانچکر عمر کو حکم فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ایک دستہ فوج تیار کرکے جانب عراق روانہ کرین بیماری کی حالت مین زندگی کی بے ثباتی اور ناپائداری دنیا کے متعلق ان اشعار کا مضمون اونکی زبان پر جاری رہا۔ (یہ ترجمہ سر ولیم میور کی کتاب سے انگریزی اشعار کا نظم مین کیا گیا ہے) ۞

کون ایسا ہے یہان جو حشمت و مال و متاع — اپنے وارث کو نہین جاتا ہے چھوڑ انجام کار
ایکدن اوس شخص کا بھی مال لوٹا جائیگا — جسنے ہو کر بے دھڑک کی ہے بہت سی لوٹ مار
لوٹکر آجائے گا اکدن مسافر بالضرور — گر مسافر نے سفر کوئی کیا ہے اختیار

	موت کے بستر سے لیکن اونکا اعلان نہین		شخص جان فرسا ہے اور وصیت کیا	

ایک شخص نے جو آپکے بستر مرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کے کچھ اشعار مناسب
حال پڑھے۔ آپ ناراض ہوے اور فرمایا نے اگر ایسا ہے تو کہو بلکہ یون کہو وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ
بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ آخری کام جو اونھون نے کیا وہ یہ تھا کہ عمر کو
اپنے پاس بلایا اور اونھین ایک طول طویل نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ یہ میری آخری وصیت ہے کہ
درشتی اور سختی کو نرمی اور لینت کے ساتھ ملا کے رکھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ پر غشی کا عالم طاری ہونے
لگا۔ اور نزع کے وقت کو قریب پہونچتا دیکھکر ان الفاظ کو زبان پر لا کر جان بحق تسلیم ہوے۔ یا اللہ یا
کر کہ مین مسلمان مرون۔ یا اللہ مجھے ان لوگون کے گروہ مین اوٹھا جنکو تو نے برکت بخشی ہے۔
ابوبکر نے دو برس اور تین مہینے عہد حکومت کے بعد ۲۲۔ اگست ۶۳۴ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کی
خواہش کے بموجب غسل میت اونھین اونکی بی بی اسما اور آپکے بیٹے عبدالرحمن نے دیا۔ تکفین
آپکی اونھین کپڑون مین ہوئی جو وفات کے وقت وہ پہنے ہوے تھے۔ کیونکہ اونھون نے
فرمایا تھا کہ نئے کپڑے زندون کے لیے موزون ہین اور پرانے کپڑے جسم بیجان کے
لیے جیسے کہ موت کا ملبہ ہوتا ہے۔ جن اصحاب نے رسول اکرم کے جنازے کو کندھا دیا تھا وہی ابوبکر
کے جنازہ بردار ہوے۔ اونھین اوسی مزار مین دفن کیا جسمین رسول اللہ آرام فرما تھے خلیفہ مغفور
کا سر اپنے آقا کے بازو کے برابر تکیہ زن تھا عمر نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جنازہ کو بہت دور
جانا نہین تھا۔ صرف مسجد نبوی کا صحن طے کرنا تھا۔ کیونکہ ابوبکر نے اوسی مکان مین انتقال فرمایا
جو رسول اللہ نے اونکے رہنے کے لیے اپنے مکان کے سامنے تجویز فرمایا تھا۔ اور جہان سے
مسجد نبوی کے کشادہ صحن پر نگاہ پڑتی تھی۔ ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانہ کا اکثر حصہ اسی
مکان مین بسر کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد چھ مہینے تو البتہ پہلے کیطرح زیادہ تر سنح مین

انکا قیام سنح میں رہا جو مدینے کے نواح میں واقع ہے۔ یہاں پر انکا مسکن ایک سادہ سا مکان تھا جو کھجور کی شاخوں سے بنا تھا۔ اس مکان میں وہ اپنی بی بی حبیبہ کے اعزہ واقارب کے ساتھ رہتے تھے۔ حبیبہ سے انکی شادی اسوقت ہوئی جب کہ وہ مدینے میں تشریف لائے تھے۔ انکی وفات پر انکی یہ بی بی حاملہ تھیں اور کچھ تھوڑے سے عرصہ بعد انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

ہر صبح ابوبکر سوار ہو کر یا پیادہ پا مسجد نبوی کو تشریف لیجاتے جہاں رسول اللہ اپنی حیات میں فرمان روا رہے تشریف لیجاتے تھے تاکہ امور مملکت کو انجام دیں۔ اور انکی غیر حاضری میں عمر انکے قائم مقام ہوتے تھے۔ ہاں جمعہ کے دن جبکہ کوئی خطبہ یا وعظ کرنا ہوتا تھا تو وہ دوپہر تک گھر میں رہتے تھے۔ اس دن وہ اپنے سر اور داڑھی کو خضاب لگاتے تھے۔ اور لباس کے پہننے میں زیادہ احتیاط اور صفائی کو مدنظر رکھتے تھے۔ اس سیدھے سادے مکان میں اپنے اوائل عمر کی سادگی اور روکھی پھیکی طرز زندگی کو مرعی رکھا۔ گھر کی بکریوں کے لیے چارہ آپ خود لاتے تھے اور انکا دودھ آپ خود دوہتے تھے۔ اول اول تو آپنے اپنی خانگی اخراجات کے کفالت کے لئے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا مگر جب آپکو معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے انتظام سلطنت میں فرق آتا ہے۔ آپ نے اوسے کاموں کو چھوڑ دیا اور اپنے گھر کے خرچ کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ کی رقم قبول کرنا منظور فرمالیا۔

چونکہ سنح مسجد نبوی سے بہت فاصلے پر واقع تھا اور مسجد نبوی میں رسول اللہ کے زمانہ سے سلطنت کے امور طے ہوتے چلے آتے تھے اس لیے آپ نے یہاں نقل مکان کرلیا۔ اور ساتھ ہی بیت المال کو بھی یہیں لے آئے۔ اسلام کا بیت المال اون دنوں میں نہایت سادہ سا ہوتا تھا۔ نہ تو اوسکے لیے پہرہ اور چوکیدار کی ضرورت ہوتی تھی۔ نہ حساب کے دفتر کی احتیاج۔ خراج کی آمدنی غربا میں تقسیم کر دیجاتی تھی یا سامان جنگ اور اسلحہ پر صرف ہوتا

ہوتی تھی یاں نہ تھی اور سونا چاندی خواہ وہ گاؤں سے آتا خواہ اور کہیں سے آتے ہی یا آنے کے بعد دوسری صبح کو تقسیم کر دیا جاتا۔ اس تقسیم میں سب کا حصہ برابر ہوتا تھا۔ نو مسلم اور پرانے مسلمان، مرد، عورت، غلام و احرار سب مساوی حصے کے مستحق تھے۔ بیت المال اسلام پر ہر مومن عرب کا ایک سا دعوی ہوتا تھا۔ جب کوئی یہ کہتا کہ اسلام پہلے قبول کرنے کے باعث مجھے ترجیح حاصل ہے اور اس لئے مجھے زیادہ حصہ ملنا چاہئے تو ابوبکر فرماتے کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ ہی اون لوگوں کو جنھوں نے ترجیح حاصل کی ہے دوسری دنیا میں نیک اجر عطا فرمائے گا۔ یہ انعام و اکرام محض موجودہ زندگی سے علاقہ رکھتے ہیں۔ آپکی وفات پر عمر نے بیت المال کو کھلوایا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک دینار باقی ہے جو شاید باتفاق تھیلیوں میں سے گر پڑا تھا۔ یہ دیکھکر سب کے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اور اونھوں نے آپ کے لئے دعا مغفرت مانگی اور برکت بھیجی۔ آپ نے بیت المال میں سے جو کچھ بطور وظیفہ لیا تھا اُسے بھی آپکی کانشینس نے روا نہ رکھا۔ لہذا وفات کے وقت آپ نے حکم صادر فرمایا کہ بعض حصص اراضی جو میری ملکیت ہیں فروخت کیجائیں اور جو قیمت وصول ہو اوس میں سے بقدر اوس روپیہ کے جو میں نے بیت المال میں سے لیا ہے بیت المال میں واپس داخل کر دیا جاوے۔

ابوبکر کی طبیعت نہایت ہی حلیم اور نرم واقع ہوئی تھی۔ عمر کا قول تھا کہ ایسا اور کوئی شخص نہیں جس پر لوگ اپنی جان اس شوق سے نثار کر دینگے جیسے ابوبکر پر۔ آپ یہانتک نرم دل تھے کہ لوگوں نے آپ کو "ٹھنڈی سانس بھرنے والا" کا خطاب دے رکھا تھا۔ باستثناء ایک دفعہ کے جبکہ آپ نے ایک مفسد قزاق کو آگ میں جلوا دیا اور جسکا آپ کو ہمیشہ افسوس رہا اور کوئی بے رحمی آپ سے کبھی ظہور میں نہیں آئی۔

ابوبکر کی زندگی دربار میں بھی اسی سادگی اور قناعت کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی جیسے حضرت محمد کی۔ آپ کے دربار پر یہ مصرعہ صادق آتا تھا ع گیر و دار حاجب و دربان درین درگاہ نیست

تزک و احتشام اور عظمت و شان جو درباروں کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہوا کرتے ہیں انکے
دربار میں نام کو نہ تھے۔ مہمات مملکت کے طے کرنے میں وہ نہایت مستعد اور سرگرم تھے۔ وہ اکثر راتوں کو
اکیلے نکل جایا کرتے تاکہ محتاجوں اور ستم رسیدوں کی حاجت برآری اور شنوائی کریں۔ اور کہتے ہیں
ایک دفعہ انھیں ایک اندھی غریب بیوہ کا پرسان حال پایا جسکی حاجت برآری کے لئے عمر تشریف
لائے تھے۔ محکمہ عدالت عمر کے سپرد کیا گیا۔ اگرچہ روایت ہے کہ سال بھر کے عرصے میں مشکل سے
دو مدعی بھی مقدمہ کے لئے نہیں آئے۔ ریاست کی مہر پر الفاظ نعم القادر اللہ کندہ تھے۔
خط و کتابت کا کام علی کے سپرد تھا۔ اور ابوبکر زید (رسول اللہ کے میر منشی اور جامع قرآن) اور عثمان سے
یا کسی اور اہل قلم سے جو وقت پر پاس ہوتا مدد لے لیا کرتے تھے۔ اعلی عہدوں اور اعلی فوجی خدمتوں
کے لئے اپنے نائبوں کے انتخاب میں آپ نے کبھی طرفداری یا رعایت کو مد نظر نہیں رکھا۔ اور
چال چلن کے اندازہ لگانے میں انکی رائے ہمیشہ سلیم اور صائب ہوتی تھی۔

ابوبکر میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی۔ اسامہ کے زیر کمان فوج روانہ کرنا اور
مشرک قوموں کے برخلاف مدینے کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپ تن تنہا تھے اور چاروں
طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اوس جرأت اور عزم کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے
اور بغاوت کے فرو کرنے میں بہ نسبت کسی بات کے زیادہ کارآمد ثابت ہوا ابوبکر کی قوت کا راز
وہ ایمان راسخ تھا جو آپ حضرت محمد پر لائے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلیفۂ خدا مت کہو میں
رسول خدا کا خلیفہ ہوں۔ آپ کو ہمیشہ یہی سوال مد نظر رہتا تھا کہ حضرت محمد کا کیا حکم تھا؟ یا اسوقت
وہ ہوتے تو کیا کرتے؟ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت وہ سر مو تجاوز نفرماتے تھے۔ اور
اسطرح پر آپ نے شرک اور بت پرستی کو پامال کر دیا۔ اور اسلام کی بنیاد استوار قائم فرمائی۔ آپ کا
عہد مختصر تھا مگر رسول اللہ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ

ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیئے۔ چونکہ ابوبکر کے دل میں رسول اکرم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا
اور یہی عقیدہ خود رسول اکرم کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے لہذا ہمنے آپ کی حیات
وصفات کے تذکرہ کے لیئے کچھ زیادہ وقت لی ہے۔ اگر حضرت محمد کو ابوبکر جیسے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا
تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدتمند نہ بنا سکتے جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی
پسند بھی تھا۔ ابوبکر کو نفسانی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہیں آیا۔ انہیں جو شاہانہ اقتدار حاصل تھا
اور وہ بالکل محدود تھا بیشک مگر وہ اس طاقت و قوت کو صرف اسلام کی بہتری اور فائدہ رسانی کے کام
پہونچانے میں عمل میں لایا کئے۔ انکی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھائیں۔ اور نہ وہ خود
ایسے مکار تھے کہ اسکو دھوکا دے سکتے تھے" انتہی قولہ

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت مسٹر ولیم میور یہ لکھتے ہیں:-

"۲۶ ذی الحجہ سنہ ۲۳ ہجری کو عمر نے ساڑھے دس سال کی حکومت کے بعد انتقال فرمایا۔
رسول اللہ کے بعد سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمر تھے کیونکہ یہ انہیں کی دانائی اور استقلال کا
ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصہ میں شام مصر اور فارس کے علاقے جیسے زرخیز اور قیمتی سے اسلام کا
قبضہ ہوا ہے تسخیر ہو گئے۔ ابوبکر نے مشرک اقوام کو مغلوب کر لیا تھا لیکن انکے عہد میں افواج
اسلام صرف شام کی سرحد تک ہی پہونچی تھیں۔ عمر جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت
انکے قبضہ میں صرف عرب تھا مگر جب آپنے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے
جو فارس مصر شام۔ بابل اپنی سلطنت کے بعض نہایت ہی زرخیز اور دلکشا صوبوں پر
مشتمل تھی۔ مگر باوجود ایسے عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونیکے آپ کو کبھی اپنی فراست اور
قوت فیصلہ کی متانت کے میزان میں پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے امراء عرب
کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز

ظاہر ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی بدوون اور قریش کی سفاہت و عنادی پر آپ نے ایک دباؤ اُسے رکھا -
اور اوتندرون نے اسلام مین آپ کی حین حیات مین کبھی فتنہ برپا کرنیکی جرأت نکی صحابہ مین سے جو زیادہ ممتاز
تھے اونھین آپ اپنے پاس مدینے مین رکھتے تھے جسکی وجہ کچھ تو بلا شبہہ یہ تھی کہ اصلاح و مشورہ سے آپکو
تقویت دین اور کچھ اسلئے (جیسا کہ آپ کا قول تھا کہ مین نہین چاہتا کہ انکو اپنے سے کم سمجھکر انکی شان و عزت مین
فرق لاؤن -

ہاتھ مین تازیانہ لیکر آپ مدینے کی گلیون اور بازارون مین پھرا کرتے - اور جو قصوروار ہوتا اوسے
وہین سزا دیتے یہ بات ضرب المثل ہوگئی تھی کہ عمر کا تازیانہ دوسرے کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے - مگر
باین ہمہ آپ نہایت نرم دل تھے - اور بے تعداد واقعات آپکے حلم اور مہربانی کے تذکرہ مین مثلا بیواؤن اور
یتیمون کی حاجت براری کرنا - ایک مثال ہم یہان درج کرتے ہین - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قحط کے
سال مین عرب مین سفر کر رہے تھے - آپ کا گذر ایک غریب نادار عورت پر ہوا - جو بچون کو لئے چولھے
کے پاس بیٹھی تھی اور ننھے بچے بھوک کے مارے بلبلا رہے تھے - چولھے پر ایک خالی ہنڈیا بچون کی تسلی کے لیے
بیچاری عورت نے چڑھا رکھی تھی - عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو آپ بھاگتے ہوے دوسرے گاؤن مین گئے
گوشت اور روٹی لائے گوشت خود ہنڈیا مین چڑھایا اور خوب سا کھانا پکا کر بچون کو کھلایا اور انھین ہنستا
کھیلتا چھوڑ کر تب آگے روانہ ہوے" انتہی قولہ

مجھے امید ہے کہ ناظرین حق پسند ان تحریرون کو دیکھکر تسلیم کرینگے کہ واقعات نے عیسائیون
تک کو اسلام کی تعریف اور صحابہ کرام کے مکارم اخلاق اور محامد و صفات کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہے مگر تعجب ہے
کہ خود اسلام کے مدعی ان واقعات سے انکار کرین اور عموماً صحابہ کرام کو اسلام اور اخلاص سے بے بہرہ بتائین
افسوس انسان کیسا ہی دانشمند اور عالم ہو مگر مذہبی تعصب اور آبائی تقلید اوسکو سچ بات کے قبول کرنے
اور کم سے کم اوسکے اقرار کرنے سے ہمیشہ مانع ہوتی ہے - آفتاب کو دیکھتے ہین کہ روشن ہے مگر اوسکا اقرار

نہین کرتے۔ انکھون پر کچھ ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ اوسے دیکھتے ہی نہین۔ بعینہ یہی حال حضرات امامیہ کا
ہے کہ صحابہ کا اسلام اور اونکا اخلاص آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہے۔ قرآن بآواز بلند اوسکا اشتہار
دے رہا ہے۔ اسلام کے دشمن تک اوسکی تصدیق کرتے ہین۔ مگر وہ ہین کہ اپنے تعصب اور ضد پر قائم ہین
اور ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب نبوی کے مرتد اور منافق کہنے مین سرگرم بلکہ اوسپر نازان ہین۔

کیا اسلام کی بنیاد صرف اس بات سے مضبوط اور مستحکم باقی رہ سکتی ہے کہ شیعہ یہ کہتے ہین کہ جو
کوشش رسول خدا صلعم نے ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر فرمائی۔ اور جسپر خدا کی قوت اور آسمانی مدد سے آپنے
لوگون کو ہدایت کی اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپنے اپنی وفات کے بعد قریب سوا لاکھ آدمیون کے اسلام کے
نام لینے والے چھوڑے مگر اونمین چند عزیزون کے سوا چار آدمیون سے زیادہ کوئی سچا مسلمان اور سچا مومن
اور دل سے خدا اور رسول کا ماننے والا اور اونکے حکمون پر چلنے والا نہ تھا۔ باقی نہ صرف منافق اور ایمان سے
بے بہرہ تھے بلکہ ایسے ظالم سفاک سنگدل۔ بے رحم تھے کہ آپکے وفات فرماتے ہی سب نے اونکی
سردار کے گھر کو لوٹنا شروع کیا جسکے سایہ عاطفت مین پرورش پائی تھی۔ اور اوسیکی اولاد پر ظلم و ستم
کرنے لگے جن سے محبت رکھنا اور جنکی اطاعت کرنے کا اونھون نے بارہا اقرار اور دعوی کیا تھا۔ اور ظلم بھی
ایسے کئے کہ کبھی چشم فلک نے نہ دیکھے تھے۔ اس قسم کے خیالات سے جو خود مسلمانونکا ایک فرقہ رکھتا ہے منکرین
نبوت کو اس بات کے کہنے کا موقع ملیگا کہ رسالت کا مقصود صرف دنیاوی سلطنت کا قائم کرنا تھا اور لوٹ مار کی
طمع اور امارت اور ریاست کی حرص نے ایک گروہ خود غرض نفس پرست طامع اور حریصون کا اوسکے بانی
کے ارد گرد جمع کر دیا تھا۔ اون ہزارون آدمیون کے دلون پر جو رات دن پیغمبر خدا صلعم کی
صحبت مین رہتے تھے نہ قرآن کی تعلیم کا کچھ اثر ہوا تھا۔ نہ خدا کے رسول کے وعظ و نصیحت نے
اونپر کچھ تاثیر کی تھی۔ نہ بانی اسلام اور اسلام کے ماننے والون مین کوئی رشتہ اخلاص و عقیدت و اطاعت
اور ایمان اور محبت کا جیسا کہ کسی سچے پیغمبر اور اوسکے ایمان لانیوالون مین ہوتا ہے قائم تھا۔ بلکہ دونون

اپنا خواہش ہے کہ کماحقہ کر سکے نہیں سرگرم اور شدت سے اور وہ مخالفت اور انتہا قدر توقیر اپنے اپنے
مقاصد [illegible] کیا اور اس نے جس کام کے لیے تھیں سرور انبیا چاہتا تھا کہ خم سلطنت اور ریاست اونکی ثابت و پائدار
قائم ہو وہ اونکے گھر میں رہے کسی دوسرے کیا اوسے پیشوا ہونے نہ پاوے اور اونکے ساتھی اس فکر میں
کہ اونکی محبت اور کوشش کا صلہ خود اونکو حاصل ہو اور ریاست کی مسند پر اپنے قرابتی کے بعد ذالقربیٰ ان

میرا یہ کہنا حقیقت میں نہ مبالغہ ہے نہ شیعوں کے عقائد پر بیجا الزام لگانا یا کیا اون روایات و
حالات سے جنکو حضرات امامیہ سچ سمجھتے اور جن پر اونکے مذہب کی بنیاد قائم ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور
خیال کے موافق سوا اسکے اور کیا بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آرزو شروع
سے کی روز سے وفات کے وقت تک یہی تھی کہ جناب امیر اونکے جانشین ہوں اور الی یوم القیامۃ اولاد
در بطنا بعد بطن دینی اور دنیاوی سلطنت پر اونھین کے خاندان کا قبضہ رہے چنانچہ شیعوں کے اعتقاد کے
موافق اس آرزو کو آپنے طرح طرح سے ظاہر کیا اور اسکے لیے کوئی دقیقہ سعی اور کوشش کا اوٹھا
نہ رکھا - کوئی موقع خلوت میں اور جلوت میں سفر میں اور حضر میں صلح میں اور جنگ میں صحت میں اور
بیماری میں - ایسا نہیں چھوڑا جس میں اپنی یہ خواہش اشارۃ یا صراحۃ ظاہر نہ فرمائی ہو - اور خدا کے احکام
اور اوسکے پیام اسکے متعلق نہ سنائے ہوں - اور اس حکم کے ماننے والوں کے فضائل اور اونکے
لیے انواع و اقسام کے ثواب - اور اوس سے عدول کرنے والوں کے معائب اور اونکے واسطے طرح طرح
کے عذاب بیان نکیے ہوں - یہانتک کہ آخری کوشش آپکی وہ تھی جو خم غدیر میں ظاہر فرمائی کہ ایک لاکھ
آدمیوں کے مجمع میں اوسکا اعلان بآواز صاف صاف لفظوں میں فرما دیا - اور جناب امیر کی امامت اور
خلافت کا اشتہار دیکر سب سے اقرار لے لیا - اور اپنے سامنے اپنی جانشینی کو ہر طرح سے قوی اور
مستحکم کر دیا - چنانچہ اسپر مبارک سلامت کی آوازیں بھی چاروں طرف سے بلند ہوگئیں اور خوشی کے
شادیانے بھی بج گئے - مگر اللہ رے نفاق اور اتفاق صحابہ کا کہ تین چار آدمیوں کے سوا ایک شخص بھی

اوس کا خیال نہ کیا - اور کسی نے بھی امیر المومنین کی خلافت اور امامت کا جو اس نص مشہور سے ظاہر تھی
کبھی بھی اقرار نہ کیا - بلکہ آپ کی آنکہ بند ہوتے ہی سب کے سب اوس عہد سے پھر گئے - اور اوسپر غضب یہ ہے کہ
اصل واقعہ کے واقع ہونے سے بھی نا واقف بنتے ہیں - انکے سامنے کچھ ایسا اتفاق کر لیا کہ گویا وہ
مہتم بالشان واقعہ واقع ہی نہوا تھا - اور خم غدیر میں علی روس الاشہاد بر سر منبر آپ نے اپنی
جانشینی کا اعلان فرمایا ہی نہ تھا - اوس تمام واقعہ کی یادگار میں اگر کسی کی زبان پر کچھ باقی رہا تو صرف
آپ کا یہ ارشاد کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اور اوس تمام تقریر میں
اگر کسی نے اقرار کیا تو صرف آپ کے اس قول کا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ - اور اوس کا
مقصود اور ماحصل بیان کیا تو صرف یہ کہ اونسے محبت رکھنا اور اونکی خاطر داری کرنا چاہیے
مگر اسپر بھی عمل نہ کیا - اور بجائے محبت کے کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگے - اور بہت سے ایسے کینے
اور پیشینی رنج کے بدلے لینے لگے - اور رسول خدا کی وصیت کو بھلا دیا - اور قرآن کو پس پشت ڈالدیا -
اور جو عہد کیے تھے اونہیں توڑ دیا - اور اس طرح سے وہ دین سے خارج اور اسلام سے باہر ہوگئے -

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی حالت میں رسالت اور شریعت پر کیا اطمینان رہیگا - اسلئے کہ یہی
لوگ جنکے اخلاق اور خصائل ایسے برے تھے وہی اسلام کے ارکان تھے - اونہیں کے سلسلہ سے
ہمکو قرآن پہونچا - اونہیں کے ذریعہ سے رسول خدا صلعم کے حالات ہمکو معلوم ہوئے - اور اونہیں کے
وسیلہ سے وحی کا آنا اور جبرئیل کا نازل ہونا اور پیغمبر خدا صلعم کا ملکوتی صفات سے متصف ہونا ثابت
ہوا - تو کیا تعجب ہے کہ ایسے بد دین اور بد اخلاق ستم پیشہ - سفاک - ناخداترس - بدعہد - بد باطن -
بد طینت - اور طامع اور حریص لوگوں نے باہم سازش کرکے دنیا کمانے اور خلق خدا کو لوٹنے کے
لئے کسیکو سردار بنا لیا ہو - اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے اوسکے جھوٹے حالات مشہور کر دیے ہوں -
اور اوسکے نام سے جھوٹے احکام جاری کیے اور جھوٹے قواعد و ضوابط بنا لیے ہوں - اور لوگوں کو

دام میں پھنسانے کے لئے اونکی رسالت و نبوت کو شہرت دیدی ہو - اور قرآن کو جو الا فصیح و بلیغ
لوگوں سے لکھوا کر اونکی طرف منسوب کیا ہو کیونکہ جس کسی کو وہ کاذب ہو کر بد اخلاقی کے علاوہ سازش میں بھی آ
پکے ہوں کہ جو بات تئیس برس تک برابر اونکا سردار بیان کرتا رہا - اور جسکے لئے ہمیشہ قرآن کا نازل ہونا بیان فرماتا رہا - اور
جسکی تاکید مکرر او سہ کرر ہمیشہ اونکا پیشوا کرتا رہا ہو - اور اپنی وفات سے چند روز پہلے اوسکا اعلان ستر ہزار
یا ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیوں کے سامنے اس طور پر کردیا ہو کہ زمین و آسمان - ملک و فلک - شجر و حجر جن و
انسان سب نے سنا ہو - اور نہایت فصیح و بلیغ اور بہت دراز خطبہ میں آخری حجت پوری
کرنیکے لئے جانشینی کا مسئلہ پورے طور پر کردیا ہو - اور سب کے سامنے خم غدیر میں اپنے جانشین کی خلافت
کی بیعت بھی لے لی ہو - اور خدا نے آیہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ
کی مہر بھی خلافت کی سند پر کردی ہو - باوجود اسکے ایسے متواتر اور غیر پوشیدہ رہنے والی باتکو اونھوں نے
چھپا ڈالا - اور اوسپر عمل کرنا ایک طرف اوسکے ہونے اور اوس واقعہ کے وقوع میں آنے ہی سے
انکار کردیا - اور ایسی امامت کی نسبت جو نہایت شد و مد کے ساتھ قائم کی گئی تھی نص جلی بلکہ نص خفی
سے بھی منکر ہوگئے - تو ایسے لوگوں سے جنکی سازش خلاف انسانی فطرت کے ہو اور جو ایسی
متواتر اور مشہور بات کو جو ستر ہزار آدمیوں کے سامنے ہوئی ہو پوشیدہ رکھ سکتے ہوں کیا بعید ہے
کہ اونھوں نے رسالت کے نام سے ایک جھوٹا کارخانہ کھڑا کیا ہو - اور بے بنیاد باتوں کو مشہور کرکے
کسیکو رسول اور نبی بنالیا ہو - اور اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اونسے بیزار
تھے اور اونکے احکام و شریعت کے جاری کرنیوالے اونکے اہل بیت اور چند خاص لوگ تھے تو ایسے
لوگ اتنے کم تھے کہ اونکی تعداد عشرات کے درجہ سے بھی زیادہ نہیں تھی اور اونکے ذریعہ سے جو کچھ لوگوں کو
معلوم ہوا وہ نہایت قلیل گروہ پر محدود رہا - تمام دنیا میں جو اسلام پھیلا - اور جو حقیقت اسلام کی اور بانی
اسلام کی لوگوں کو معلوم ہوئی وہ اونھیں لوگوں کے ذریعہ سے جو مہاجرین انصار اور اصحاب نبی کہلاتے تھے

۵ آج میں پورا کرچکا تمکو دین تمھارا اور پورا کیا [illegible] اور پسند کیا [illegible] دین

اور چونکہ اونکی کیفیت یہ تھی کہ جو چاہتے وہ ظاہر کرتے۔ اور جو چاہتے وہ جاری کرتے۔ اور انھیں سے چند
لوگوں کا غصب و اسباب ایسا تھا کہ باقی تمام لوگ اونکی اطاعت کرتے یا اونکے دبے میں آ جاتے تھے تو ممکن تھا کہ طرح
اور یہ بھی ہو سکتا کہ اونھوں نے بسبب حسد یا عداوت کے امیر المومنین سے امامت کی نص جلی کو چھپا ڈالا
اور حقوق اہل بیت کے غصب کرنے کیلئے بہت سی حدیثیں بناکر لوگوں کو اپنا ساتھی کر لیا ہو۔ اور یہ بھی
ہو سکتا تھا کہ شریعت کو بدل دیا ہو۔ اور جو کچھ پیغمبر نے فرمایا ہو اوسکے خلاف مشہور کر دیا ہو۔ قرآن
میں کمی و زیادتی کر دی ہو۔ نمازیں بڑھا یا گھٹا دی ہوں۔ حج و زکوٰۃ کے اصلی احکام چھپا کر اپنی مرضی
کے موافق اور بنا دیے ہوں۔ اور اگر یہ باتیں جائز سمجھی جائیں۔ اور کیونکر نہ جائز سمجھی جائیں اسلئے کہ جن
باتوں کو ہم بالفرض و التسلیم بیان کرتے ہیں شیعوں کے عقائد میں داخل ہیں۔ تو انجام اسکا سوا
اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شرع پر سے بالکل بھروسہ اوٹھ جائیگا اور اسلام کی کوئی بات قابل وثوق
اور یقین کے باقی نہ رہیگی۔

اگر حضرات شیعہ صاحب کو با اخلاق اور ذرا سمجھ کر اس نتیجہ پر راضی ہیں تو خیر وہ جانیں اور اونکا خدا
مگر اسلام پر اعتقاد رکھنے والے کے بدن پر تو صرف اس خیال سے لرزہ آتا اور الحذر الحذر پکارتا۔ اور
اسلام کے ساتھ ان خیالات کا جمع ہونا ناممکن سمجھتا ہے۔

تیسرا مقدمہ

اگر فدک کے غصب کرنے اور جناب سیدۃ النساء پر ظلم و ستم کرنے کی وہ روایتیں صحیح مانی جائیں
جو اس باب میں حضرات امامیہ بیان فرماتے ہیں تو اوس سے حضرت امیر المومنین پر اور تمام بنی ہاشم پر جنکی غیرت
اور عصبیت اور غیرت و حمیت میں ضرب المثل تھے سخت الزام آتا ہے۔ اور اونکے مقابلہ بلکہ مقاتلہ نکرنے
اور نہایت عاجزی اور بیکسی سے تمام باتوں کی برداشت کرنے پر حیرت ہوتی ہے اسلئے کہ جو ظلم و ستم حضرت
سیدہ پر کئے گئے وہ کچھ معمولی نہ تھے۔ نہ اوسپر صبر و تحمل کرنا۔ شرعاً و عقلاً و اخلاقاً و عرفاً قابل ستائش تھا

بلکہ تابہ امکان اوسکا روکنا اور مقابلہ کرنا واجبات میں سے تھا۔ اگر حرف بحرف غصب کر لیا جاتا یا مال کو
وہ چھین لیتے تو اوسپر صبر ہو سکتا تھا۔ مگر یہ کہ حضرت سیدہ کو جسمانی ایذائیں بہونچائیں۔ اونھیں طمانچہ
لگائے۔ اور لاتیں ماریں۔ اور محسن کو شہید کیا۔ اور اوسکے سبب سیدہ کی وفات ہوئی۔ اور ام کلثوم کو غصب کیا۔
تو یہ وہ باتیں ہیں جن پر سکوت کرنا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ اسکا جواب حضرات امامیہ چند طرح سے
دیتے ہیں۔ ایک یہ جو کچھ آپنے عمل کیا اوسپر آپ مجبور تھے اس لیے کہ خدا کا یہی حکم تھا۔ اور آپ کو
خدا کیطرف سے اسی بات کی وصیت تھی۔ اور وصیت بھی ایسی شایاں اور کسی صورت کہ آپ اوس سے
انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ اسلیے کہ اصول کافی کلینی میں صریح روایت موجود ہے کہ جب جبرئیل خدا
کیطرف سے ایک لکھا ہوا نامہ جسپر مہریں تھیں اور جسکے ساتھ ملائکہ مقربین تھے آنحضرت صلعم کے پاس
لائے اور کہا کہ اے محمد سب آدمیوں کو باہر کر دو اور سوا تمہارے اور تمہارے وصی علی بن
ابی طالب کے کوئی نہ رہے تاکہ وہ فرمان الٰہی ہم سے لیں اور آپکا وصی ہمیں گواہ کر لے اسکا کہ آپنے وہ
نامہ اونکو دیدیا اور وہ ضامن ہوں کہ جو کچھ اوسمیں لکھا ہوا ہے اوسپر عمل کرینگے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم
نے سب لوگونکو باہر کر دیا سوا علی بن ابی طالب کے۔ اور حضرت فاطمہ پردے میں بیٹھی ہوئی تھیں جب
گھر اغیار سے خالی ہو گیا اوسوقت جبرئیل نے کہا کہ اے محمد آپکا پروردگار آپکو سلام کہتا ہے اور فرماتا
ہے کہ یہ وہ نامہ ہے کہ جسکا شب معراج وغیرہ میں ہمنے عہد کیا تھا اور آپ سے شرط کی تھی۔ اور اپنے
ملائکہ کو اس بات پر گواہ کیا تھا گو کہ ہمیں گواہی کے لیے کافی تھا۔ لہٰذا جبرئیل سے سنکر حضرت خوف
الٰہی سے کانپنے لگے اور آپکے بدن کے اعضا پر لرزہ پڑ گیا۔ اور کہا کہ اے جبرئیل میرا خدا تمام
نقصوں سے سالم ہے۔ اور اوسنے اپنے عہد کو وفا کیا ہے۔ اب آپ وہ نامہ دیجیے۔ جبرئیل نے
وہ نامہ آپکو دیا اور کہا کہ امیر المومنین ع کو دو کہ وہ پیغمبر خدا صلعم نے اوسکے موافق جناب امیر کو دیا اور
فرمایا کہ پڑھو۔ حضرت امیر المومنین نے اوسے حرف بحرف پڑھا۔ تب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ خدا کا

عہد ہے اور اوسکی شرط ہے جو مجھ سے لی ہے اور اوسکی امانت ہے جو تمکو دی ہے اور میں نے اوسے
پہونچا دیا - اور جو کچھ اوسمین تھا اسکی خبر خدا نے دی تھی اوسے علی نے پا لیا - اور خدا کی رسالت اوسکی حضرت امیر نے
بھی اسکی تصدیق کی - اور کہا امیر نے کان اور آنکھ اور گوشت و خون اوسپر گواہ ہیں - جبرئیل نے کہا کہ
میں بھی اون باتوں کا گواہ ہوں جو تم دونوں نے کہیں - پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی تمنے یہ وصیت
مجھسے لی اور اوسے سمجھ لیا اور اسکی ضمانت کرتے ہو خدا کے واسطے کہ ایسا ہی کروگے - اور اس امر پر
پورے پورے طور پر عمل آور رہوگے - حضرت امیر نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان
ہوں میں اسکا ضامن ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اوسپر عمل کروں گا اور خدا مجھے اوسپر عمل کرنے کی
یاری و توفیق دے - پھر رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی میں چاہتا ہوں کہ اسپر تمسے گواہی لوں کہ
جب قیامت کے دن تم میرے پاس آؤ تو وہ گواہ گواہی دیں کہ میں نے تمپر حجت تمام کر دی حضرت
امیر نے فرمایا کہ جبرئیل و میکائیل ع اور یہ ملائکہ مقربین جو اسکے ساتھ آئے ہیں اسپر گواہ ہیں پھر خدا
نے اونکو گواہ کیا -

اور منجملہ اون باتوں کے جن پر جبرئیل ع نے خدا کیطرف سے آنحضرت سے شرط لی تھی یہ تھی
کہ اے علی اس بات کو قبول کرتے ہو اور اوسپر عمل کروگے کہ جو خدا اور رسول کا دوست ہے اوس سے
دوستی کرنا اور جو اونکا دشمن ہے اوس سے دشمنی کرنا اور جو حق تمہارے چھینے جائیں اور تمہارا خمس
غصب کیا جاوے اور تمہاری حرمت ضایع کیجاوے اون سب پر صبر کروگے اور غصہ نکروگے جناب امیر
نے کہا ہاں یا رسول اللہ پھر حضرت امیر نے فرمایا قسم ہے اوس خدا کی جسنے خلائق کو پیدا کیا میں نے
جبرئیل سے یہ سن لیا جو اونھوں نے آپ سے کہا کہ اونکو آپ آگاہ کردیں کہ انکی حرمت کو برباد کرینگے
حالانکہ انکی حرمت حرمت خدا اور رسول ہے - اور انکی ریش مبارک اونکے سر کے خون سے رنگین
کرینگے - اور یہ کہکر حضرت امیر نے فرمایا کہ جب میں نے یہ کلمے جبرئیل ع سے سنے تو میں بیہوش ہوگیا

اور جو شخص کہ بیل کہ تیرا اور کہنے لگا کہ ہاں یا رسول اللہ میں نے اسے قبول کیا اور میں راضی ہوا گو وہ میری حرمت کی ہتک کریں اور ایکی سنت کو معطل - اور خدا کی کتاب کو پارہ پارہ - اور کعبہ کو خراب - اور میری ڈاڑھی سر کے خون سے رنگین کریں - ہر حال میں صبر کروں گا اور اوسکی جزا کی امید سوا ئے پروردگار کے کسی سے نہ رکھوں گا جب تک کہ مظلوم اوسکے پاس آوں - پھر حضرت رسول خدا نے فاطمہ اور حسنین کو بلایا اور انکو بھی آگاہ کیا جسطرح پر کہ حضرت امیر کو کیا تھا - اونھوں نے بھی یہی جواب دیا - اسکے بعد وہ وصیت نامہ بہشت کی مہروں سے مہر کی جنکو آگ نے نچھوا تھا - اور پھر وہ مہر شدہ نامہ حضرت امیر کو سپرد کر دیا حضرت امام موسی بن جعفر یہانتک فرما چکے تو راوی نے پوچھا کہ آیا اوس وصیت میں یہ بھی لکھا تھا کہ منافقین خلافت کو غصب کرینگے - حضرت نے فرمایا کہ ہاں قسم خدا کی جو کچھ اونھوں نے کیا سب اوسمین لکھا تھا کیا تم نے نہین سنا خدا کا یہ کلام اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ پھر رسول خدا نے کہا کہ اے علی و فاطمہ تم نے سمجھے جو میں نے تمسے کہا اور اوسے قبول کیا اور اوسپر عمل کروگے - اون دونوں نے کہا بَلٰى وَصَبَرْنَا عَلٰى مَا سَاءَنَا وَغَاظَنَا کہ ہاں ہمنے قبول کیا اور صبر کرینگے جو کچھ کہ ہمکو ایذا پہونچے گی اور جو رنج دیا جاوے گا -

ہم اس جواب کو تسلیم کر لیتے اگر ہمکو اس کے خلاف کوئی عمل حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ کا معلوم نہوتا - مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو حضرات امامیہ نے جناب امیر کے صبر و سکوت اور تحمل و برداشت کے درجے کو اعلیٰ درجے پر پہونچانیکے لئے وصیت نامہ تحریری اور مہری خدا کا پیش کیا - اور اس سے گویا اون تمام جاہلانہ اعتراضات کے جواب دیدیے جو سنی ناصبی اپنی بیوقوفی اور جہالت سے کر سکتے تھے کہ حضرت امیر نے باوجود شجاعت اور عصبیت کے ایسے مظالم کو کیوں جائز رکھا - اور بعد رسول ایسی تکلیفیں دیکھکر کیوں سکوت اختیار کیا اور دوسری طرف بعض مواقع پر

وہ روایتین یہان کی ہین جنسے کہ شیر خدا کی بہادری و صولت اور غضنفری سطوت اوسی طرح ثابت ہوتی ہے
اگرچہ اونکا مورخی وو محقق وضعیت نامبالال سمجھا جاتا ہے۔ اور شاید بیگانہ ہو ایسی کہ اس قسم کی روایتون
تناقص دیکھنے والے کو خلجان مین ڈالتا ہے۔

چنانچہ منجملہ اون روایات کے ایک یہ ہے کہ جب فدک کا ابوبکر صدیق نے حضرت فاطمہ کے
کارندے کو موقوف کردیا اور اوسکی جگہ اپنے شخص کو مقرر کیا۔ اس شخص نے ستایا کو ستایا اور وہ حضرت
امیر کے پاس فریادی آئے حضرت امیر کو ایسا غصہ آیا کہ معہ چند عزیزون اور ہمراہیون کے وہان
گئے اور اوسکو بلا کر قتل کرادیا اور خالد بن ولید سے اوسی موقع پر ایسی گفتگو کی کہ اوسکے
بدن پر لرزہ آگیا اور اونکو نے منت سماجت کرکے پیچھا چھوڑایا۔ اس موقع پر آپ نے
نہ خلیفۂ وقت کا خیال کیا نہ خالد سے جنگ ہونے کا اندیشہ فرمایا بلکہ اپنا ہاشمی دبدبہ اور قریشی
جوش اور حیدری سطوت اور اسداللہی ہیبت ایسی دکھائی کہ نہ صرف خالد بلکہ ابوبکر و عمر
بھی دم بخود ہو گئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ابوبکر صدیق نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ جب علی فجر کی
نماز مین مشغول ہون تم اونکو قتل کر دینا مگر مین نماز مین سلام پھیرنے سے قبل ابوبکر نے کچھ سوچ
سمجھکر خالد کو منع کردیا اور دوسرے موقع پر اس کام کو محول رکھا اور جب ابوبکر سلام سے فارغ ہوے
تو علی نے خالد سے کہا کہ کیا تم ایسا کام کو پورا کرتے جو تم سے کہا گیا تھا اونھون نے کہا بلاشک اسپر
حضرت علی نے اپنی دونون اونگلیون سے ایسا دبایا کہ قریب تھا کہ اونکی آنکھین نکل پڑین مگر شفاعت
سے لوگونکی آپ نے اونھین چھوڑ دیا لیکن خالد ایک دوسرا موقع ڈھونڈتے اور چاہتے تھے کہ اگر علی
اتفاقاً کہین ملجائین تو اونھین قتل کردین۔ اور آخر اونکو ایسا موقع ملا مگر شیر خدا نے خالد کی جس طور پر خبر لی
اور جس طرح اونکو اپنے ارادے کی سزا دی وہ بحار الانوار اور ارشاد القلوب مین منقول ہے جو تکمیل قصے

سے قول کے تحت ہیں ناظرین اسکا العلاوہ نہیں اوٹھا سکتے اس لئے ہم اوسمیں سے کچھ بیان کرتے ہیں۔ ملا باقر مجلسی کتاب
الفتن میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے ایک لشکر خالد کے ہمراہ کہیں کو روانہ کیا جب سب لوگ مدینہ سے نکل باہر آگئے
خالد مسلح تھے اور اونکے آس پاس ہتھیار لوگ تھے جنکو حکم دیا گیا تھا کہ جو خالد کہیں وہ کریں اتنے میں خالد نے
حضرت علی کو دیکھا کہ اپنی زمین پر دوسرے سے تنہا چلے آرہے ہیں جب قریب پہنچے اوسوقت
خالد کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز تھا۔ اونھون نے گرز اوٹھا کر حضرت علی کے سر پر مارنا چاہا لیکن حضرت
علی نے اونکے ہاتھ سے چھین کر گردن میں خالد بن ولید کی لپیٹ دیا اور ہار کیطرح پہنا دیا۔ تب خالد ابوبکر
کے پاس لوٹکر آئے لوگون نے ہر چند اونکے توڑنے کی ترکیبیں کیں لیکن نہ ٹوٹ سکا۔ اسکے بعد
بہت سے لوہارون کو بلایا اون سبھون نے کہا کہ بغیر آگ میں گلانے کے اسکا نکالنا ممکن نہیں ہے اور آگ سے
اونکے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ جب لوگون نے اونکی یہ حیثیت دیکھی تو کہا کہ حضرت علی ہی اس سے نجات
دے سکتے ہیں جیسے اونھون نے انکی گردن میں اسکو ڈالدیا ہے۔ اور خدا نے لوہا اونکے لئے ایسا ہی کچھ نرم
کردیا ہے جیسے حضرت داؤد کے لئے نرم کردیا تھا۔ تب ابوبکر نے حضرت علی سے سفارش کی اور حضرت
علی نے ہاتھ سے پکڑکر گرز کا ایک ایک ٹکڑا الگ کردیا۔ (بحار الانوار صفحہ ۹۶)

ارشاد القلوب میں جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم ابوبکر
کے پاس اونکے زمانۂ حکومت میں بیٹھے ہوئے تھے اور دن خوب چڑھ گیا تھا دفعتہً خالد بن ولید مخزومی ایک
ایسے لشکر کے ساتھ آئے جسکا غبار بلند تھا اور بکثرت اوس لشکر کے گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ کہ ایک
چکی کا پاٹ خالد کی گردن میں لپٹا ہوا ہے خالد سامنے آتے ہی اپنے گھوڑے سے اوتر کر مسجد کے اندر
آگئے اور ابوبکر کے سامنے آکر کھڑے ہوئے لوگون نے اپنی آنکھیں اونکی طرف بلند کیں کہ اوسکے
دیکھنے سے خوف معلوم ہوا۔ پھر خالد نے کہا اے ابو قحافہ کے بیٹے انصاف کر اس لئے کہ خدا نے تجکو اس جگہ
بٹھایا ہے جسکے تم لائق نہیں ہے اس جگہ پہ تو اسیطرح بلند ہوا ہے جیسے پانی پر مچھلی ابھر آتی ہے وہ بھی

اور پھر لی تب یہ کہ جب اونہیں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رہی ۰۰۰ اسکے بعد خالد نے والا کے سے اپنے لوٹنے
کی کیفیت اور حضرت علی سے ملنے کی کیفیت کے بعد یہ بیان کیا کہ حضرت علی نے ہاتھ بڑھایا مجھے حلقوم سے پکڑا اور
مجھکو گھوڑے سے نیچے اوتار لیا اور میرا حال بگڑ گیا مجھ پر غشی ہونے لگی ۔ اور حارث بن کلاہ ثقفی کی چکی منگائی اور اوسکا
موٹا سا پاٹ اوٹھایا اور میری گردن کے پیچھے دونون ہاتھون سے اوس پاٹ کو گردن مین لپیٹ دیا اور وہ ایسا لپٹتا
جاتا تھا جیسے کہ موم کی بنی ہوئی ہو ۔ اور سب ساتھی کھڑے کھڑے دیکھ رہے تھے اونسے کچھ نہو سکا خدا اونکو
سزا دے ۔ یہ حضرت علی کو ایسا دیکھتے تھے جیسے اپنے ملک الموت کو ۔ اوسکی قسم جسنے آسمانون کو بغیر کھمبون کے
بلند کیا کہ قریب سو آدمیون کے بلکہ زیادہ نہایت مضبوط عرب لوگ اس پاٹ کے علحدہ کرنے کے لئے
جمع ہوئے تھے لیکن اونسے وہ جدا نہو سکا ۔ تب لوگون کو عاجز ہونے سے معلوم ہوا کہ اوسنے جادو کیا ہے یا
اوسمین فرشتے کی قوت ہے ۔ اسکے بعد ابو بکر نے عمر کو بلایا ۰۰۰ اور پھر قیس بن عبادہ انصاری کو اوس
چکی کے پاٹ جدا کرنے کیلئے بلایا مگر قیس سے بھی جدا نہو سکا ۰۰۰ اور خالد اوسی حالت سے کہ پاٹ اونکی
گردن مین پڑا ہوا تھا مدتون تک اپنے گھر مین بیٹھے رہے ۔ چند روز کے بعد پھر ابو بکر کے پاس آئے
اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے آئے ہین اونکی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے اور چہرہ سرخ ہے ۔ یہ سنکر ابو بکر نے
اقرع بن سراقہ باہلی کو اور اشوش بن اشجع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد مین بلا لاؤ وہ دونون حضرت
علی کے پاس گئے ۔ اور پیام دیا کہ ابو بکر تمکو ایک خاص امر کے لئے بلاتے ہین جسکے سبب سے اونکو رنج ہے وہ چاہتے ہین
کہ آپ مسجد ہی مین اونکے پاس چلین حضرت علی نے اسکا کچھ جواب نہین دیا ۔ اونھون نے کہا کہ آپ اوسکا کچھ جواب
نہین دیتے جسکے لئے ہم آئے ہین ۔ حضرت علی نے کہا کہ تمھارا برا طریقہ ہے مسافر پہلے اپنے مکان کو جاتا ہے
پھر کسی سے ملتا ملاتا ہے ۔ بہرحال وہ دونون حضرت علی کے پاس سے لوٹ آئے اور پھر ابو بکر ایک جماعت کے ساتھ
حضرت علی کے مکان پر پہنچے اونمین خالد بن ولید بھی تھے ۔ اونکو دیکھکر حضرت علی نے کہا کہ اے ابو سلیمان تمھاری گردن مین
کیا عمدہ ہار ہے اور پھر اون دونون مین ایک گفتگو کدورت آمیز ہوتی رہی ۔ ۰۰۰ تب ابو بکر نے کہا کہ ہم اس لئے نہین

اسنے ہیں ہم سنتے کہتے ہیں کہ خالد کی گردن میں سے اس لوہے کو کھول لو اسلئے کہ جو سے انکو تکلیف ہے
اور انکا حلق برباد ہونے کا اندیشہ ہو گیا ہے۔ اور ہمنے تو اپنے سینے کی سوزش بجھا لی ہے حضرت علی نے کہا کہ
اگر میں سینے کی سوزش بجھانا چاہتا تو تلوار میں بیماری کا پورا علاج تھا۔ اور یہ لوہا جو اوسکی گردن میں
ہے میں اوسکو جدا نہیں کر سکتا۔ اسکو خالد خود جدا کریں یا ہم لوگ اوسکو جدا کرلیں۔ بہر حال بریدہ اسلمی
اور جابر بن اشجع اور عمار وغیرہ نے التجائیں کیں لیکن کسی کا کہنا حضرت علی نے نہ مانا اور اخیر میں ابوبکر نے
کہا کہ خدا کے واسطے اور اپنے بھائی مصطفی رسول اللہ صلعم کے واسطے خالد پر رحم کرکے یہ لوہا علیحدہ کر دو۔
جب اسطرح پر ابوبکر نے درخواست کی تو حضرت علی شرمندہ ہوگئے کیونکہ اونہیں حیا بہت تھی۔ تب خالد کو
اپنی طرف کھینچا اور اوس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پر لپیٹتے جاتے تھے وہ موم کیطرح لپٹتا
جاتا تھا۔ پہلے ٹکڑے کو اونھوں نے خالد کے سر پر مارا اور پھر دوسرے کو جب اونکے سر پر مارا تو
خالد نے کہا یا امیر المومنین حضرت علی نے کہا کہ تو نے ناخوشی سے اس لفظ کو کہا ہے اگر تو اسکو نہ کہتا
تو میں تیسرے ٹکڑے کو تیرے نیچے سے نکالتا۔ اور وہ ایسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے یہانتک
کہ سب کو کھول دیا۔ سب حاضرین تکبیر اور تہلیل کرنے لگے اور اونکی قوت سے سبکو تعجب ہوا۔

ایک اور موقع پر غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررہ قاتل الکفرہ شیر خدا نے آنحضرت کی
وصیت کے خلاف اپنے چچا عباس کی حمایت میں اپنی ہاشمی قوت اور قریشی دبدبہ دکھایا اور تلوار لیکر قتل و
جہاد پر مستعد ہوگئے اور یہ وہ موقع ہے جب حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا۔
اسلئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تھے تو اوس پرنالے کے پانی سے اونکے کپڑے خراب ہو جاتے۔
حالانکہ یہ پرنالہ بحکم خدا خاص آنحضرت صلعم نے لگا دیا تھا۔ حضرت عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر نے اوس
پرنالے کو اوکھڑوا دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی پھر اسے لگائیگا تو میں اوسکی گردن ماردونگا۔ وہ
اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبید اللہ پر تکیہ کیے ہوئے بیماری کی حالت میں لرزتے کانپتے

حضرت امیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں دو آنکھیں رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا صلعم اور دوسری باقی ہے یعنی تم۔ اور میں نہیں گمان کرتا کہ تمہاری زندگی میں میں مصیبت میں پڑوں۔ جناب امیر نے فرمایا کہ آپ آرام سے گھر میں تشریف رکھیے اور دیکھتے رہیے کہ کیا ہوتا ہے۔ پھر آپ نے قنبر کو حکم دیا اقد لی علی بذی الفقار کہ اے قنبر ذوالفقار حاضر کرو۔ اور آپ نے اسکو حمائل فرمایا اور چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر مسجد میں تشریف لائے اور قنبر کو حکم دیا اقنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ کہ اے قنبر چڑھ جاؤ اور میزاب کو اسی جگہ پر لگا دو۔ قنبر نے ایسا ہی کیا اور پھر حضرت علی نے فرمایا وحق صاحب ھذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک ولاصلبنہ فی الشمس حتی یتقدد یعنی قسم کھاتا ہوں صاحب قبر و منبر یعنی رسول خدا کی کہ اگر کسی نے اس پرنالے کو پھر اپنی جگہ سے نکالا تو میں اسکی اور حکم دینے والے کی گردن مار دونگا اور جلتی ہوئی دھوپ میں صلیب پر چڑھا دونگا۔ یہ خبر عمر کو پہونچی وہ مسجد میں آئے اور دیکھا کہ میزاب پھر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے مگر دیکھکر کچھ نہ کہہ سکے اور ڈر کے مارے صرف یہ کہنے لگے کہ خدا نکرے کہ کوئی ابوالحسن کو غصے میں لاسکے۔ جسوقت امیر المومنین نے حضرت عباس سے پوچھا کیف اصبحت یا عم کہ آج کیسی گذری۔ انھوں نے جواب دیا کہ جبتک تم زندہ ہو میں چین و آرام سے ہوں۔ اسپر جناب امیر نے فرمایا یا عم طب نفسک وقر عینا فو اللہ لو خاصمنی اھل الارض فی المیزاب لخصمتھم ثم لقتلتھم بحول اللہ وقوتہ کہ اے چچا قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین اس میزاب کے معاملے میں مجھ سے جھگڑیں تو میں سب کا مقابلہ کروں اور سبکو مار دوں آپ بے فکر رہیے۔ حضرت عباس نے آپکی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا جبتک تم مددگار ہو اوسے کیا غم ہے۔

ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جسمیں حضرت علی کے مقابلے و مقاتلے کے لئے آمادہ ہونا

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی نے رات ہی میں آپکو دفن کر دیا اور علی الصبح ابوبکر و عمر اور کچھ مہاجرین و انصار حضرت علی کے مکان پر آئے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں۔ مقداد بن اسود نے کہا کہ فاطمہ کو کل رات ہی میں دفن کر دیا۔ عمر نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کے کہا الم اقل لک انہم سیفعلون ذلک کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہ ایسا ہی کرینگے۔ عباس نے کہا کہ حضرت فاطمہ کی وصیت ہی تھی کہ تم دونوں نماز نہ پڑھو۔ عمر نے کہا کہ اے بنی ہاشم اپنے پرانے کینے تم نہیں چھوڑتے۔ قسم خدا کی اگر ہم چاہیں تو قبر سے نکال کر فاطمہ پر نماز پڑھیں۔ یہ سنکر اسد اللہ غضب میں آئے اور فرمانے لگے واللہ لو رمت ذلک یا ابن صہاک لارجعت الیک یمینک لئن سللت سیفی لاغمدتہ دون ازہاق نفسک۔ کہ اے پسر صہاک، قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا ارادہ کرو تو پھر تم اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ اگر میں تلوار نکالوں تو جبتک تمہارا خون نہ بہالوں پھر اوسے میان میں نکروں۔ عمر یہ سمجھکر کہ ضرور علی اپنی قسم پوری کرینگے چپ رہگئے اور کچھ نبولے۔ اور اسی خبر کو دوسرے طور پر یوں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کو دفن کر دیا تو مہاجرین و انصار بقیع میں گئے وہاں چالیس قبریں ایک قسم کی پائیں اور انہیں حضرت فاطمہ کی قبر پہچانی نجاتی تھی۔ انمیں بعضے کہنے لگے کہ ہم ان سب قبروں کو کھود کر فاطمہ کی نعش باہر نکالیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ جب یہ خبر حضرت علی کو پہونچی تو آپ مثل شیر خشمناک گھر میں باہر آئے آپکی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں اور گردن کی رگیں پھولی تھیں۔ اور وہ زرد جامہ کہ خاص لڑائی کے دن آپ پہنا کرتے تھے پہنے ہوئے اور ذو الفقار حائل کئے ہوئے بقیع میں تشریف لائے۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھکر ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھتے ہو کس جوش اور کس حالت سے علی آرہے ہیں۔ اور قسم کھالی ہے کہ اگر کسی نے ایک پتھر کو بھی قبر سے اوٹھایا تو تمام جماعت کو از اول تا آخر قتل کر دونگا پھر جب عمر معہ اور لوگوں کے آپکے سامنے آئے

تو عمر نے کہا کہ یا ابوالحسن آپکو کیا ہو گیا ہے ہم تو فاطمہ کو قبر سے نکال کر جنازہ کی نماز ضرور پڑھینگے۔ آپنے
یہ سنکر عمر کا دامن ہاتھ سے پکڑ کر گھمایا اور اونکے گلے سے پکڑ کر اونکو ایسی جنبش دی کہ وہ زمین پر گر پڑے اور زمین پر گرا کر
آپنے کہا کہ اے سیاہ لونڈی کے بچے خلافت جو میرا حق تھا تمنے لے لیا اور میں کچھ نہ بولا اس خیال سے
کہ لوگ مرتد ہو جاینگے۔ اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھینگے لیکن قسم ہے اوسکی جسکے قبضہ میں علی کی جان ہے کہ
اگر تمنے فاطمہ کی قبر کو کھودنے کا ارادہ کیا تو زمین کو تم لوگوں کے خون سے سیراب کر دونگا۔ اب اگر تم چاہتے
ہو تو اچھا آگے بڑھو اور قبر کو ہاتھ لگاؤ۔ ابوبکر نے آگے بڑھکر آپکو قسم دلائی کہ اے ابوالحسن آپکو
رسول خدا اور عرش کے پیدا کرنیوالے کی قسم ہے عمر کو چھوڑ دیجیے۔ ہم کوئی کام ایسا نہ کرینگے جو آپکے
ناگوار خاطر ہو۔ امیر جناب امیر علیہ السلام نے اونکو چھوڑ دیا۔ اور لوگ چلے گئے اور علی اپنے گھر کو تشریف لے آئے۔

یہ روایتیں اگرچہ جناب امیر المومنین کی شجاعت اور ہیبت اور غیرت اور حمیت اور اسد اللٰہی کی
شان کے مطابق ہیں اور اس سے آپ کا سطوت و جلال بلاشبہ ثابت ہوتا ہے لیکن وصیت کے ساتھ جو نامہ
خدا کا بھیجا ہوا بیان مشہور ہوا جاتا ہے اور وہ اقرار اور عہد جو جناب امیر نے رسول خدا سے کیا تھا اور
جس پر جبرئیل و میکائیل اور ملائکہ مقربین کی گواہی ہوئی تھی کہ میں صبر کرونگا اگرچہ میری حرمت کو ہتک
کریں اور میرا ننگ و ناموس برباد ہو اور خانہ کعبہ خراب کیا جاوے باطل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اون
مواقع پر جہاں شرعاً و عقلاً غیظ و غضب ظاہر کرنیکی ضرورت تھی آپنے ایسا تحمل فرمایا جو انسانی طاقت سے
باہر ہے مگر دوسرے موقعوں پر جو بمقابل اوسکے نہایت ہی خفیف تھے آپنے ایسی اسد اللٰہی دکھائی
کہ زمین و آسمان میں لرزہ پڑ گیا۔ اور تمام مہاجرین و انصار کانپ اوٹھے۔ اور فقط غیظ و غضب اظہار ہی
نہیں کیا بلکہ بعض موقع پر ذو الفقار علی کے جوہر دکھانے اور خون کے بہانے سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔
یہ مختلف حالتیں جناب امیر کی جو مختلف روایتوں سے شیعوں کی پائی جاتی ہیں ہماری انسانی سمجھ سے
باہر ہیں۔ درحقیقت یہ اون اسرار امامت سے ہیں جنکو نہ فرشتے سمجھ سکے نہ انبیاء اولو العزم کجا دوسرے لوگ

کیونکہ سمجھ سکتے ہیں ہم تو اگر کچھ سمجھ سکتے ہیں تو صرف یہ کہ یہ وہ باتیں محض بے بنیاد ہیں اور بہ ہوس قبح اور بہ حیل کے
مناسب بنا لی گئی ہیں۔ اور الف لیلہ کی کہانیوں اور امیر حمزہ کی داستانوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ اور اگر عقل کو
ذرا بھی دخل دیا جاوے تو خدا اور اوسکے رسول اور ائمہ کی شان سے تمام باتیں نہایت بعید معلوم ہوتی ہیں۔
اور ہرگز قیاس میں نہیں آتا کہ جس خدا نے پیغمبر اعلم کو تبلیغ رسالت کے لئے مامور فرمایا ہو اور جس نے
صیانت اسلام و حفاظت مسلمین کے لیے سیف و سنان سے کام لینے کا حکم دیا ہو وہ خلیفہ بلافصل اور وصی
رسول اور ابو الائمہ اور اسد اللہ کو تاکید بہ تاکید کرے کہ خلفا کی مخالفت نکرنا اور وہ کیسے ہی ظلم و ستم
کریں یہانتک کہ اہل بیت نبوی کی ناموس برباد کریں خانہ کعبہ کو ڈھادیں قرآن کو پارہ پارہ کریں کچھ بھی
نکرنا۔ اول تو اسلام کے اصول اور خدا کی عام ہدایتوں اور رسول خدا کے طرز عمل اور امامت کے مقصود سے
اس وصیت کو کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ وصیت سراسر اوسکے مخالف پائی جاتی ہے اور بالفرض
اگر یہ وصیت صحیح ہو اور جس شان سے اور جس اہتمام سے وصیت نامہ بھیجا گیا جو کہ تنزیل قرآن سے کبھی بڑھکر
ہے یعنی قرآن کی کوئی سورت یا ایک آیت نہ لکھی ہوئی نازل ہوئی نہ مہر شدہ۔ اور یہ وصیت نامہ ایسے اہتمام
بھیجا گیا کہ جبریل پر بھی خدا نے اطمینان نکیا شاید یہ خیال کیا ہو کہ وہ کچھ بدل نہ دیں لکھا لکھایا عرش سے
نازل کیا۔ اور اس لئے کہ کوئی کھول نہ لے اور قرآن کیطرح اوسمیں تحریف نکردے اوسپر مہریں بھی
کی لگائی گئیں اور ملائکہ مقربین حفاظت کے لئے اوس کے ساتھ کئے گئے اور پیش کرنیکے وقت سوا
وصی رسول کے تمام لوگ خواہ وہ اہل بیت ہی میں سے ہوں ہٹا دیے گئے۔ اور بجز علی کے کوئی
حاضر نہ رکھا گیا۔ اور پھر اوسکی تمہید ایسے لفظوں سے جبریل امین نے شروع کی کہ رسول خدا کانپ اوٹھے اور
ایک ایک جوڑ آپکے بدن کا ہلنے لگا۔ اور پھر جب علی مرتضیٰ وصی رسول اور شیر خدا نے اوسے
سنا تو مارے دہشت اور خوف کے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ اور خداوند تعالیٰ کو اوس وصیت نامے
کی شدت اور سختی اور غیر ممکن التعمیل ہونے پر خود اس قدر خیال تھا کہ فقط رسول خدا کا کہدینا اور جناب امیر کا

اقرار کر لینا کافی سمجھا بلکہ جبرئیل و میکائیل و ملائکہ مقربین کی اوسپر شہادت لی اور بغیر شہادت لئے اون اقرار سے کم
وفا کرنیکے عہد کو کافی نہ خیال کیا۔ جبکہ ایسے اہتمام سے اس وصیت نامہ پر عہد لیا گیا اور کل تعمیل غصب فدک و غصب
خلافت پر عہد و وعدہ رہی)۔ اور دیگر واقع پر اوسکا کچھ بھی خیال نہ کیا گیا اور وہ عہد پورا کیا گیا۔ عہد لیا گیا حضرت نے اونکا غصہ
کرنیکی کبھی اجازت نہ تھی۔ اور بڑے سے بڑے واقعات پر چپ رہو جو ہر ایک کی مخالفت کی تھی۔ مگر کس آسانی سے
خلاف اوسکے کرنا اور اوس عہد کا توڑنا بیان کیا جاتا ہے کہ بعض بعض حالات پر نصرت اظہار
غیظ و غضب پر جناب امیر نے کفایت فرمائی بلکہ ذوالفقار علی سے بھی کام لیا اور کام لینے کا ڈر دکھایا اور
اون عہود و مواثیق کا جن پر ملائکہ عرش بریں کی شہادت تھی کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی روایتیں
بیان کرنے اور ہر موقع کے لئے ایک داستان گڑھ لینے سے بجز مذہب کی ہنسی کرانے اور خدا اور رسول پر
تہمت لگانیکے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تناقض اور اختلاف ان روایتوں کا اس طرح پر اونکا کذب
ظاہر کر دیتا ہے کہ دوسرے کو اوسکی تردید اور تکذیب کی وجہ پیش کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر یہ بات بھی خیال میں نہیں آتی کہ اوس وصیت نامہ کا مضمون کلاً یا جزءً کیونکر ظاہر ہوا اور
کس طرح راویوں کو معلوم ہوا کہ اوس مہری اور دستخطی وصیت نامہ کا یہ مضمون تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔
اوسکے مضمون کا افشا کرنا بد عہدی تھا اور اسلئے یہ نہیں مانا جا سکتا کہ ائمہ نے کسی سے اوسکا ذکر
کیا ہو۔ اسلئے کہ جیسا کہ روایت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا یہ وصیت خود ایک راز سربستہ تھی اور اوسکے
پوشیدہ رکھنے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے کے لئے خاص اہتمام خدا کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اول یہ کہ وہ لکھا ہوا
تھا اور سوائے خدا کے کوئی دوسرا اوسکا لکھنے والا نہ تھا۔ دوسرے سر بمہر تھا اور گو جبرئیل امین اور
ملائکہ مقربین اوسے لائے اور کوئی اندیشہ اوسکے مضمون کے ظاہر ہونے کا نہ تھا جسکے لئے مہر کی
ضرورت ہوتی مگر مزید احتیاط سے اوسپر جنت کی مہر لگائی گئی تھی اور پھر جب جبرئیل امین رسول خدا کے
پاس پہونچے تو سبکو ہٹا دیا اور خدا کیطرف سے اول ہی یہ حکم سنایا کہ سوائے علی کے کوئی نہ رہنے پاوے

البتہ حضرت فاطمہ البتہ پردہ نشین تھیں اور اونسے کبھی آخر یہ عہد لیا گیا تھا جبکہ ایسی پوشیدہ کارروائی اس وصیت نامے کے متعلق کیگئی تو اس وصیت نامے کا مضمون کسنے فاش کیا اور حضرات اہلبیت تک کیونکر پہونچا۔ جناب امیر یا حضرت فاطمہ یا حسنین کی نسبت تو کوئی خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایسے سربستہ اور وصیت مختوم کو کسی پر ظاہر کریں اور بعد اونکے یہ وصیت نامہ صرف ائمہ کرام کے ہاتھ میں رہا وہ بھی اوسکے چھپانے پر ویسے ہی مامور تھے جیسے کہ جناب امیر۔ پھر امام موسیٰ کاظم یا امام جعفر صادق نے کسی شخص سے کہ وہ اونکے شیعیان خالص ہی میں سے کیون نہو کسطرح ظاہر کیا اور کیونکر ایسی عہد شکنی گوارا کی۔ غرضکہ یہ روایت ایسی لطیف اور دلکش اور دل خوش کن ہے کہ جس پہلو کو اوسکے دیکھیے عجیب تماشا نظر آتا ہے۔ اور جس بات پر نظر کیجیے تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔

جناب امیر نے جسطرح اس وصیت نامے پر عمل کیا اوسکا حال تو ناظرین کو معلوم ہوگیا اب سنیے کہ جناب سیدہ نے کہ وہ بھی اوسکے عمل کرنے پر مامور تھیں کسطرح پر تعمیل کی۔ اوسکا حال یہ ہے کہ کافی میں عبداللہ بن محمد جعفی نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ان دونوں اماموں نے فرمایا کہ جب ہوا جو کچھ ہونیوالا تھا تو حضرت فاطمہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ اے ابن خطاب واللہ اگر مجھکو یہ پسند نہوتا کہ بے گناہ بھی مصیبت میں پڑجاینگے تو میں خوب جانتی ہوں کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھوں گی تو وہ میری دعا فوراً قبول کریگا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس خیال نے کہ بے گناہ بھی عذاب میں مبتلا نہو جائیں حضرت فاطمہ نے بددعا نہیں کی۔ مگر صبر کے درجہ پر بھی قدم ثابت نہیں رکھا اس لیے کہ غیر محرم کا گریبان پکڑ کر کھینچنا شان سے حضرت سیدہ کی نہایت بعید ہے اور اسی وجہ سے ہم اس روایت کو غلط کہہ سکتے ہیں۔

ایک روایت میں اس سے بڑھکر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فریاد کے لیے مرقد مبارک پر پہونچیں حضرت امیر نے سلمان سے کہا کہ جاؤ دختر محمد کی خبر لو میں دیکھتا ہوں کہ مدینے کی دیواریں ہلنے لگی ہیں اور اگر وہ بالوں کو کھول اور گریبان کو پھاڑ کر رسول کی قبر پر فریاد کریگی تو فوراً مدینہ معہ اوسکے رہنے والوں کے زمین میں دھنس جاے گا۔ اور ان لوگوں کو بالکل مہلت نہ ملے گی پس سلمان

صلعم
عن عبداللہ بن محمد الجعفی عن ابی جعفر وابی عبداللہ قالا ان فاطمۃ لما ان کان من امرہم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ ۱۲
یقین ہیں کہ ... جو بات ... مقابلہ کرکے اصل عبارت ... نقل ... ۱۲ ... نسخہ ...

فوراً اونکے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ حضرت نے آپ سے فرمایا ہے کہ آپ واپس جائیں اور صبر کریں اور اس امت پر عذاب کی باعث نہ ہوں۔ فاطمہ نے کہا کہ اگر اونھون نے کہا ہے تو اچھا میں لوٹی جاتی ہون اور صبر کرونگی۔ اور ایک دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے اپنے سر کے بال کھولنے کا ارادہ کیا تو سلمان کہتے ہیں کہ میں اونکے پاس موجود تھا اور میں نے دیکھا کہ مسجد کی دیواریں جڑ سے اوکھڑ گئیں اور اتنی اونچی ہوگئیں کہ اونکے نیچے سے آدمی گذر سکتا تھا میں اونکے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سیدہ من و خاتون من خدا نے تمھارے والد بزرگوار کو جملہ عالم کے لئے رحمت بنایا تھا تم سبب نزول عذاب مت ہو۔ اسپر حضرت فاطمہ مسجد سے باہر چلی گئیں اور دیواریں اپنی جگہ پہ آگئیں دیوارون کے بلند ہو جانے اور اپنی جڑ چھوڑ دینے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آنے سے جو خاک اوڑی تھی گرد ہماری ناکون میں پہونچی فقط۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے اپنی طرف سے نہ صبر فرمایا اور نہ وصیت کا کچھ ذکر کیا اور نہ اوسکی رعایت کی بلکہ یا ترحم الناس یا حضرت علی کے کہنے یا سلمان کے عرض کرنے سے اپنے ارادے سے باز رہیں اور لوگونکو ہلاک کرنے اور عذاب نازل کرنے کی دعا کی۔ اگر وصیت کی روایت صحیح ہوتی تو جناب سیدہ خود ہی صبر فرماتیں اور اس قسم کا ارادہ ہی نکرتیں۔ یا وصیت کو یاد کر کے اس ارادہ سے باز رہتیں۔ نہ کہ دیگر وجوہ سے۔

علاوہ برین بعض روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی تو صحابہ کا ظلم دیکھکر صبر کر چکے تھے اور محزون اور مظلوم بیٹھے رہتے تھے مگر حضرت فاطمہ اونکے اس سکوت اور خانہ نشینی کو اور اپنے حق طلب نفرمانے کو پسند نکرتی تھیں اور اسپر غصہ کیا کرتی تھیں۔ یہانتک کہ ایکروز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت فاطمہ امیر المومنین سے اس بات پر رنج کا اظہار کر رہی تھیں کہ یکایک مؤذن نے اذان دی اور اشہد ان محمدا رسول اللہ کی آواز سنائی دی تو حضرت علی نے فاطمہ سے کہا ایسا لیسرك زوال هذا النداء من الارض قالت لا قال فانه لا اقول لك کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتی ہیں کہ

بدنام زبان پر نہ آوے اور یہ نہ امنا فی نہ پڑے حضرت فاطمہ نے کہا نہین تب آپ نے فرمایا کہ اسی کا تو مجھے خوف ہے کہ اگر مین اپنے حق کے لئے مقابلہ اور مقاتلہ کرون تو خوف ہے کہ یکبارگی سب آدمی مشرک ہو جاوین۔

اور سب سے بڑھکر وصیت کی روایت کو جو چیز باطل کرتی ہے وہ جناب امیر المومنین کا خطبۂ شقشقیہ ہے اور یہ وہ خطبہ ہے جسکو امامیہ قرآن مجید کی برابر سمجھتے ہین اور اوسکی صحت مین شبہہ کرنا گویا قرآن مین شبہہ کرنا خیال کرتے ہین۔ اوسمین حضرت امیر فرماتے ہین اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ارتئی بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتی یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی جسکا حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر نے خلافت لے لی باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نظام خلافت کا مدار مجھپر ہے اور تمام علوم اور حکمتین اور تدبیرات اور تصرفات مجھسے خلق پر ایسے نازل ہوتے ہین جسطرح کسی بلند پہاڑ سے پانی گرتا ہو۔ میرے کمالات کو کوئی پہونچ نہین سکتا۔ اور جب ابو بکر نے اس درجے کو جانکر خلعت خلافت خود پہن لیا تو مین نے صبر کا جامہ پہنا اور اوسکی طلب سے ہاتھ کھینچا اور اوسکی طرف التفات نکیا کیونکہ مین نے اس معاملے مین خوب فکر کی اور اچھی طرح اسپر غور کیا کہ دو کامون مین سے مجھے ایک کام کرنا چاہیے یا تو کٹے ہوے ہاتھ سے حملہ کرنا یعنی بے معاون و ناصر کے اونسے مقابلہ کرنا یا صبر و شکیبائی اختیار کرکے چپ رہجانا۔ اور صبر کبھی اوس تاریکی کی حالت پر جسمین امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہون اور لوگ قعر ضلالت مین مثل اندھون کے گر رہے ہون۔ اور نیز ایسے زمانے تک کہ جسمین جوان بوڑھا اور بچہ جوان ہوجاوے اور مومن رنج و مصیبت اوٹھاتا رہے یہانتک کہ اپنے خدا سے ملے۔ ان دو راہون پر

جب میں نے غور کیا تو مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ اس شدت و ظلمت میں صبر کرنا قرین عقل ہے اس لیے
میں نے صبر کیا اور منازعت و محاربہ کو چھوڑ دیا حالانکہ میری آنکھوں میں خار کھٹکتا تھا اور یہ حالت دیکھ کر میرا دل
منقبض تھا۔

ملا فتح اللہ شرح فارسی نہج البلاغہ میں فسدلت دونہا ثوبا و طویت عنہا کشحا کے فقرہ کے
ترجمہ اور شرح میں لکھتے ہیں کہ پس فرو گذاشتم نزد آن خلافت جامہ صبر را و دست از طلب آن باز داشتم و در نوردیدم
ازان تہی گاہ را یعنی یکسو شدم یعنی اعراض نمودم ازان و اصلا التفات بجانب او نکردم و در اندیشہ ام کہ کردن
در امر خود و جولان دادن فکر میان آنکہ حملہ آرم بدست بریدہ۔ این کنایت است از عدم معاون و ناصر چہ اولاد
او بیش از دوازدہ کس نبودند۔ یا صبر نمایم و شکیبائی پیشہ کنم بر ظلمتی کہ متصف است بصفت کوری ست۔ و این کنایت است
از شدت التباس در امور خلافت یعنی یا شکیبائی ورزم بتاریکی التباس امور خلافت کہ خلق بآن رہ ہدی نمی شوند و
بواسطہ آن در وادی ضلالت می افتند مثل کوری کہ بآن راہ نبرد و در چاہ ہلاکت افتند و آن چنان ظلمتی کہ بنہایت
پیری میرسد پیران بزرگ سال بحال پیری میرسد جوانان خورد سال بسبب عدم انتظام امور معاش۔ و تعب و رنج می کشد
دران مومن بجہت سعی و اجتہاد در حصول حق و دفع فساد و نمی رسد بآن تا میرسد بپروردگار خود و چون حال
برین منوال بود پس دیدم کہ صبر کردن درین شدت ظلمت اقرب است بعقل و اولی و الیق است بآن بسبب انتظام
اسلام بواسطہ عدم معاون و کثرت معاند پس صبر کردم و ترک منازعت و محاربہ نمودم در حالتیکہ در چشم من خاشاک بود
و غبار ازان ایذا می یافتم و متاذی می شدم و در گلو استخوان گرفتہ بود کہ ازان منغص بود عیش من۔ این ہر دو فقرہ کنایت
اند از شدت غصہ و غم و مرارت صبر و الم انتہی بلفظہ۔

اور ابن میثم بحرانی وطفقت بین ان اصول کی شرح میں فرماتے ہیں یرید انی جعلت
اجیل الفکر یعنی جناب امیر کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کی تدبیر میں میں نے اپنی رائے کو دو نقیضوں کے
درمیان پایا یا تو یہ کہ جو لوگ میرے سوا امامت کے غاصب ہیں اون سے لڑوں یا امامت کو چھوڑ دوں اور ان

دونون باتون مین بڑا خطرہ دیکھا اس لئے کہ کٹے ہوے ہاتھ سے یعنی بے معاون ومعین کے مقابلہ کرنا جائز
نہین کیونکہ اس مین علاوہ اپنے نفس کو ایذا دینے کے نظام مسلمین کو بے فائدہ تشویش مین ڈالنا ہے اور اوسکو
چھوڑ دینے مین حق و باطل کی تمیز باقی نہین رہتی۔ اور معاملات کا التباس اور اختلاط مین پڑجانا اور اس کا
دیکھنا نہایت تکلیف دہ ہے۔ پھر آپ نے اپنی ترجیح رائے کا اظہار دوسرے امر کے اختیار کرنے یعنی امامت سے
صبر کرنے اور اوسکے چھوڑ دینے پر اپنا عمل ہے فرمایا کہ امامت پر صبر کرنے کو مین نے زیادہ اچھا خیال کیا اور
انتظام اسلام کے لئے زیادہ مناسب جانا تاکہ دین قائم رہے اور اوسکے قواعد قانون مستقیم پر جاری رہین اور امور
خلق کا انتظام جو شارع علیہ السلام کا مقصود ہے بنا رہے اور بے یار و مددگار رہکے آپ کا لڑنا امامت کے قائم رہنے
کے لئے مفید نہ تھا کیونکہ اگر لڑائی ہوتی تو اس سے مسلمانون کے امور پراگندہ ہوجاتے اور اونکی ایک بات
بنی نہ رہتی اور اونمین فتنہ و فساد بڑھتا اسلیے کہ اسلام کی محبت اکثر لوگون کے دلون مین راسخ نہوئی تھی اور
ابھی حلاوت اسلام سے وہ واقف نہوے تھے اور منافق اور اعدا اور مشرکین اپنی نہایت قوت کے
ساتھ اقطار عالم اور مسلمانون مین موجود دیکھتے تو باوجود ان حالات کے لاحظہ کرنیکے امامت کے لئے
لڑائی اور منازعت پر جسارت کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا اور صبر کرنا اور امامت کے لئے نہ لڑنا اگرچہ آئین بھی آپکی رائے
کے موافق دین کا خلل اور اپنے مقصود کے برخلاف تھا اسلیے کہ اگر آپ امامت پر قائم ہوتے تو انتظام قوام دین
پوری طرح پر ہوتا مگر یہ خلل بہ نسبت اوس خلل کے جو امامت کے لئے لڑائی کرنے اور آپکی طلب امامت مین ہوتا
کم ہے کیونکہ بعض برائی دوسری برائی سے آسان ہوتی ہے فقط ان الفاظ سے جو جناب امیر نے اس خطبہ مین
فرماے وصیت کی روایت کی پوری پوری تردید ہوتی ہے۔ اسلیے کہ آپ نے مقابلہ اور مقاتلہ سے اسلئے ہاتھ
نہین اوٹھایا کہ اوسکے نکرنیکی وصیت تھی اور نہ اس معاملہ مین خلافت کے آپ کے لئے خدا کیطرف سے
کوئی ہدایت تھی کیونکہ اس خطبہ مین آپ صاف صاف فرماتے ہین کہ مین نے دونو پہلو پر نظر کی اور دونو مین
خرابیان پائین مگر ترک منازعت کو زیادہ آسان پایا اور مقابلے مین اسلام کی خرابی دیکھی اور اسلئے آسان تر خرابی

یعنی ترک منازعت کو اختیار کیا۔ یہی فیصلہ آپ نے صرف اپنی راے سے کیا اور جسطرح ایک دانشمند اور دور اندیش نیک طینت خیرخواہ خلق اور بے نفس و بے غرض آدمی معاملات کے ہر ایک جانب اور ہر ایک پہلو کو دیکھکر انجام اور اصل چیز کو اختیار کرتا ہے۔ آپ نے بھی ترک مخالفت کو اختیار کیا۔ اگر خدا کا حکم ہوتا اور آپ کے لئے کوئی خاص وصیت خدا کیطرف سے ہوتی تو پھر راے اور قیاس کو دخل دینے کی ضرورت نہ تھی اور نہ دخل دینا جائز تھا کیونکہ خدا کے حکم اور وصیت میں راے اور قیاس کا کیا کام ہے پس اسقدر تو صحیح ہے جسکو حضرات امامیہ معتبرین کلام جناب امیر کا سمجھتے ہیں اور جسکے کسی ایک لفظ اور ایک حرف میں شک نہیں کرسکتے وصیت نامہ کی روایت غلط ہونے میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آپکی خلافت ہونے سے انتظام دین زیادہ مستحکم ہوتا مگر دوسروں کے خلیفہ ہوجانے سے بھی انتظام اسلام کا قائم رہا اور لوگ مسلمانی پر ثابت قدم رہے اور منافقین اور اعدا اور مشرکین کی قوت کا اثر اسلام پر نہ پہنچنے پایا۔

دوسری وجہ جناب امیر کے مقابلہ اور مقاتلہ نکرنے اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہنے کی بیان کیجاتی ہے کہ آپکے اعوان و انصار نہ تھے۔ اور گو کوئی شخص کیسا ہی شجاع اور دلیر اور باہمت اور باغیرت ہو مگر اوسکا ساتھ دینے والے اور اوسکی اعانت و مدد کرنیوالے لوگ نہوں تو اوس سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اگر جناب امیر کے ساتھ دینے والے اہل بدر کی تعداد کی برابر بھی ہوتے تو آپ بلا شبہہ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے۔ اور وجہ معاون و انصار کے نہونیکی یہ ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور سارے اصحاب پیغمبر خدا صلعم کے وفات پاتے ہی مرتد ہوگئے تھے۔ بحار الانوار میں رجال الکشی سے بروایت سدیر امام باقر سے یہ روایت لکھی ہے کہ تمام آدمی بعد نبی کے مرتد ہوگئے الا تین شخص اور وہ مقداد بن اسود اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی تھے۔ ان تین میں عمار بن یاسر کا نام نہیں ہے مگر ایک اور روایت میں آخر کو انکا نام بھی مرتدین سے خارج کیا گیا ہے۔ ابوبکر حضرمی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بجز تین شخصوں سلمان ابوذر و مقداد کے سب مرتد ہوگئے تھے۔ میں نے کہا کہ عمار کا کیا حال ہوا تھا

اونھون نے جواب دیا کہ پہلے اونھون نے حق سے عدول کیا تھا لیکن پھر حق کیطرف رجوع کر گئے بعد اسکے امام نے فرمایا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے کہ جسنے بالکل شک نکیا ہو اور اوسکے دل مین کوئی وسوسہ نہ آیا ہو تو صرف مقداد ہین ورسلمان کے دل مین عارضی طور پر یہ بات آئی تھی کہ حضرت علی کے پاس اسم اعظم ہے اگر وہ اوسکو اپنی زبان سے نکالین تو سب مخالف زمین مین دھنس جائین اور یہ بات بھی ٹھیک تھی۔ پھر اسی روایت مین آگے چلکر یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد ابوساسان انصاری اور ابوعمرہ اور شتیرہ تین آدمیون نے حضرت علی کیطرف رجوع کی غرضکہ جن لوگون نے حضرت امیرالمؤمنین کا حق پہچانا وہ سات آدمی تھے۔ (بحارالانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۴۲ و ۲۴۰) عبدالملک بن اعین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے امام جعفر صادق سے صحابہ کے ارتداد کے متعلق سوال کرنا شروع کیا اور برابر سوال کرتا رہا یہانتک کہ مین نے آپ سے کہا کہ اس صورت مین تو سبھی ہلاک ہوگئے امام نے فرمایا ہان بخدا اے ابن اعین سب ہلاک ہوگئے۔ مین نے کہا کہ کیا جو مشرق کے رہنے والے تھے وہ بھی اور جو مغرب کے رہنے والے تھے وہ بھی ہلاک ہوے۔ آپنے جواب دیا کہ ہان خدا کی قسم سوا تین کے سب ہلاک ہو گئے لیکن بعد کو ابوساسان اور عمار اور شتیرہ اور ابوعمرہ آملے تھے اور سب ملکر سات شخص ہو گئے تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعد بیعت ابوبکر کے مہاجرین و انصار نے جناب امیر سے بیعت کرنیکی خواہش ظاہر کی مگر ثابت قدم نرہے جیسا کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ بعد اسکے مہاجرین و انصار وغیرہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہی امیرالمؤمنین ہین اور خلافت کے مستحق آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہین حضرت علی نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کل سر کے بال منڈوا کر میرے پاس آؤ مگر سوائے سلمان و مقداد اور ابوذر کے کسی نے بال نہ منڈائے اور پھر دوسری مرتبہ آئے اور بیعت کرنیکے لئے آمادگی ظاہر کی پھر حضرت نے وہی فرمایا اور پھر بھی اونھون نے اوسکی تعمیل نکی۔ راوی کہتا ہے کہ مین نے حضرت سے پوچھا کہ کیا عمار اون لوگون مین داخل نہ تھے جنھون نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی تھی فرمایا نہین پھر مین نے کہا کہ عمار بھی مرتدین مین

داخل ہین۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ اسکے حضرت علی کیطرف سے لڑے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ گو وہ اوسوقت مرتد ہوگئے تھے گو پیچھے حضرت علی کے ساتھ دینے اونکی طرف سے لڑنے کے سبب اون کا ایمان قائم رہا۔

اور کافی مین ابو الہیثم بن تیہان سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علی نے مدینے مین لوگون کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جسمین بعد حمد کے آنحضرت صلعم کے فضائل بیان کئے اور یہ فرمایا کہ آپ نے اپنی پیغمبری کا کام پورا کیا اور راہنمائی کے راستے مقرر کئے۔ اسکے لوگو جنکو فریب دیا گیا اور وہ فریب مین آ گئے اور فریب دینے والے کو پہچان گئے اور جان بوجھکر اوسی پر اڑے رہے اور ہوائے نفس کا اتباع کرتے رہے حق اونکے لئے ظاہر ہوا لیکن وہ اوس سے باز رہے اور کھلا ہوا راستہ اونکے سامنے تھا اور وہ اوس سے پھر گئے۔ اوس ذات کی قسم جسنے دانے کو اوگایا اور جسنے کو پیدا کیا اگر تم علم کو معدن علم سے حاصل کرتے اور شیرین پانی پیتے اور نیکی کی توقع سے نیکی کا ذخیرہ کرتے اور صاف صاف راستے اختیار کرتے اور کھلے ہوئے حق کے راستے پر چلتے تو صاف صاف راستے تمپر کھل جاتے اور تمہارے سامنے نشانیان ظاہر ہوجاتین اور اسلام تمہاری نظر مین روشن ہوجاتا خوشی اور مزے سے تم کھاتے اور کوئی شخص تم مین سے تنگ حال نہوتا۔ اور کوئی مسلمان اور وہ شخص جس سے عہد کیا گیا ہوتا ستم رسیدہ نہوتا لیکن تم لوگ ظلم کے راستے پر چلے اسواسطے باوجود فراخی کے دنیا تمپر تاریک ہوگئی اور علم کے دروازے تمہارے سامنے سے بند ہوگئے۔ تمنے اپنی خواہشون سے گفتگوئین کین اور اپنے دین مین مختلف ہوگئے۔ اور بغیر علم کے دین الٰہی مین فتوی دیئے اور کج طبع لوگون کا تمنے اتباع کیا اونہون نے تمکو گمراہ کردیا اور تم نے اماموں کا ساتھ چھوڑا اونہون نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم عنقریب اپنی بوئی ہوئی چیزون کو قطع کروگے اور اوسکی ناگواری معلوم کروگے جو تمنے گناہ کئے اونکا ناگوار مزہ چکھوگے قسم ہے اوس

ذات کی جتنے والے کو اوٹھایا اور بچے کو سینہ لگایا کہ بیشک تم جانتے ہو کہ مین تمہارا صاحب اور حاکم
اور عالم ہون مین وہ شخص ہون کہ تمہاری نجات جسکے علم پر موقوف ہے۔ تمہارے نبی پیغمبر عالم
کا وصی ہون تمہارے پروردگار نے مجھکو منتخب کیا ہے۔ عنقریب آہستہ آہستہ وہ حدیثین تم پر
نازل ہونگی جنکا وعدہ کیا گیا ہے اور پہلی امتون پر وہ نازل ہوچکی ہین۔ واللہ اگر میرے پاس
طالوت کے ساتھیون کی برابر یا اہل بدر کی تعداد کی برابر لوگ ہوتے تو مین تمکو تلوار
سے ایسا مارتا کہ تم حق کیطرف سب رجوع کرتے اور صدق کیطرف متوجہ ہوتے اوسوقت مین
بند وبست کرتا اور لطف اور نرمی سے کام لیتا۔ اے بارخدایا تو ہم مین حق بات کا فیصلہ کردے
تو سب حاکمون مین بہتر ہے۔ اس خطبہ پڑھنے کے بعد حضرت علی مسجد کے باہر آئے اور
اونکا گذر ایک بکریون کے گلے پر ہوا جسمین تیئیس بکریان تھین۔ تب حضرت علی نے
کہا کہ اگر میرے پاس ان بکریون کی تعداد کی برابر خدا اور رسول کے خالص دوست ہوتے
تو مین اکلۃ الذبان کے بیٹے (ابوبکر) کو حکومت سے نکال دیتا۔ پھر شام کیوقت تین سو ساٹھ
آدمیون نے مرجانے پر اونسے بیعت کی۔ حضرت علی نے کہا تم صبح کیوقت مقام احجار الزیت
مین (نام مقام قریب مدینہ) سر منڈا کر آؤ۔ حضرت علی نے سر منڈا لیا لیکن اون لوگون مین سے
سوائے ابوذر اور مقداد اور حذیفہ اور عمار کے کسی اور کو سر منڈا ہوا نہ پایا۔ اخیر مین
سب کے سلمان آئے۔ پھر حضرت علی نے اپنے دونون ہاتھ آسمان کیطرف اوٹھا کہ کہا بارخدایا
اون لوگون نے ہمکو کمزور پالیا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارون ع کو ضعیف پالیا تھا
بارخدایا تو اون چیزون کو بھی جانتا ہے جنکو ہم چھپاتے ہین اور اونکو بھی جنکو ہم ظاہر کرتے ہین
کوئی چیز زمین و آسمان کی تجھپر مخفی نہین ہے تو مجکو اسلام پر موت دے اور نیک لوگون سے
مجکو ملادے قسم ہے بیت اللہ کی اور حج کے لئے بیابان مین نکلنے والیکی اور مزدلفہ کی کہ اگر مجکو اوس

عہد کا خیال نہ ہوتا جو آنحضرت نے مجھ سے لیا تھا تو میں مخالفوں کو موت کی خلیج تک پہونچا دیتا۔ اور
میں اونپر موت کی بدلی موسلا دھار پانی برسانے والی ہوتی اور گرجتی ہوئی بھیجتا۔ اور بیشک بہت جلد تم کو معلوم
ہو جاوے گا۔

حمرہ بن ثابت سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سنا کہ آنحضرت کا انتقال
ہو گیا تو سب لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہے سلمان مقداد اور ابو ذر۔ اور نیز روایت ہے
کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد چالیس آدمی حضرت علی کے پاس آئے اونھوں نے کہا واللہ
ہم تمھارے بعد کبھی کسی کی اطاعت نہ کرینگے۔ حضرت علی نے کہا کیا وجہ۔ انھوں نے کہا کہ روز غدیر ہم نے
تمھارے حق میں سنا ہے۔ حضرت علی نے کہا تم ایسا کروگے۔ اونھوں نے کہا ہاں۔ حضرت علی نے
کہا تو کل تم میرے پاس سر منڈا کر آجاؤ۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ بجز ان تینوں کے اور کوئی نہیں آیا۔
ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر بعد ظہر کے آئے تو اونکے سینے پر حضرت علی نے ہاتھ مارا اور فرمایا
ابھی وقت نہیں آیا کہ تم غفلت کی نیند سے جاگو۔ جاؤ مجھ کو تمھاری کچھ حاجت نہیں ہے تم نے سر منڈانے
میں تو میرا کہنا مانا نہیں لوہے کے پہاڑوں سے جنگ کرنے میں تم میرا کہا مانوگے تم چلے جاؤ مجھے
تمھاری کچھ حاجت نہیں۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تین کے سب لوگ مرتد ہو گئے
تھے۔ مگر کافی میں ایک اور روایت ہے جو اسکے مخالف ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مرتد
نہ ہو جانیکے خیال سے حضرت علی نے اپنے حقوق کا دعوی نہیں کیا اور ترحما للناس تمام مصائب اپنے
اوپر گوارا کئے۔ زرارہ نے امام باقر سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب لوگوں نے ابو بکر سے
بیعت کر لی اور کیا جو کچھ کیا تو حضرت علی نے لوگوں کو رحم دلی کی وجہ سے اپنی طرف نہیں بلایا اونکو
اندیشہ تھا کہ ایسا نہو کہ لوگ اسلام سے پھر جائیں اور بت پرستی کرنے لگیں اور کلمہ شہادت ترک
کر دیں بلکہ آپکو یہی پسند ہوا کہ لوگ اسلام سے مرتد نہوں اور اپنی حالت پر قائم رہیں اس لئے جن لوگوں نے

فقط ابھی بیعت انکی نہیں کی تھی اور انکو نکلی دیکھا دیکھی بغیر علم اور بغیر عداوت امیر المومنین ابوبکر کی بیعت
کرلی تھی وہ لوگ اس بیعت کی وجہ سے کافر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ دائرۂ اسلام سے نکل سکتے ہیں یا جیسا
حضرت علی اپنی حالت کو چھپا لے گئے اور بالاکراہ خود بھی بیعت کرلی۔ چونکہ یہ حدیث بالکل منافی اور مناقض
احادیث سابقہ کے ہے کیونکہ اوس سے تمام مسلمانونکا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حدیث سے حضرت
علی کا دعوی نکرنا اور مقابلہ نکرنا صرف اس خیال سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپکو اندیشہ تھا کہ ایسا
کرنے سے لوگ مرتد ہو جائینگے۔ اس لیے جناب ملا باقر مجلسی اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ
اسلام سے مرتد ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ظاہر اسلام کی پابندی کریں اور کلمہ شہادت پڑھتے رہیں۔
اس لئے کہ امت کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ اسلام پر باقی رہیں۔ تاکہ مدتوں کے بعد اونکو یا اونکی
اولاد کو حق کے قبول کرنے اور ایمان میں داخل ہونے کا موقع مل سکے۔ اس صورت میں یہ
قول اوس قول کے منافی نہیں ہے کہ صرف تین ہی آدمی ارتداد سے بچ گئے تھے۔ اس لئے کہ
مرتد ہونیکے وہاں یہ معنی ہیں کہ اونھوں نے عمدًا دین کو فی الحقیقت چھوڑ دیا تھا اور یہاں اسکے
معنی یہ ہیں کہ اونہیں اسلام کی صورت باقی تھی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی کے لحاظ سے کافرونکے
حکم میں داخل تھے۔ اور یہ بھی اون لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے حضرت علی کی امامت کے
نص کو سنا ہو اور اوسے حضرت علی سے بغض و عداوت نہو۔ اگرچہ جس شخص نے ان باتوں میں سے کوئی
ایک بات بھی کی وہ گویا پیغمبر کے قول کا منکر ہوگیا۔ اور ظاہر میں بھی کافر اور کوئی حکم احکام اسلام کا
اوسکے لئے باقی نرہا اور وہ واجب القتل ہے۔

جناب عمدۃ المتکلمین زبدۃ المتاخرین مولوی سید حامد حسین صاحب استقصا کی جلد دوم
میں بھی اسی کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث ارتدت الصحابۃ کلھم الا ثلاثۃ
وامثالہ ہرگز اہل حق محمول بر ردت شرعی وکفر ظاہری نمی سازند چنانچہ در عبارت بحار کہ آنفا منقول شد صریح

ذکر ہے کہ مراد از ارتداد درین احادیث ارتداد در دین است یعنی نہ ارتداد از دین بر وجہ ظاہر یا بالکلیہ
مراد از ارتداد در امثال این احادیث ارتداد معنوی است کہ منافی اسلام ظاہری نیست و در عرف عام ارتداد
بعمل و قول ہم آمدہ مفہوم ترتیب شرعی خود کم تا آنکہ اسلام ظاہری باقی ماند و از ایمان بیرون رفتند
پھر آگے اسکے مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ وتوضیح مقام این است کہ ارتداد دو معنی است
یکی عام و یکی خاص - اما ارتداد عام پس بمعنی لغوی است یعنی برگشتن از چیزی و این معنی شامل است جمیع
انواع ارتداد را خواہ ارتداد از اسلام باشد خواہ ارتداد از ایمان - خواہ ارتداد از اخلاق حسنہ و
عادات جمیلہ و امثال ذلک - و اما ارتداد خاص پس آن ارتداد شرعی است یعنی برگشتن از اسلام و اختیار
کردن کفر کہ موجب جریان احکام کفار در دار دنیا بر صاحب آن گردد - اور اسکے بعد جناب
ممدوح نے خلفاء ثلثہ کی نسبت دونو قسم کے ارتداد کا دعوی کیا ہے اور فرمایا ہے فان

کفرھم وارتدادھم واضح لا استتار فیہ

غرضکہ حضرات امامیہ نے ارتداد کی دو قسمیں کی ہیں ارتداد حقیقی یعنی ظاہراً و باطناً
مرتد ہوجانا اسمین خلفاء ثلثہ کو نعوذ باللہ من ذلک اور سا اسمین بعض کو شریک کیا ہے -
اور دوسری ارتداد باطنی یعنی بظاہر اسلام پر قائم رہنا اور اسمین اون لوگونکو داخل کیا ہے
جنھون نے بغیر علم اور بغیر عداوت جناب امیر کے دھوکے مین آکر یا اور لوگونکی دیکھا دیکھی
خلفاء ثلثہ کی بیعت کی اور پھر اس قسم کے لوگونکو جبکہ وہ شریک جناب امیر کے ہوگئے مسلمانون
اور مومنین مین داخل کرلیا ہے - اوّل تو یہ تقسیم ہماری سمجھ مین نہین آتی اس لئے کہ ارتداد اصلی یہ ہے
کہ خدا اور اوسکے رسول اور ما جاء بہ النبی سے انکار کیا جاوے اور ایسا انکار صحابہ کی نسبت ثابت
نہین خصوصاً خلفاء ثلثہ رض - اور اونکے اعوان و انصار کی نسبت - اس لئے کہ اونکے اسلام ظاہری
پر قائم رہنے کی تصدیق خود حضرات امامیہ کے اکثر اقوال سے ہوتی ہے جیسا کہ علم الہدی صاحب

مفتی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا قاضی کا کہ جس طرح امام حسین نے یزید سے مخالفت کی اور اسکی
برائیاں ظاہر کیں جناب امیر کو بھی چاہیے تھا کہ اپنے مخالفین سے مخالفت کرتے اور انکی عیبجوئی اعتراض
اور انکار ظاہر کرتے اور لوگوں کو اونکے خلافت میں جسمیں تمہید فرماتے تھے بعید از صواب ہے اس لیے
کہ جو خوف حضرت یزید سے تھا مثل اوسکے اوس وقت کے نہیں تھا جو خلفا سے کیا جاتا اس لیے کہ یزید فسق و
فجور کا اعلان کرتا اور دینداری سے بے پروا تھا اور سب جانتے تھے کہ اوسمیں امامت اور خلافت
کی قابلیت نہیں ہے۔ اور کوئی شرط منجملہ شرائط امامت میں سے اوسمیں پائی نہیں جاتی۔ بخلاف
خوف کرنیکے ایسے شخص سے جو بزرگ اور مقدم قوم ہوا اور جسکو ظاہر میں متصف اور جم غفیر اوسے
امامت کے لائق جانتے ہوں بلکہ اوسکے رتبے کو خلافت سے بڑھکر سمجھتے ہوں پس قیاس ایک کا
دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ اس میں جناب علم الہدی نے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت
ان باتوں کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مقدم اور معظم قوم تھے اور بحسب ظاہر متصف اور امامت کو لوگ
اونکے رتبے سے کم سمجھتے تھے چنانچہ اونکے الفاظ یہ ہیں وکیف یکون الخوف من مظاہر الفسق
والخلاعة ولا شبهة في ان امامته ملك وغلبة وانه لا شرط من شرائط
الامامة فيه كالخوف من مقدم معظم جميل الظاهر يرى اكثر الامة ان الامامة
دونه وانها ادنى منازله فالجمع بين الامرين الا كالجامع بين الضدين اور محقق جیلانی
فتح السبل میں لکھتے ہیں کہ سبب دیگر در تقویت حسن ظن مردم بعاقدین بیعت آن شد کہ آنہا
نفوس خود را از اموال باز داشتند و شیوہ زہد و ورع پیش گرفتند و رغبت بدنیا و زینت آن را
ترک کردند و قناعت بقلیل و اکل خشن و لباس کرباس ملک خود ساختند در حالیکہ اموال ہمہ
ایشان حاصل دنیا کردہ بودند و آن را درمیان قوم قسمت می کردند و خود را بآن اصلا آلودہ
نمی کردند پس دلہای مردم بایشان مائل شد و ایشان را دوست داشتند و ظنون مردم بایشان

نیک شدہ مہرکس را کہ در بارہ ایشان شبہہ در خاطر بود یا از قتل و دہشت باز ماند گفت کہ اگر ایشان
نقض مخالفت نص پیغمبر کردہ بودند یا ست اہل دنیا باشند و ترک امر ال و لاوات نکنند تا خسران دنیا و
آخرت ہر دو برای ایشان نبا شد و اینہا اہل عقل و رای صحیح اند گو بہ خسران دنیا و عقبی ہر دو راضی
باشند پس فعل ایشان صحیحست کوئی اشکل در صلاح ایشان باقی نماند و اعتقاد بولایت ایشان
و افعال ایشان پسندیدہ آمد۔ بالفرض یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ خلفا اور اونکے انصار دو فقہا
اسلام کو بالکل ترک کر دیا کہ وہ خدا و رسول کے منکر ہو گئے ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے
جو حق علی مرتضی کا تھا وہ اونکو نہ دی اور نہ صرف منکر امامت بلکہ غاصب امامت ہو گئے
اس لحاظ سے اونکو شیعہ اپنی اصطلاحی ارتداد کے مطابق مرتد کہیں تو کہیں۔ مگر یہ سمجھ مین نہین
آتا کہ دوسرے صحابی جنکی تعداد ہزارون سے کچھ کم نہ تھی اور جو جناب امیر کے زمانے مین
اونکے شریک ہو سکے کیون شروع مین علی مرتضی سے پھر گئے اور اونکی اعانت اور مدد کی
اگر یہ کہا جائے کہ وہ دھوکے مین آ گئے تو یہ بات سمجھ مین نہین آتی اسلئے کہ حضرت علی کی امامت
کا معاملہ پیغمبر خدا صلعم نے اس اعلان کے ساتھ طے کیا تھا اور اوسکا اس خوبی سے اشتہار دیا
تھا کہ کسیکو کوئی موقع عذر کا یا دھوکے مین آنیکا باقی نرہا تھا۔ خم غدیر مین صاف صاف لفظون
مین ستر ہزار آدمیون کے سامنے آپ نے علی کو امام بنایا اور اونکو اپنا ولی عہد کیا اور سب سے
بیعت لی اور سبنے مبارکباد دی۔ اور پھر پیغمبر خدا صلعم نے اس عہد پر قائم رہنے والون کے
درجے ثواب کے اور اس سے پھر جانے والون کے عذاب جو خدا نے مقرر کئے ہین وہ بھی
صاف صاف بتا دیے اور مثل خدا پر ایمان لانے اور اوسے معبود مطلق سمجھنے کے امامت کے
مسئلے کو بھی اسلام اور ایمان کے لئے لازمی قرار دیا۔ ایسی صورت مین سوا سے دیوانون اور
بچون کے کوئی جاہل اور بد دین بھی دھوکے مین نہین آ سکتا تھا۔ نہ ایسی نص صریح اور مخبر صادق

بلکہ مشاہدہ سے انکار کر سکتا تھا۔ بجز اون لوگون کے جنکو ایمان اور اسلام سے بہرہ نہو۔ اور جنکو
حرص دنیا نے غصب خلافت پر آمادہ کیا ہو یا اون غاصبون کے ساتھ دینے کو اپنے لئے مفید
سمجھتے ہون اور ان تمام صورتون مین جسطرح پر خلفا اور اونکے معاون و انصار مطابق اصول شیعون
کے دائرہ اسلام سے خارج ہین اسیطرح پر تمام صحابہ اور سارے مسلمان جنھون نے خلفا کا ساتھ دیا
اور اونکی خلافت پر بیعت کی اور کسی کا کوئی عذر مقبول نہین ہوسکتا۔ اس لئے کہ اگر اونھون نے
نص کبھی نسنی ہوتی تاہم جناب امیر نے علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت کا دعوی کیا اور خلفا کو غاصب اور
ظالم ٹھہرایا اور سب سے اعانت و مدد مانگی اور حسنین اور فاطمہ کو لئے لئے گھر گھر پھرے کسیکو کوئی وجہ
اپنے حق کے مطالبہ کا بقول شیعون کے باقی نہین رکھا۔ ایسی صورت مین کسیکو دہوکے مین آنے کا
موقع باقی نہ تھا اور نہ اونکا یہ عذر سماعت ہوسکتا ہے۔ اور بالفرض اگر خلافت اولی مین دہوکے سے
بیعت کرلینے کا عذر قبول بھی کیا جاے تو دوسری اور تیسری خلافت مین غاصبین خلافت سے
بیعت کرنی اور اونکی خلافت ماننے کے لئے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ بجز اسکے کہ تمام مہاجرین اور
کل مومنین و مسلمین اوس زمانے کے سواے تین کے مرتد قرار دیے جائین مطابق اصول شیعون
کے کسیطرح اونکا اسلام ثابت نہین ہوسکتا۔ اور اسلئے اگر حضرات امامیہ اس دعوے پر ثابت
قدم رہتے اور سب صحابہ کو سواے تین چار کے خواص ہون یا عوام مکی ہون یا مدنی حضری ہون
یا بدوی مرتد مانتے اور کسیکو کسی عذر سے خارج نکرتے تو بھی مقابلہ اور مقاتلہ نکرنے اور ظلم و ستم
سہنے کی وجہ کچھ خیال مین آتی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس بات پر بھی تو حضرات امامیہ ثابت قدم نہین
رہتے بلکہ اپنی شوکت اور اپنے مذہب کے حامیونکی کثرت اور عظمت دکھانیکے لئے وہ دعوے مین
بیان کرتے ہین جس سے یہ تمام اقوال باطل ہوجاتے ہین اور اون لوگونکی جو اسلام اور ایمان پر
ثابت قدم رہے بہت بڑی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز بہت سے قبیلے حامی اور مددگار حضرت

علی کے پاس آتے جاتے ہیں۔

چنانچہ ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ میں صدر الدین حسنی حسینی نے دفتر چہارم میں بذیل
ذکر حضرت امام زین العابدین کی اوس دعا کا جو آپ نے اصحاب رسول اللہ کی بہت لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی
وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی موجود تھے۔ اور کتاب الخصال میں شیخ صدوق نے حضرت
امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں کہ بارہ ہزار اصحاب پیغمبر کے جنمین سے آٹھ ہزار مدنی اور دو ہزار مکی
اور دو ہزار طلقا میں سے ایسے تھے جنمین نہ کوئی قدری تھا نہ خارجی نہ معتزلی نہ صاحب الرای۔ دن
رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قبل اسکے کہ ہم خمیری روٹی کھا دیں خدایا ہماری روح قبض کر لے
اور اوس اور خزرج اور بنو حنیفہ اور بنو ہمدان اور مذحج اور ربیعہ اور مضر اور ازد اور وائل اور غطفان وغیرہ
طی یہ سب قبیلے شیعیان علی میں سے تھے۔ اور ایسے صادق العقیدہ کہ جنکی خلوص عقیدہ اور مددگاری و
نصرت کا خود جناب امیر نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے اور اونکی تعریف کی ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی
مجالس المومنین کی مجلس دوم میں جسکا عنوان ہے مجلس دوم در بیان حال طائفہ جماعہ کہ بہ تشیع
مشہور بودہ در مسلک ایمان مذکور اند فرماتے ہیں کہ اوس و خزرج دو بڑے قبیلے انصار کے ہیں کہ
اونکا حال غایت اشتہار کی وجہ سے محتاج اظہار نہیں ہے اور اخلاص خصوصاً سعد بن عبادہ خزرجی اور
اونکی اولاد امجاد کا نسبت علی مرتضیٰ کے سب پر ظاہر ہے۔ چنانچہ شارح دیوان مرتضوی قاضی میر حسین
شافعی کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ متوجہ حرب معاویہ ہوئے تو
نوے ہزار آدمی ہمراہ تھے۔ اونمین سے آٹھ سو انصار اور نو سو اہل بیعت رضوان سے۔ اور جنکی
نسبت حضرت علی نے فرمایا ہے ۵

الاوس والخزرج القوم الذین هم	اووا فاعطوا فوق ما وهبوا

یعنی اوس و خزرج اوس قوم کے لوگ ہیں کہ جن لوگون کو اپنے یہان پناہ دین تو اونکے ساتھ اپنی

استقامت سے زیادہ مشکل کر سکتے ہیں۔ اور قبیلہ ہمدان کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

وَنادی ابن ہند ذا الکلاع و یحصبا	وکندۃ فی لخم و حیّ جذام
یممت الہمدان الذین ہم ہم	اذا ناب امر جنتی و سہامی
جزی اللہ ہمدان الجنان فانہم	سہام العدیٰ فی کل یوم خصام
فلو کنت بوابا علی باب جنۃ	لقلت لہمدان ادخلی بسلام

کہ جب ابن ہند یعنی معاویہ نے ذوالکلاع اور یحصب اور کندہ کے قبیلوں کو بلایا میں نے ہمدان کے قبیلوں کو پکارا کیونکہ وہی لوگ ہیں کہ سخت وقت پہ میری ڈھال اور تلوار ہیں۔ خدا قبیلہ ہمدان کو اوسکے صلہ میں جنت دے کہ وہی ہر لڑائی کے دن دشمنوں کے تیر رہے ہیں۔ اگر میں جنت کا دربان ہونگا تو ہمدان سے کہدونگا کہ سب سلامتی کے ساتھ چلے آؤ۔ اور قبیلہ ازد کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

الا ان سیفی علی الاعداء اکلہم	وسیف احمد من دانت لہ العرب
قوم اذا فاجاءوا اوفوا و ان غلبوا	لا یجحمون ولا یدرون ما الہرب

ان اشعار کا ترجمہ ملا صاحب نے فارسی میں یہ کیا ہے ؎

یاران من اند اہل شمشیر ہمہ	مائل بجد از جہان سیر ہمہ
معنی کہ بجستن نہ دانستہ کہ چیست	باشند بروز حرب چون شیر ہمہ

اور نیز حضرت امیر المومنین کا اصل شعر قبیلہ ازد کی نسبت نقل کرکے اوسکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی میفرماید۔ اے جماعت ازد بدرستی کہ من از ہمہ شما خوشنودم و شما سرہای کار خلافت من آید ہرگز نا امید نشوید از راحت و آمرزیدن۔ و خدا نگاہ دارد ایشانرا از ہر جا کہ روند۔ باکید شما در حالیکہ تو آید چنانکہ باکست اول شما و خار چیدہ نشود از سر شاخ انگور۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تعریفیں جو قبائل انصار کی مجالس المومنین میں بیان کی گئی ہیں یہ چونکہ

انساب سمعانی وغیرہ کتب عامہ وغیرہ سے لیگئی ہین شیعون کے مقابلے مین پیش نہین ہوسکتین ۔ اسلئے
اگر ملا باقر مجلسی نے ان تمام قبائل کو مخلصین اور شیعیان علی مین داخل سمجھکر ان اقوال کو اون کے
ثبوت مین پیش کیا ہے ۔ اور ایسی حالت مین یہ اقوال حضرات امامیہ پر اوسیطرح حجت ہوسکتے ہین
جسطرح خود اونکے مورخین کے اقوال ۔ اور اس سے غرض اونکی ملا باقر کی یہی ہے کہ وہ ثابت کرین
کہ شیعیان علی کچھ کم نہ تھے ۔ اور بہت سے قبائل حامی اور مددگار جناب امیر کے تھے لیکن اگر حضرات
امامیہ جناب ملا باقر مجلسی کی تحریر کو رد کرین اور اوسے نمانین اور جن قبائل کا شیعیان علی مین سے ہونا
اونھون نے بیان کیا ہے اوسے غلط سمجھین اور اونکو بھی عداد اہل بیعت مین شمار کرین تاہم وہ ایسکو
رد نہین کرسکتے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی بعد پیغمبر خدا صلعم کے موجود تھے ۔ اور اسکی بھی تکذیب
نہین کرسکتے کہ بارہ ہزار صحابی حسن اعتقاد کی صفت سے موصوف تھے ۔ اور رات دن خدا
کی عبادت مین مشغول رہتے تھے ۔ اگر یہ سب کے سب سوائے تین چار کے مرتد ہوگئے تھے تو بس اسلام پر
فاتحہ پڑھنا چاہیے اور کسیکے سامنے اسلام کی خوبی کا نام نہ لینا چاہیے ۔ مگر اس بات کا کہ حضرت علی
کی حمایت مین نہ صرف عام صحابہ تھے بلکہ اونکے ساتھ بڑا لشکر جرار مہاجرین و انصار و تابعین
باحسان کا تھا حضرات امامیہ انکار ہی نہین کرسکتے کیونکہ اوسکا ثبوت اون کتابون سے
ہے جنکو مثل خدا کی کتاب کے حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہین ۔ دیکھو نہج البلاغت جناب امیر المومنین
معاویہ کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ تمنے اپنے خط مین یہ لکھا ہے کہ ہمارے بیچ مین شمشیر آبدار کے
سوا اب دوسری چیز فیصلہ کرنیوالی نہین ہے اسنے مجھے بہت ہنسایا اور نہایت متعجب کیا ۔
کیا کبھی بنی عبد المطلب دشمنون سے خائف ہوئے ہین اور تلوار سے ڈرے ہین بلکہ وہ
اس جنگل کے شیر ہین اور میدان جنگ کے مرد ۔ اب تم دورمت سمجھو اسے کہ جسے تم طلب کرتے
ہو وہ تمھین طلب کرے اور جسے تم دور سمجھتے ہو وہ تمھارے پاس پہونچے یعنی مین تمھاری طرف

آرہا ہوں ایک ایسے لشکر جرار اور فوج بیشمار کے ساتھ اور اوس لشکر بیشمار میں کون ہیں وہ مہاجرین و
انصار اور تابعین باحسان ہیں کہ جنکا گروہ قوی ہے اور جنکا غبار بلند ہے اور جو موت کے پیراہن پہنے
ہوئے ہیں اور جو خدا کی موت کو سب سے زیادہ چاہتے اور اوسکی آرزو رکھتے ہیں۔ اور اونکے ساتھ ہیں فرزندان بدریہ
اور سیوف ہاشمیہ یعنی اہل بدر کی اولاد اور شمشیر ہائے ہاشمی۔ چنانچہ اس خط کے الفاظ کا ترجمہ فارسی
میں عبد الفتح اللہ نے کیا ہے یہ ہے "و یاد کردہ ورنامہ خود آنکہ نیست مرا و مر اصحاب مرا نزد تو مگر شمشیر آبدار
پس بہ آمدہ بخندہ آوردی مرا و یاران مرا پس از اشتاب فرو آوردن باین گفتار یعنی ہر کہ شنید این گفتار ترا
از مومنین خندید از روی تعجب بعد از گریستن ایشان بر دین بجہت تصرف بے وجہ تو در او۔ کجا یافتہ شدند
پسران عبد المطلب کہ از دشمنان واپس رفتگان بودہ باشند از جہت جبانت و شمشیر ترسانیدہ شدہ یا
وہراسان۔ چہ ایشان شیران بیشہ رجولیت اند و اژدرہای صفحات جہاد لیشہ دارند پس درنگ
کن اندکی تا لاحق شود بعض جنگ حمل بن بدر۔ و این مثلی ست برائے وعید اعدا یکبار۔ و قائل
آن حمل بن بدر ست و او مردی بود از قشیر کہ شتران او را بغارت بردہ بودند و او در میان ہیجا رفت
بدلاوری و شتران خود را باز ستد از اعدا پس زود باشد کہ طلب کند ترا کسیکہ طالب میکنی او را
و نزدیک شود بتو آنچہ دوری میجوئی از و۔ و من شتابندہ ام بجانب تو در لشکر عظیم بسیار از مہاجرین و
انصار و تابعان بہ نیکوئی کہ سخت ست ازدحام ایشان مرتفع ست غبار ایشان۔ گویند کہ بودہ ہزار کس
بودند و در بر کنندگان پیراہنہای مرگ را این کنایت ست از زرہہا و جوشنہا کہ در بر داشتند یعنی
پوشش اکفان۔ دوست ترین ملاقات بسوی ایشان ملاقات کردن ایشان ست بہ رحمت
پروردگار خود بتحقیق کہ ہمراہ ست ایشان را ذریہ بدریہ یعنی فرزندان بدری خونخوار و سیوف
ہاشمیہ یعنی شمشیر ہائے ہاشمی آتشبار۔ انتہی"

جبکہ خود جناب امیر مہاجرین و انصار اور اصحاب و تابعین کے ایک لشکر جرار کا اپنے ساتھ ہونا

بیان فرماتے ہیں اور اونکے ثبات قدم اور شجاعت و مردانگی اور جانفشانی فی سبیل اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور شارحین
نہج البلاغت نے سے ہزار آدمیوں کا اوس وقت آپ کے ساتھ ہونا بیان کرتے ہیں تو کیونکر سمجھ میں آ سکتا ہے کہ
یہ لوگ مسلمان نہ تھے اور اونکے دل ایمان کے نور سے اور اہل بیت کی محبت سے خالی تھے - یا کسی حال
میں کسی سبب سے وہ مرتد یا دشمن اہل بیت ہو سکتے تھے - یا کسی کے دھوکے میں آ کر وصی رسول کا
ساتھ چھوڑ سکتے تھے - کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر حضرت علی خلفا سابقین کی خلافت کو قبول کرنا
اور اونکو غاصب اور مرتد جانا ہوتا تو وہ مقابلہ اور مقاتلے کا ارادہ نفرماتے - اور اگر ارادہ فرماتے تو
کیا ایسے جان باز اور جان نثار جنکی تعریف اس خط میں جناب امیر نے کی ہے وہ جناب امیر کا ساتھ
نہ دیتے اور اونکے دشمنوں سے مقابلہ نکرتے - اور حضرت علی کی حمایت پر آمادہ نہوتے - مگر بات یہ ہے
کہ در حقیقت جناب امیر نے نہ اون خلفا کو غاصب سمجھا نہ اونکے ساتھ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ فرمایا
بلکہ جو کچھ ہوا اوسے تسلیم کیا اور مثل دوسرے لوگوں کے خود بھی خلفا سابقین کی مدد و حمایت میں مستعد و شریک
رہے اور مہاجرین و انصار کے اتفاق کو ہمیشہ رضاء الٰہی کے مطابق سمجھا - اور یہ خیال ہمارا کچھ قیاسی
نہیں ہے بلکہ خود جناب امیر کے اون بیانات پر مبنی ہے جو آپ نے کئے اور جس پر اپنی خلافت
کی حقیت پر استدلال کیا - کیا حضرات امامیہ اوس خط پر غور نہیں فرماتے جو جناب امیر نے
معاویہ کو لکھا تھا کہ میری بیعت کر لی ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ابو بکر اور عمر اور عثمان کی بیعت
کی تھی اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکے اتفاق کر لینے پر نہ کسی اوس شخص کو جو اوس وقت موجود تھا عدول کرنا
جائز ہے اور نہ کسی غائب اور غیر حاضر کو اختیار ہے کہ اوسے رد کرے بلکہ شوریٰ حق مہاجرین
و انصار کا ہے جب وہ کسی آدمی پر اجماع اور اتفاق کر لیں اور اوسے امام بنا لیں تو سمجھنا چاہیے کہ
وہی مرضی خدا کی تھی اگر اونکے اجماع کے بعد کوئی کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے باہر ہو جائے تو اوسے
مردود سمجھو اور اگر وہ انکار کرے تو اوس سے مقاتلہ کرو کیونکہ اوسنے وہ راہ اختیار کی جو مومنین

کی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ جو نہج البلاغت میں منقول ہیں وہ یہ ہیں ومن کتاب له علیه السلام الی معاویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولی

اور یہ کہنا شارحین نہج البلاغت کا کہ یہ خطاب آپ نے معاویہ سے مطابق اون لوگون کے خیال کے کیا تھا جو خلافت کو شوریٰ پر مبنی سمجھتے تھے یا یہ کہ مدارات وتقیہ کے طور پر آپ نے یہ لکھا تھا۔ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ اوّل تو کوئی لفظ اس خیال کے ثبوت اور تصدیق کے متعلق پایا نہیں جاتا۔ اور اگر آپکی خلافت پر نص ہوتی تو اوسکے اظہار کا یہ موقع تھا۔ اور آپ کے دعوے کے لئے وہ ایک عمدہ اور قوی دلیل تھی۔ اور آپ اپنے حق پر ہونیکے ثبوت مین یہ فرما سکتے تھے کہ میری خلافت منصوص ہے اور علیٰ رؤس الاشہاد پیغمبر خدا صلعم غدیر خم مین مجھے اپنا خلیفہ کر گئے تھے۔ اس صحیح اور قوی دلیل کو تو آپ نے چھوڑ دیا اور اوس بات سے استدلال کیا جسکو آپ غلط اور جھوٹ جانتے تھے۔ اور جس سے خلفاے سابقین کی خلافت غصبی کی حقیت کا ثبوت ہوتا تھا۔ ان هذا الشیء عجاب۔

رہا یہ خیال کہ معاویہ اور اونکے ساتھی اس استدلال کو مانتے اسلئے جھوٹی اور غلط بات سے اونکے عقیدے کے موافق آپ نے استدلال فرمایا قابل تسلیم نہیں ہے۔ اس لئے کہ آخر وہ لوگ پیغمبر خدا کی تصدیق فرماتے تھے اور اونمین نص کے سننے والے بھی موجود تھے بالفرض اگر وہ نہ مانتے تو آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین وانصار اور نوے ہزار آدمی تھے وہ تو آپکی تصدیق فرماتے۔ اور جبکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ جان دینے اور خون بہانے پر آمادہ تھے اور اپنے قول کو اپنے عمل سے

ثابت کر رہے تھے تو کیا وہ آپ کے حقوق یعنی امر خلافت کی تصدیق کرتے اور اس دلیل کو اپنے مخالفین کے
سامنے پیش کرنے سے باز رہتے۔ بلکہ اگر الٰہی نص صریح ہوتی تو ہوا داران جناب امیر بالضرور اسکو آپکے
ساتھ دینے کے لئے اپنے حق پر ہونیکے ثبوت میں پیش کرتے اور کہتے کہ ہم جو انکا ساتھ دیتے ہیں وہ صرف
پیغمبر خدا صلعم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اور انکے ہمراہ ہوکر اپنی جانیں قربان کرتے ہ
ہیں وہ اسی لئے ہے کہ پیغمبر خدا نے جنپر ہم ایمان لائے اور جنھوں نے ہمکو ہدایت کی اونکے حکم کو
پورا کرتے ہیں اور اونکے مقرر کئے ہوئے امام کے ساتھ دیتے ہیں اپنا اسلام اور ایمان دکھاتے ہیں اس
حضرت علی کے استدلال کو اور قوت ہوتی اور ایک ایسے گروہ کثیر کی بات کے انکار پر امیر
معاویہ کو جرأت نہوتی۔ یہیں ایسے استدلال کو چھوڑنا اور جھوٹی اور غلط باتوں کو سند میں پیش کرنا
درحقیقت جناب امیر کی عصمت بلکہ صداقت میں شک پیدا کرنا ہے۔ بالفرض تو اوسکا موقع
اور محل ہی کیا تھا اس لئے کہ اگر وہ روایتیں حضرات امامیہ کی صحیح ہیں جنمیں صحابہ کی برائیاں بہ تصریح
اور بالخصوص الاشہاد جناب امیر نے بیان کیں تو پھر معرفت کسکا تھا کہ جھوٹی اور غلط تعریفیں صحابہ
کی کرتے اور مہاجرین و انصار کی شان میں ایسے فقرات تعریف کے لکھتے۔ غرضکہ اگر عقل سلیم کو
دخل دیا جاسے تو اسمیں کچھ شبہہ نہیں رہتا کہ جناب امیر بھی خلافت کو غیر منصوص سمجھتے تھے۔ اور
مہاجرین و انصار کبھی اونکے مخالف نہ تھے۔ اور خلافت مہاجرین و انصار اور اہل حل وعقد کے
اتفاق پر مبنی تھی۔ جبکہ آپ کا وقت آیا مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کو
خلیفہ قرار دیا اور آپکی مدد واعانت میں کوئی دقیقہ سعی و کوشش کا اوٹھا نہ رکھا۔ اور اسی سے
ہر غیر متعصب منصف اس باتکو تسلیم کریگا کہ اگر لوگوں نے آپ کا حق چھینا اور فدک کو غصب اور
حضرت فاطمہ پر ظلم وستم کیا ہوتا تو بلاشبہہ حضرت امیر مقابلے اور مقاتلے پر آمادہ ہوتے۔ اور
وہ لوگ جنھوں نے آپ کی خلافت میں آپ کا ساتھ دیا ضرور آپ کے ساتھ ہوتے۔ اور جس طرح

امیر شام کے مقابلہ مین اپنی جانین علی مرتضی پر قربان کین اوس سے بڑھکر حضرت فاطمہ کا ساتھ دیتے اور اونپر ظلم وستم کرنیوالونسے مقابلہ کرتے ۔ اور اپنی محبت اہل بیت کے ساتھ دکھاتے ۔ اور اس سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ روایتین جنمین ظلم وستم کے واقعات نہایت مبالغے سے بیان کیے گئے ہین بے اصل اور غلط ہین ۔

علاوہ اون امور کے جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا یہ بات بھی بہت غور کرنیکے لائق ہے کہ صحابہ کے دو بڑے گروہ تھے ایک مہاجرین دوسرے انصار ۔ مہاجرین کی نسبت حضرات شیعہ کہتے ہین کہ اونھین جناب امیر کے ساتھ اس لئے عداوت تھی کہ اونکے عزیز و قریب اکثر جہادون مین حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے ۔ اور اسی بات کا رنج اون لوگون کے دلونمین چلا آتا تھا اسی لئے مہاجرین نے آپ کا ساتھ نہ دیا اور آپکے حقوق غصب کرنیوالون کے ساتھ ہوگئے ۔ یہ بات بھی اون کے ہنسنے کے لائق ہے اس لئے کہ اول تو تنہا حضرت علی مرتضی ہی جہاد کرنیوالون مین نہ تھے ۔ اور نہ صرف ایک اونھون ہی نے سب لوگونکو قتل کیا تھا ۔ بلکہ خود مہاجرین نے اپنے عزیزون اور قریبون کو چھوڑ دیا تھا اور پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جہادونمین شریک ہوکر اپنے خویش واقارب کے قتل کرنے مین دریغ نہ کیا تھا ۔ علاوہ برین جو کچھ حضرت علی نے کیا اور جنکو جہادون مین مارا وہ سب پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے کیا ۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ مہاجرین سب سے زیادہ جناب سرور کائنات سے عداوت رکھتے اور اونھین کی رسالت کے منکر ہوتے ۔ نہ یہ کہ پیغمبر خدا پر تو اپنی جانین نثار کرتے اور شمع نبوت پر پروانہ وار قربان ہوتے رہتے ۔ اور حضرت علی سے جنھون نے صرف پیغمبر خدا کے حکم سے اور اونکی مدد کے لیے مہاجرین کے خویش و اقارب کو قتل کیا عداوت رکھتے ۔ اسکے سوا اگر حضرت علی نے قتل بھی کیا تو مہاجرین کے خویش و اقارب کو کیا تھا ۔ انصار کے گروہ مین سے تو کوئی ایسا نہ تھا جسکے عزیز اور رشتہ دار ونکو حضرت علی نے قتل کیا ہو

پہر اونکو آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کا کیا سبب ہے کیونکہ جو علامت عداوت کی بیان کیجاتی ہے وہ انصار میں موجود نہ تہی۔ بلکہ انصار کا وہ معزز فرقہ ہے کہ جسکو اپنی وفات کے اخیر وقت تک جناب پیغمبر صلعم چاہتے رہے اور اونکی نصرت و مدد کا شکریہ ادا فرماتے رہے یہانتک کہ آپنے انصار کی شان میں فرمایا کہ یہ میری عیال و فرزند ہیں اور اونکے ساتھ نیکی کرنے اور اچھی طرح پیش آنیکی آخری دم تک وصیت فرمائی۔ ایسے لوگ تو جناب امیر کے ساتھ خاص محبت اور ایک خصوصیت ہونی چاہیے تہی نہ کہ دشمنی اور عداوت۔

کیا حضرات امامیہ اپنے بہائیوں اون روایتوں کو ملاحظہ نہیں فرماتے جنمیں انصار کے فضائل اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت پیغمبر خدا صلعم فرمائی ہے۔ در تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان طبرسی ہی اوٹھاکر دیکھئے کہ اوسمیں خود مفسرین امامیہ نے کیا لکھا ہے۔ یہ موقع نہیں ہے کہ میں تمام روایتیں اسکے متعلق بیان نقل کروں صرف ایک روایت منہج الصادقین کی بیان کرتا ہوں۔ مفسر منہج الصادقین آیہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حنین و اوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلعم نے مؤلفۃ القلوب کو حصہ دیا اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم۔ اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوئے اور بعض کہنے لگے کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا اور ہمکو محروم کیا۔ آنحضرت صلعم کو اسکے سننے سے نہایت رنج ہوا اور انصار کو جمع کرکے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پہ تہے خداوند تعالی نے میرے واسطے سے تمکو اوس سے نجات دی کیا یہ سچ نہیں ہے۔ سب نے کہا یا رسول اللہ یہ سچ ہے۔ اسیطرح آپنے چند اور باتیں فرماکر یہ کہا کہ تم بہی اسکے جواب میں کہسکتے ہو کہ میں تنہا آیا تہا اور تمنے میری مدد کی اور میں خائف تہا تمنے امان دی۔ اور لوگ میری تکذیب کرتے تہے تمنے تصدیق کی۔ انصار یہ بات سنکر رونے لگے اور ہائے ہائے کرنے لگے اور پیغمبر خدا کے پاؤں پہ گر کر

[illegible] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع [illegible]

کہنے لگے کہ یارسول اللہ تن وجان ومال ہمارا آپ پر قربان ہے۔ ہمارا مال بھی آپ کے اختیار مین ہے اگر آپ چاہین اپنی قوم کو عطا فرمائین۔ اور جو کچھ آپکی نسبت ہم لوگون مین سے بعض نے کہا ہے وہ بے ادب اور ادنی درجے کے لوگ ہین اور اب وہ توبہ کرتے ہین آپ اونکے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اوٹھایا اور فرمایا اللہم اغفر للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار یا معشر الانصار اما ترضون ان ینصرف الناس بالشاۃ والنعم وفی سہمکم رسول اللہ قالوا بلی یارسول اللہ یعنی شما راضی نیستید کہ مردمان بازگردند و نصیب ایشان گوسفند وچارپاے باشد ودر نصیب شما رسول خدا باشد گفتند بلی رضینا یا اللہ قسمۃ و برسولہ نصیبا ثم قال الانصار کرشی[1] وعیبتی لو سلک الناس وادیا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار یعنی انصار سر من اند وخواص من اند اگر مردمان بوادی سلوک کنند وانصار شعبی من بطریق انصار سلوک کنم (صفحہ ۱۰ جلد دوم مطبوعہ ایران) ماحصل اسکا یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے انصار سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہین ہو کہ اور لوگون کے حصے مین مویشی اور بکریان ہون اور تمہارے حصے مین خدا کا رسول۔ انصار کہنے لگے کہ ہان ہم راضی ہین خدا سے اور اوسکے رسول سے۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ انصار میری عیال و فرزند اور صاحب اسرار ہین اگر لوگ کسی ایک راستے پر چلین اور انصار دوسرے راستے پر تو مین اوسی راہ پر چلونگا جس پر انصار چلے ہون۔ اور مجمع البیان طبرسی مین اسی روایت مین یہ الفاظ اور بیان کئے گیے ہین کہ بعد اسکے آپنے فرمایا ولولا الہجرۃ لکنت امرأ من الانصار اللہم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار فبکی القوم حتی اخضبت لحاھم کہ اگر ہجرت نہوتی تو مین بھی ایک آدمی منجملہ انصار کے ہوتا اور پھر آپ نے یہ دعا کی کہ خدایا رحم کر انصار پر اور اونکے بیٹون اور پوتون پر یہ سنکر انصار رونے لگے یہانتک کہ اونکی ڈاڑھیان تر ہو گئین —

اور احتجاج طبرسی مین ابو المفضل محمد بن عبد اللہ شیبانی سے یہ روایت ہے کہ پیغمبر خدا

[1] کرش عیال و فرزندان خرد و عیال [illegible] کرش [illegible] عیبہ [illegible] شعب [illegible] منتخب اللغات

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے قریب مرض کی حالت میں فضل بن عباس اور اونکے غلام ثوبان پر سہارا لگائے ہوئے نماز کے لئے آئے اور پھر نماز کے مکان کو واپس تشریف لے گئے اور ثوبان سے کہا کہ تم دروازہ پر بیٹھے رہو اگر کوئی انصار میں سے آوے تو اونہیں اندر آنے سے منع کرنا۔ اور پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اتنے میں انصار آئے اور کہا کہ ہم پیغمبر خدا کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ جب ثوبان نے جواب دیا کہ آپ پر اسوقت غشی طاری ہے اور ازواج مطہرات آپ کے پاس ہیں یہ سنکر انصار رونے لگے۔ جب رسول خدا نے اونکے رونے کی آواز سنی پوچھا یہ کون لوگ ہیں جواب میں عرض کیا گیا کہ انصار ہیں آپ یہ سنکر علی و عباس پر سہارا لگا کر باہر تشریف لائے اور یہ خطبہ فرمایا معاشر الناس انہ لم یمت نبی قط الا خلف ترکۃ وقد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ واہل بیتی فمن ضیعہم ضیعہ اللہ الا فان الانصار کرشی وعیبتی التی اوی الیہا وانی اوصیکم بتقوی اللہ والاحسان الیہم فاقبلوا من محسنہم وتجاوزوا عن مسیئہم۔ یعنی اے لوگو کسی نبی نے دنیا سے انتقال نہیں کیا جسنے کچھ ترکہ نہ چھوڑا ہو میں تمھارے واسطے ترکے میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو جو اونہیں چھوڑ دیگا اللہ اوسے خراب کر دیگا اور خبردار یہ انصار میرے عزیز اور میرے چھوٹے بچوں کی موافق ہیں اور میرے بھید کے لوگ اور میرے محرم اسرار ہیں تمکو اللہ سے خوف اور اونکے ساتھ نیکی کرنیکی وصیت کرتا ہوں جو انمیں نیک ہیں اونکی نیکی قبول کرو اور جنسے خطا ہو اونسے درگذر کرو۔ یہ آپ کے آخری الفاظ ہیں جو شان میں انصار کے فرمائے۔ افسوس ہے اون لوگوں پر کہ جو پیغمبر خدا کو خدا کا رسول سمجھیں اور اوسپر ایمان لانے کا دعوی کریں اور ان کلمات کو آپکی زبان مبارک سے خود ہی نقل فرماویں اور انصار کی شان میں ایسی وصیت پیغمبر خدا کیطرف سے بیان کریں اور پھر اونکو مرتد اور دشمن اہل بیت اور خارج از دائرۂ ایمان قرار دیں۔ کیا کوئی آدمی ایک لحظہ کے لئے مان سکتا ہے کہ یہ گروہ انصار کا جنکو رسول خدا نے اپنے عیال

اور فرزندان اوسکو اپنا جو وہ جناب امیر سے عداوت رکھیں گے اور بالآخر جب اونکا ساتھ چھوڑ کر وہ دوسرں کے شریک ہو جائینگے۔ اور بعض علی منکر اپنے گروہ میں سے سعد بن عبادہ کو امام بنانے کا ارادہ کرینگے۔ اور جناب امیر کی شان مین جو نص علی کی اوسے ایسا بھلا دینگے کہ کسی وقت اوسکا ذکر بھی زبان پر نہ لاوینگے اور اوسے ایسا نسیاً منسیاً کر دینگے کہ کبھی موقع پر اوسکا خیال نہ رکھیں۔ حاشا ثم حاشا

اس کے جواب مین قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق مین یہ فرمایا ہے کہ انصار نے حضرت علی کی شان مین جو نص ہے اوسے سنا تھا اور تبھی وسکا ذکر کیا تھا لیکن اونھون نے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین اوسے ابوبکر پر پیش نہ کیا اوسکی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ ابوبکر کے دوست تھے انہون نے لوگون کے دلون مین ڈالدیا تھا اور وہ یہ تھا کہ علی نے خلافت کا خیال چھوڑ دیا ہے اور وہ گھر مین بیٹھ رہے ہین۔ اور اون لوگون نے جو علی سے منحرف تھے اوس وقت جبکہ آپ رسول خدا کی تجہیز و تکفین مین مشغول تھے اونکے دلون مین یہ بات جما دی کہ آپ پر آنحضرت کی وفات کی مصیبت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ آپنے خلافت کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اور آپ نے خانہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ بشیر بن ثابت انصاری آیا اور اوسنے جو علی کا حال سنا تھا وہ اپنی قوم سے کہا اور یہ بھی ذکر کیا کہ خلافت کے لئے کوئی ہونا چاہیے۔ اور علی کے سوا کوئی قریشی ایسا نہین جو اسکے لائق ہو۔ اوسوقت انصار کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ اوسپر بلا زیادہ ہو جاے اور خلافت کا متولی کوئی ایسا شخص قریشی ہو کہ اونسے جاہلیت کے خونون اور بدر کے کینون کا بدلا لے۔ اس خیال سے وہ سعد بن عبادہ سردار انصار کے پاس آے۔ اور سقیفہ مین آکر اونسے خلافت کے قبول کرنیکے لئے کہا۔ سعد نے بوجہ علی کے موجود ہونیکے انکار کیا اور یہ کہا کہ وہی اللہ و رسول کیطرف سے منصوص بالخلافت ہین۔ قریش نے یہ بات سنی اور ابوبکر کیطرف رجوع کی اور انصار سے طوعاً و کرہاً ابوبکر کی بیعت کے لئے التماس کیا۔ تب انصار نے کہا کہ

جب تم اللہ و رسول کی نفس کو ترک کیے ہوتے ہم ہیں اور قرشیین انّی من الی طالب کے بعد کوئی اور اولی
نہیں اسلئے ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے۔ ابوبکر اور اونکے یاروں نے اس سے انکار
کیا اور یہ حدیث بیان کی کہ امام قریش ہی میں سے ہونگے۔ الی آخر القصہ۔ اور علامہ ابو السعادات نے
شرح دعاء صنمی قریش میں یہ روایت کی ہے کہ سقیفہ کے دن ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ ہر ایک اپنے
لئے امارت چاہتا اور بظاہر دوسرے کا نام لیتا تھا۔ انصار نے انکار کیا اور باصرار تمام اونکی
مخالفت کی اور رسول اللہ نے علی کے باب میں اور اونکی امامت کے لئے جو کچھ نصوص قطعیہ بیان
فرمائی تھیں اوس سے احتجاج کیا اور کہا رسول اللہ نے اونکو حکم دیا ہے کہ امارت مومنین کی علی کے
سپرد کریں۔ ابوبکر نے کہا کہ ہاں ایسا ہی تھا لیکن رسول اللہ نے اپنے اس قول سے اوسے منسوخ فرما دیا
ہے کہ ہم وہ اہل بیت ہیں کہ خدا نے ہمکو نبوت سے سرفراز کیا اور دنیا کو ہمارے لئے ناپسند فرمایا
اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے نبوت اور خلافت کو جمع نکریگا۔ عمر و ابو عبیدہ نے اونکی تصدیق کی
اور علی کے گھر میں بیٹھ رہنے اور تجہیز و تکفین میں مشغول رہنے کی یہی وجہ بیان کی کہ علی جانتے
ہیں کہ خلافت اونسے محول ہو چکی ہے۔ پھر انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر انتہی۔

ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار جناب امیر کے مخالفین میں سے نہ تھے نہ خود خلافت
کے خواہان۔ اور جو ارادہ سعد بن عبادہ نے کیا تو وہ صرف دعوی تھا اور علی کی نسبت جو نص
اونھوں نے سنی تھی اوسے اونھوں نے چھپایا نہیں تھا۔ بلکہ اوسے سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش
کیا تھا اور اوس سے جناب امیر کی خلافت کا استحقاق بتایا تھا۔ گر جب اونکو یہ دھوکا دیا گیا
کہ علی نے فرط غم سے خلافت کا ارادہ چھوڑ دیا ہے تب اونھوں نے کہا کہ ایسی حالت میں ہم کسی
دوسرے قریش کی امامت منظور نہ کرینگے۔ اور اسی لئے مجالس المومنین میں اوس و خزرج
دونو قبیلہ انصار کو خاص شیعیان علی میں سے شمار کیا ہے اور سعد بن عبادہ مدعی امامت کو

جناب امیر اور اونکی اولاد امجاد کے مخلصین خاص مین داخل فرمایا ہے جیسا کہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال ایشان از غایت اشتہار حاجت باظہار ندارد و اخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد و امجاد او نسبت بحضرت علیہ مرتضویہ غایت ظہور دارد — لیس اگر حضرت علی در حقیقت مقابلے و مقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لیے غاصبین کی مدافعت چاہتے تو کیا انصار اونکی اعانت نکرتے اور اونکا ساتھ نہ دیتے —

انصار کی کیفیت اور اونکے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جسکو ہم حضرات امامیہ کی سوانحون سے دکھا چکے — رہا دوسرا گروہ قریش کا جنمین مہاجرین داخل ہین اور جنکو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونوں سے خارج سمجھتے ہین خصوصا حضرات شیخین اور اونکے خاص معاونین کو — اونکی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوے اور اونکے زمانہ خلافت مین اسلام نے بہت ترقی کی اور انہین کے عہد مین بہت کثرت سے جہاد ہوے — اور اونہین کے ہاتھون کسری اور قیصر کے ملک مسلمانون کے ہاتھ آگئے — یہ وہ واقعات ہین کہ انکا کوئی انکار ہی نہین کرسکتا — فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہین کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد — اور جو کچھ انکے زمانے مین ہوا اوس سے اونکا ایمان و اسلام ثابت نہین ہوتا — بہت سے دنیادار اور ظالم بادشاہ ہوے ہین کہ باوجود اونکے فاسق و فاجر ہونیکے مسلمانون کو فتح ہوی — اور کفار کے ملک مین اسلام پھیلا — اسلئے اونکی لڑائیان مثل اور دنیاطلب بادشاہون کے دنیاوی لڑائیون مین داخل ہین نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ مین — اور ہم اہل سنت وجماعت اونکے جہاد اور فتوحات کو اونکی خلافت کی حقیت کی دلیل سمجھتے ہین اور یہ بموجب خدا کے اوس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ان فتوحات کو

خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کیے گئے ہیں۔ اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی
مستند اور معتبر کتابوں اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد و حکم ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ
کا۔ اوسکے لیے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے تمام شبہات حضرات امامیہ کے جو
نسبت خلفاء راشدین کے ہیں ہوا منتشر ہو جاتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال مستحسن
سے مستحسن ہونیکا ثبوت ملتا ہے کہ اوسکا کوئی معقول جواب ہی نہیں دیسکتے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ فروع
کافی میں باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا یجب میں ابو عمرو زبیری نے امام جعفر
صادق سے روایت کی ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ خدا کیطرف بلانا اور اوسکی راہ میں جہاد کرنا
کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اوسکا مجاز ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں وہ
ایک خاص لوگوں سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ہے میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ
ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جنمیں وہ شرائط موجود ہوں جو خدا نے جہاد میں اور دعوت الی اللہ
کے مقرر فرمائے ہیں جسمیں وہ شرائط نہ پائے جائیں نہ اوسے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے نہ وہ
جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ماذون ہے۔ تب میں نے کہا کہ اون شرائط کو بیان فرمائیے آپ نے
فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اوسکے درجے مقرر کیے ہیں۔ اول خدا تعالی نے اپنی طرف اس دعوت کا
بیان فرمایا ہے کما قال وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ بعد اوسکے پیغمبر خدا صلعم کو
دعوت کے لیے ارشاد کیا کما قال اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کیطرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اون سے
اچھے طریقے سے۔ پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہوں اور امر بالمعروف اور نہی
منکر کرتے ہوں کما قال وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

عن المنکر و اولئک ہم المفلحون۔ یعنی تم میں سے ایسے لوگ ہونا چاہیئیں کہ بھلی بات
کی دعوت دیں اور اچھی بات کا حکم کریں اور بری بات سے منع کریں۔ اور یہی لوگ فلاح کو پہنچنے
والے ہیں۔ پھر اس امت سے اون لوگوں کو ماذون بدعوت فرمایا ہے جو ذریت ابراہیم اور ذریت
اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوں حرم کے رہنے والے نہیں ہیں جنہوں نے سوا اللہ کے کبھی کسی کی عبادت
نہ کی ہو۔ اور جنکی نسبت فرمایا ہے اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا۔ اونسے نجاست
کو دور کیا اور اونکو خوب پاک کر دیا۔ بعد اسکے ذریت کے اتباع کرنیوالوں کو دعوت کا اذن
دیا گیا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنکی نسبت خدا نے فرمایا ہے محمد رسول اللہ والذین
معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ
ورضوانا سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ذلک مثلہم فی التوراۃ ومثلہم فی الانجیل
یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اونکے ساتھ ایمان لائے ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس
میں نرم ہیں۔ تو اونکو رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہے کہ وہ اوس سے اللہ کا فضل اور اوسکی رضا
چاہتے ہیں۔ سجدوں کے اثر سے اونکی پیشانی پر نشان ہیں۔ یہ مثل ہے اونکی توریت و انجیل میں۔
پھر اون مومنین کی صفت بھی بیان کی تاکہ جو لوگ اوس صفت سے موصوف ہوں اون میں
شامل ہونیکی توقع کریں۔ اور وہ صفت یہ ہے الذین ہم فی صلاتہم خاشعون والذین ہم
عن اللغو معرضون والذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر کہ وہ لوگ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں اور
لغو بات سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں شامل کرتے ہیں۔ پھر
اون لوگوں کو اسمیں داخل کیا جو ان مومنین کی سی صفات رکھتے ہوں کما قال ان اللہ اشتری
من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون
ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا

بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یعنی اللہ نے مومنین سے اونکی جانیں اور
مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں قتل ہوں اور مارے جاویں۔ یہ
خدا پر وعدہ سچا جو توریت وانجیل وقرآن میں مذکور ہے۔ اور کون ہے اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا
پورا کرنیوالا تو تم اپنی اوس بیع سے جس کا تم نے اوس سے معاملہ کیا ہے بشارت حاصل کرو اور یہی ہے بڑی
مراد کو پہونچنا۔ جب آیۃ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ نازل ہوئی تو ایک آدمی
نے کھڑے ہو کر پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص تلوار لیکر جہاد میں لڑے یہانتک کہ مارا جاوے
گو وہ مرتکب محرمات ہوا ہو یا وہ بھی شہید ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔ اوسوقت خدا نے یہ آیۃ نازل کی
اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
پھر آپ نے اسکی تفسیر فرمائی کہ شہادت اور جنت کے لائق گناہوں سے توبہ کرنے والے اور سوا
خدا کے دوسرے کی عبادت سے الگ رہنے والے اور تنگی وفراخی میں خدا کے شاکر اور روزہ
رکھنے والے اور برابر نماز پنجگانہ پڑھنے والے اور امر معروف اور نہی منکر بجا لانے والے اور یہی
لوگ مبشر بشہادت وجنت ہیں۔ پھر خدائے عزوجل نے خبر دی کہ جہاد کا حکم نہیں دیا گیا مگر اونہیں
لوگوں کو جنہیں یہ شرائط پائے جاتے ہوں اور فرمایا اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا
وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۨالَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ
کہ اجازت دیگئی اون کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ اونپر ظلم کیا گیا اور یہ کہ اللہ اونکی
مدد دینے پر قادر ہے وہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے شہروں سے ناحق نکالے گئے اس قصور پر کہ وہ
کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ واسطے خدا اور رسول
اور اتباع رسول کے ہے۔ اور جو کچھ کہ دنیا میں مشرکین وکفار اور ظالمین وفاجرین کے ہاتھ میں ہے

وہ سب مومنین کے لئے ہے۔ اور جہاد کی اجازت اون مومنین کو جو موصوف ان شرائط سے ہون
نہین دیگئی مگر اونہین کو جو مظلوم ہون اور مظلوم نہین ہوتا مگر مومن۔ اور مومن نہین ہوسکتا
مگر وہ جو جامع ہو اون شرائط کا جو مجاہدین کے لئے قرار دیے گئے ہین۔ اور جبکہ آیہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ
یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا نازل ہوئی تو اون لوگون کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ
مین نے امام سے پوچھا کہ مہاجرین نے اہل مکہ سے لڑنے کی اجازت اسلئے پائی کہ وہ ظلم کئے گئے
تھے۔ مگر وہ کسری اور قیصر اور دیگر مشرکین کے جہاد پر کیون متوجہ ہوے۔ امام نے جواب
دیا کہ اگر اتنی ہی اجازت ہوتی۔ تو وہ کسری اور قیصر پر جہاد کبھی نہ کرتے۔ اس لئے کہ اونھون نے
کچھ مہاجرین پر ظلم نکیا تھا بلکہ ظالم تو اہل مکہ تھے اور اگر فقط اذن مہاجرین سے ہوتی تو متاخرین اس
حکم سے خارج رہتے اس لئے کہ متاخرین کے وقت نہ ظالمین مکہ مین سے کوئی رہا نہ مظلومین مین سے
یہ بات وہ نہین ہے جو تم سمجھے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین دو طرف سے مظلوم ہین ایک اہل مکہ
سے دوسرے کسری اور قیصر سے کیونکہ سلطنت مہاجرین کا حق تھا پس مہاجرین کا جہاد کسری
و قیصر پر بھی خدا کے حکم سے تھا۔ اور اسی دلیل سے ہر زمانے کے مومنین جہاد کرسکتے ہین۔ لیکن اذن
جہاد اونہین لوگون کو ہے جو جامع شرائط ہون تاکہ ایمان اور مظلوم اور ماذون ہونا پایا جاے۔ اور
جو ایسا نہین ہے وہ ظالم ہے نہ مظلوم نہ ماذون نہ مجاہد۔ بلکہ مومنین مامور ہین کہ اوس سے قتال کرین۔
انتہی ملخصا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسری و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا اور مہاجرین
جنھون نے جہاد کیا وہ ماذون من اللہ تھے۔ اور اس حدیث مین یہ بیان بھی کردیا گیا ہے کہ ماذون
بجہاد نہین ہوتے مگر وہ مومنین جو متصف بصفات اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ
السَّآئِحُوْنَ الخ کے ہون۔ اور جبکہ مہاجرین کسری و قیصر کے جہاد پر ماذون من اللہ تھے تو امام کے بیان
سے اونکا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثبوت ایسا ہے کہ اس سے انکار ہی نہین

ہوسکتا۔ اسلئے کہ اس سے کہ ہمارا مدعا نہیں کہ سکتا کہ مہاجرین کسریٰ و قیصر پر جہاد کرنے والے تھے۔
اور اس سے یہ بھی لازم نہیں ہوتا کہ امام نے جس جہاد کو بإذن من اللہ فرمایا وہ اونکی وجہ اور دلیل
بیان کی۔ اگر انکا جہاد بلا اذن خدا ہوتا تو اوس کے سوال کے جواب میں امام یہ فرماتے کہ جہاد
مخالف دین وہ لوگ جہاد کے لئے ماذون تھے۔ برعکس اسکے امام نے انکا ماذون من اللہ ہونا
اور ماذون من اللہ ہونیکی دلیل وما دوما وہ اعتقاد بیان کی۔ اور چونکہ ماذون من اللہ
جہاد کے لئے نہیں ہوسکتے الا وہ لوگ جو ایمان اور اعمال حسنہ کے جامع ہوں اس لئے منطقی نتیجہ
صاف نتیجہ نکلا کہ امام نے ان مہاجرین کو جنہوں نے کسریٰ و قیصر پر جہاد کیا تھا مومن اور صالح
مثل انکا جہاد قرار دیا۔

اس حدیث کے جواب میں علماء امامیہ کو نہایت دقت پیش آئی اور کچھ جواب اسکا بن
نہیں آیا۔ مجتہد صاحب تشیید المبانی میں بجواب مولوی حیدر علی صاحب کے اس حدیث کے متعلق
فرماتے ہیں کہ نہایت آنچہ ازین حدیث ظاہر می شود این ست کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسریٰ و قیصر
بودند و حقیت خلافت خلفا ازان ہرگز استفادہ نمی شود زیرا کہ در احادیث معتبرہ اہل سنت وارد شدہ
کہ جناب رسالت مآب صلعم از تسلط خلفاء جور دادہ امر باطاعت آنہا نمودہ انتہیٰ۔ یعنی اس
حدیث سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مہاجرین کسریٰ و قیصر کے جہاد کے لئے ماذون تھے مگر
اس سے خلفا کی خلافت کی حقیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سنیوں کی حدیثوں میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے
خلفاء جور کے تسلط کی خبر دیکر اونکی اطاعت کا حکم فرمایا تھا۔ اس جواب سے اتنا تو ثابت ہوا کہ
جناب مجتہد صاحب کو اس حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہے نہ اوسکے مضمون میں کچھ فرق ہے
اور ہمارے مقصود کے لئے یہی کافی ہے۔ آیندہ ناظرین حدیث خود غور کرکے اس کا تصفیہ
کرسکتے ہیں کہ مجتہد صاحب کے جواب سے ہمارا دعوی جو اس حدیث کی دلیل پر مبنی ہے ٹوٹتا ہے

ہوتا ہے یا باطل۔ اور چونکہ اونھون نے کوئی جواب اسکا نہ پایا۔ نہ مہاجرین کے کسری و قیصر پر
جہاد سے انکار کر سکے نہ اونکے ماذون من اللہ ہونے پر اعتراض فرما سکے۔ اور نہ ماذون من اللہ ہونے
کے لئے جو شرائط امام نے فرمائے اونکے انکار کی جرأت کر سکے۔ جب کوئی راستہ نہ ملا تو اہل سنت کی کتابون
کی طرف رجوع کرنے لگے۔ مگر اس سے مقصود حدیث کا مطلب کیونکر باطل ہو سکتا ہے۔ ما نحن فیہ مین
یہ بحث نہین ہے کہ سنیونکی روایتون کے مطابق خلفا راشدین خلفاء جور تھے یا خلفاء برحق۔ بلکہ
بحث طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث سے اون مہاجرین کا جنھون نے کسری و قیصر پر جہاد کیا ماذون
من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونیکی وجہ سے اونکا صاحب اعمال صالحہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین۔
اور اس ثبوت کی تردید نہین ہو سکتی جب تک دو بدیہی باتون سے انکار نکیا جاوے۔ ایک مہاجرین
کے جہاد کرنے سے کسری اور قیصر پر دوسری امام کے اس ارشاد سے کہ مہاجرین جہاد کے لئے
ماذون من اللہ تھے۔ اگر حضرات امامیہ کو یہ جرأت ہو کہ وہ فرما سکین کہ جہاد مہاجرین نے نہین
کیا۔ نہ کسری اور قیصر کا ملک مہاجرین کے قبضہ مین آیا بلکہ اونپر جہاد کرنیوالے ایران کے شیعہ
یا کلمہ گونکے مومن تھے تو خیر ہم خود اپنے دعوی کی غلطی تسلیم کر لینگے۔ یا یہ کہ سکین کہ امام نے
مہاجرین کو ماذون من اللہ ہونا نہین بیان کیا بلکہ ممنوع من الجہاد ہونا فرمایا تھا تب بھی ہمارا دعوی
اور ہماری دلیل دونو باطل ہو سکتی ہین واذ لیس فلیس

چونکہ مجتہد صاحب بھی اسے خوب سمجھ گئے تھے کہ اونکا جواب نہایت کمزور ہے اس لئے جناب
نے اس حدیث کا ایک اور جواب دیا ہے اس سے بھی زیادہ عمدہ اور زیادہ مدلل اور ناقابل تردید
ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ جہاد بمشورہ و مرضی مبارک جناب امیر کے ہوا تھا پس گویا ماذون بجہاد
جناب امیر تھے اور اونھین کے اذن سے مہاجرین نے کسری و قیصر پر جہاد کیا تھا ہم بھی اس
جواب کی داد دیتے ہین۔ اور تاکہ دیکھنے والونکو ہماری طرف سے بدگمانی نہو اور جناب مجتہد صاحب

کی طرف ایسے پاکیزہ جواب دینے میں کوئی شبہہ نہیں ہے ہم اُس عبارت تشیید المبانی کی لکھتے ہیں اور وہ
یہ ہے۔ و دیگر تقریری دیگر است کہ از مجموع آن بہ ظہور رسد آن این است کہ خلیفہ ثانی بلکہ خلفا ثلاثہ چون برای
العین مشاہدہ نمودہ بودند کہ جناب ولایت مآب افضل و اعلم صحابہ است لہذا در اکثر امور عظام مثل جہاد
و اجرای حدود و غیرہ بطریق مشورہ مرضی مبارک جناب امیر دریافت می نمودند چنانچہ این امر بر متتبع تواریخ و سیر
ظاہر و روشن است و کلام صدق نظام خلیفہ ثانی لولا علی لہلک عمر و معضلۃ لا ابا حسن لہا
کہ در کتب معتبرہ اہل سنت وارد شدہ نیز دلالت صریح بران دارد و در خصوص جہاد فارس فاضل دہلوی
نیز تصریح نمودہ کہ خلیفہ ثانی با آن حضرت مذکور ساختہ پس بہرین تقدیر ماذون بودن مہاجرین و انصار بجہاد
جہاد فارس و شام وغیرہ مستغنی عن البیان است و آنچہ جناب امام جعفر صادق ؑ در باب اذن آنہا فرمودہ
بسبب اذن دادن جناب امیر بود نہ بسبب حقیقت خلافت ثلاثہ۔ انتہی

جناب قبلہ و کعبہ کے جواب سے بجائے اسکے کہ ہمارا دعوی ضعیف ہو اور قوی ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ
منطق کی شکل اول ہے اس حدیث کا صغری اور کبری یہ ہوتا ہے کہ مہاجرین ماذون بجہاد تھے۔ اور
ماذون بجہاد نہیں ہوئے مگر وہی لوگ جو جامع شرائط ایمان اور مورد آیہ التائبون العابدون
الحامدون الخ کے ہوں پس اس کا نتیجہ نکلا کہ مہاجرین مومن اور جامع شرائط اور داخل زمرۂ التائبون
العابدون الحامدون کے تھے۔ وھذا ھو المقصود اگر جناب قبلہ و کعبہ اس حدیث سے انکار
فرماتے یا اسکے جواب میں یہ کہتے کہ مہاجرین ماذون من اللہ نہ تھے تب البتہ ہمارا دعوی باطل ہوتا۔
مگر مولانا ممدوح نے اس بات کو کہ مہاجرین ماذون من اللہ تھے خود تسلیم کیا بلکہ اوسے اور قوی
کر دیا۔ اسلئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ جناب امیر کی طرف سے ماذون تھے اسلئے کہ خلفا ایسے معاملات میں
جناب امیر سے مشورہ لیتے اور آپکی مرضی مبارک دریافت کرتے تھے اس لحاظ سے خلفا کا اذن در پردہ بلکہ
درحقیقت اذن جناب امیر تھا اور جناب امیر کے اذن کو خدا کا اذن سمجھنا چاہیے اسلئے کہ اگر مہاجرین

جامع اون شرائط کے ہوں جو مجاہدین کے لئے ضروری ہیں تو حضرت امیر اونکو جہاد کا اذن دیتے اور صلاح اور مشورہ اپنے والوں سے علیحدہ رہتے اور اونکے جہاد کو فتنہ و فساد اور اونکو فتنین کا وجہ الفتال سمجھتے جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے۔

اور جناب قبلہ و کعبہ کا یہ ارشاد کہ اس سے خلافت ثلاثہ کی حقیت ثابت نہیں ہوتی نہایت حیرت انگیز ہے اس لئے کہ جو لوگ اون شرائط کے جامع ہون جو اس حدیث میں مذکور ہیں یعنی ایمان میں کامل اور اعمال حسنہ سے متصف اور التائبون العابدون الحامدون میں داخل تو بالضرور وہ خدا اور اوسکے رسول کی مرضی پر چلنے والے ہونگے۔ اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور اونکو مدد دینا اور اونکے مخالفین اور اعدا سے بیزار رہنا اونکا فرض ہوگا۔ اور یہ فرض اوسیوقت پورا ہوتا ہے جبکہ ہمارے اعتقاد کے موافق خلفاء ثلاثہ اگر مہاجرین سے افضل نہ مانے جاوین تاہم کم سے کم اونکی برابر اور اونکے زمرے مین تو ضرور محسوب ہوں۔ ورنہ کیا وہ لوگ جو ایمان اور حسن اعمال میں کامل ہون ایسے شخصون کی سرداری اور امامت کو تسلیم کرینگے جو ایمان سے بے بہرہ اور حسن عمل سے بے نصیب اور منافقین اور مرتدین میں داخل اور اہل بیت کے دشمن اور اونکے حقوق کے غاصب اور بضعہ رسول کے ایذا دینے والے ہون۔ ایسے لوگونکی اطاعت تو وہی لوگ کرینگے جو کہ اونکی طرح منافق یا مرتد اور ایمان سے بے بہرہ ہون اور چونکہ اس حدیث نے مہاجرین کا جہاد کے لئے ماذون من امیر المومنین و من اللہ ہونا ثابت کردیا اور ماذون من اللہ ہونے سے اونکے ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ کا ثبوت ہوگیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف اور التائبون العابدون الحامدون میں داخل تھے۔ والحمد للہ علی ذالک

مہاجرین کا اس حدیث سے جہاد کے لئے ماذون من اللہ ہونا تو خود جواب جناب قبلہ و کعبہ سے ثابت ہوگیا۔ اب ہم ایک اور روایت پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو جہاد

خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں ہوئے اور جو ملک اون کے ہاتھوں سے فتح کئے گئے اون کی بشارت پیغمبر خدا صلعم نے پہلے
ہی سے دیدی تھی۔ اور اونکی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا۔ ابن بابویہ روایت کرتے
ہیں کہ جنگ احزاب میں جسکو جنگ خندق بھی کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی کی صلاح سے خندق کھودی
گئی۔ خندق کھودتے وقت ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کدال اوس پر کام نہیں کرتا تھا اور ٹوٹ ٹوٹ جاتا
تھا حضرت صلعم کو اس کی اطلاع دیگئی اور آپ نے دست مبارک میں کدال لیکر اوس پتھر پر ایک ضرب
لگائی اوس سے ایک روشنی نکلی اور آپ نے اوسے دیکھکر فرمایا کہ اللہ اکبر شام کی کنجیاں خدا نے مجھے
دیں۔ اور قسم ہے خدا کی اوسکے سرخ محل میں دیکھ رہا ہوں بعد دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی
پتھر اوس سے ٹوٹا آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا نے فارس کے ملک کی کنجیاں مجھے دیں قسم ہے خدا کی کہ اوس
کے سفید قصر کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور جب تیسری چوٹ لگائی اور وہ پتھر ٹوٹ گیا تو آپ نے فرمایا
کہ اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھے دیں اور قسم ہے خدا کی کہ صنعا کے دروازے کو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ روا
صفحہ ۲۳۴ حیات القلوب کی دوسری جلد مطبوعہ نولکشور اور ناسخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اول
مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۱۱ میں نقل ہے۔ اور اخیر روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ بالجملہ در ایام حفر خندق
قطعہ از سنگی سخت پدید شد کہ مردم از شکستن آن بیچارہ گشتند و سلمان این خبر برسول خدا برد
جابر بن عبداللہ انصاری گوید در این ہنگام رسول خدا در مسجد فتح بر پشت خوابیدہ بود و از شدت
جوع سنگی بر شکم مبارک بستہ داشت چہ سہ روز بود کہ ہیچکس بطعامی دست نیافتہ بود ازین رو
چون این قصہ بشنید متین برگرفت و بخندق در آمد براء بن عازب گوید چون با متین بر سر سنگ آمد
فرمود بسم اللہ و بضرب نخستین یک ثلث آن سنگ را بیفگند و گفت اللہ اکبر و برقی از سنگ جستن
کرد پیغمبر فرمود مفاتیح شام مرا دادند سوگند با خدای کہ شام را با قصور احمر مشاہدت میکنم و در ضرب
دوم ثلثی دیگر را فرود آورد و ہم برقی بجست فرمود اللہ اکبر مفاتیح فارس مرا دادند سوگند با خدای

اگر قصور را جفتی بدان تا زمانی کم در حضرت تیم سنگ را بجای پراگنده ساخت و نیز سبقتی بجهید و رسول خدا فرمود
الله اکبر مفاتیح یمن بمن دادند و گفت با خدای که ابواب صنعا نظاره کنم و در ضرب ثالث سوم با پیغمبر نقیبت ضربتی زد
و بانگ تکبیر بر کشید و آن ساعت گفت انگاه روی با سلمان کرد و صفت کوشک مداین را تمام صفت باز گفت سلمان
عرض کرد بدان خدای که ترا براستی فرستاده این همه صفت کوشک مداین است و گواهی میدهم که تو رسول خدایی
پیغمبر فرمود بعد از من امت من این ممالک بگشایند و خزائن کسری و قیصر را قسمت کنند۔ انتہی

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے شام اور فارس اور یمن کے
فتوحات کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ میری امت کے لوگ اور مسلمان اسے فتح کرینگے۔ اور نیز
ان فتوحات کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ارشاد کیا کہ خدا نے ان ملکوں کی کنجیاں مجھے عنایت کیں۔
اگر خلفا کی خلافت باطل ہوتی اور وہ اور ان کے ساتھ دینے والے اور ان کے
حکم پر لڑنے والے جنکے ہاتھ پر یہ ملک فتح ہوا منافق یا مرتد ہوتے اور دائرہ اسلام
خارج تو کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے۔
اور اونکی فتوحات کو اپنی فتوحات سمجھتے۔ اسکے جواب میں مجتہد صاحب تشیید المبانی
میں فرماتے ہیں کہ نہایت آنچہ ازین روایت ثابت می شود این ست کہ ملک شام و یمن
وغیرہ در قبضہ اسلام خواہد آمد و ازان ظاہر نمی شود کہ کسانیکہ در ایام حکومت آنہا این ممالک
در قبضہ خواہد آمد خلیفہ بحق خواہند بود زیرا کہ از جملہ احادیث معتمدہ اہل سنت ست کہ ان اللہ لیؤید
ہذا الدین بالرجل الفاجر پس اگر قوت دین و رواج شرع متین در عہد احدی دلیل حقیت
او باشد لازم آید حقیت خلافت ہر بادشاہ فاجر و جابر وھو خلاف مزعوم المجیب انتہی
اس جواب میں مجتہد صاحب نے پہلی حدیث کے موافق جو ابھی اوپر بیان ہو چکی پھر اہل سنت
کی حدیث کو پیش کیا۔ حالانکہ اونکو اس روایت کے متعلق جواب دینا چاہیے تھا۔ جو کچھ جواب اونھوں نے دیا

اوس سے بھی اللہ تعالیٰ اس روایت کی تصدیق ہو گئی - اور شیعون کی پیش کردہ حدیث سے مجتہد صاحب کو
کچھ حاصل نہین ہوا - اسلئے کہ جب اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے تین دفعہ یہ فرمایا کہ خدا نے
فلان ملک کی کنجیان میرے ہاتھ مین دین اور ہر مرتبہ خوش ہو کر تکبیر فرمائی - پس اگر خلفا فاجر ہوتے
تو کیونکر پیغمبر خدا اپنے مبارک ہاتھ کو اونکا ہاتھ کہتے اور کس طرح خوش ہو کر ایسا ارشاد فرماتے
کہ خدا نے یہ ملک مجھے دیا اور میری امت کے ہاتھ سے فتح ہوگا - کیا وہ پاک رسول جنکے ہاتھ کو خدا نے
اپنا ہاتھ کہا ہو اور جنکی شان مین اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ
اَیْدِیْہِمْ فرمایا ہو اون فاجرین کے افعال پر جنھون نے دین کو بدل دیا اور اہل بیت نبوی
کے حقوق غصب کر لیے اور جو فسق و فجور کے درجے سے گذر کر مرتد اور کافر ہو گئے بلکہ ایسے لوگونکی نسبت
جنکو حضرات شیعہ کبھی مسلم اور مومن سمجھتے ہی نہین اور ابتدا ہی سے اونکو منافق جانتے ہین اظہار بشارت
فرماوے اور اونکی مساعی جمیلہ سے جو ملک فتح ہون اور اسلام ترقی پاوے اوسپر فخر و مباہات کرین - اور
اسپر بھی تعجب ہے کہ جس حدیث سے اہل سنت کی جناب قبلہ و کعبہ نے تمسک فرمایا ہے وہ بھی
اونکے مفید مطلب نہین - اسلئے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ بعد میرے خلفا ہونگے یعنی خلفاء حق اور
اوسکے بعد امرا ہونگے اور اوسکے بعد ملوک جابر - پس شیعونکی حدیث کے مطابق اس حدیث کا اطلاق خلفاء
کرام پر ہو ہی نہین سکتا - اور اگر اس طرح پر احادیث کی معنوی تحریف کیجاوے اور اوسکے مصداق کو
غلط ٹھہرایا جاوے تو جو حدیثین حضرت امام مہدی ع کی شان مین ہین کہ اونسے دین کو تقویت ہوگی
اور وہ ساری دنیا مین اسلام پھیلا دینگے اوسکی نسبت بھی خوارج اس حدیث کو جو کہ شیعون کے یہان
بھی منقول ہے یہی کہہ سکتے ہین اور نعوذ باللہ حضرت امام مہدی کے زمانے کی فتوحات بزوی ان اللّٰہ
یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر کہکر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر سکتے ہین پس جو جواب حضرات
امامیہ اونکو دین اوسی کو ہماری طرف سے بھی سمجھین -

انصار اور مہاجرین دونوں گروہ کی نسبت ثابت ہو چکا کہ وہ مومنین خاص اور مخلصین باخلاص تھے

اور ان مدح والی آیات کے بعد علماء امامیہ کے یہ مباحث بھی ظاہر ہو چکے کہ راویان روایات کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ

تاویل و معنوی تحریف کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے فرماتے ہیں۔ الغرض مہاجرین و انصار کی شان

میں جو احادیث ہیں اون سے خلفاء راشدین کی خلافت کی صحت تسلیم نہیں کرتے۔ مگر خود خلفاء راشدین

کی نسبت بھی ایسی احادیث شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں جس سے اونکا ایمان اور اخلاص ہیں اور

مومنین کی صفات سے متصف ہونا بلکہ اسلام میں اونکا باعث تائید ہونا اور اونکی وفات سے اسلام کو

سخت نقصان پہونچنا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ان میں سے بعض روایتیں ہم حصہ اول کے حصہ اول میں ذکر

کے بیان کر چکے ہیں اور بعض متفرق موقعوں پر دوسرے حصوں میں بیان کی ہیں اور کچھ اس جگہ

بیان کرتے ہیں۔ نہج البلاغۃ میں جناب امیر کے وہ اقوال منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ

کے خیالات حضرت عمر کی نسبت نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے وہ اونکو عرب کا مرجع اور قطب سمجھتے اور

اونکی سلامتی کو غنیمت جانتے تھے اور اونکو دوستانہ صلاح اور مشفقانہ مشورے دیا کرتے تھے چنانچہ

اوس وقت جبکہ حضرت عمر نے فارس کی لڑائی پر خود تشریف لیجانے کا ارادہ کیا اور جناب امیر سے

مشورہ لیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ اسلام کی نصرت و عدم نصرت فوج و لشکر کی کمی و بیشی پر موقوف

نہیں ہے یہ خدا کا دین ہے جسے وہ خود ہی غالب کرتا ہے۔ اور اسلام کا لشکر اوسی کا لشکر ہے جسکی

خود ہی اعانت اور امداد فرماتا ہے۔ یہانتک کہ اسلام اس حد کو پہونچا اور دنیا میں پھیل گیا۔ اور ہمسے

اللہ نے وعدہ کیا ہے اور خود ہی اوسکا پورا کرنیوالا اور اپنے لشکر کی مدد دینے والا ہے۔ اور خلیفہ

بمنزلہ اوس دھاگے کے ہے جسمیں موتی پروئے گئے ہوں کہ اونکی لڑی اوسیوقت ثابت رہ سکتی ہے

جبتک کہ وہ دھاگا سلامت ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جاوے تو سب دانے موتیوں کے بکھر جائیں اور پھر

جمع نہیں ہو سکتے۔ آج کل عرب اگرچہ کم ہیں لیکن بوجہ اسلام کے زیادہ اور بسبب اجتماع کے

پس جزاھما اللّٰہ وجزاھما اللّٰہ باحسن ما عملا اگر تم یہ کہتے ہو کہ خدا نے رسول خدا
کے لیے مسلمانون مین سے ایسے اعوان وانصار دیے جنہون نے آپکی تائید کی اور وہ لوگ اپنے اپنے
درجے کے موافق اسلام مین خاص مرتبہ رکھتے ہین اور ان مین سے افضل جیسا کہ تونے گمان کیا اور سب سے
بڑھکر نصیحت کرنیوالے اللہ ورسول کے لیے خلیفہ صدیق اور فاروق تھے - مین بھی اپنی جان کی قسم کھاکر
کہتا ہون کہ ان دونون کا مرتبہ اسلام مین بہت بڑا ہے اور انکے صدمے (یعنی وفات) سے اسلام کے
لیے بہت سخت مصیبت ہے - خدا ان دونو پر رحم کرے اور انکے اعمال کا انہین نیک بدلا عطا کرے

نہج البلاغت مین لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان پر باغیون نے ہجوم کیا تو جناب امیر حضرت عثمان کے
پاس گئے اور انسے کہا کہ لوگون نے مجھے سفیر بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے مگر مین نہین جانتا کہ
آپ سے کیا کہون کوئی چیز مین ایسی نہین جانتا جو تم نہ جانتے ہو اور کوئی شے ایسی نہین بتا سکتا جو
تم نہ سمجھتے ہو تم وہی جانتے ہو جو ہم جانتے ہین کسی چیز مین ہمنے تم سے سبقت نہین کی جسکو تمہین بتا دین
تمنے وہ سب دیکھا ہے جو ہمنے دیکھا اور تمنے وہ سب سنا ہے جو ہمنے سنا تمنے رسول اللہ کی ویسی ہی صحبت
پائی ہے جیسی کہ ہمنے - نہ ابن ابو قحافہ تمسے بڑھکر تھے نہ ابن خطاب تمسے زیادہ مستحق - کیونکہ تم رسول اللہ
سے زیادہ قریب ہو اور انکی دامادی کا شرف رکھتے ہو جو انکو حاصل نہین تھا - پھر اسکے بعد اور
باتین کہین اور انکو سمجھایا - مگر ہمارا مطلب اسوقت ان الفاظ کی نقل سے یہ ہے جسسے ثابت ہوتا ہے
کہ جناب امیر نے کسی بات مین اپنے آپ کو حضرت عثمان سے افضل نہین فرمایا - بلکہ صاف صاف
کہا کہ جو مین جانتا ہون وہی آپ جانتے ہین جو مینے دیکھا ہے وہی آپ نے بھی دیکھا - جو مینے
سنا وہی آپ نے بھی سنا - اور جو عزت صحبت نبوی کی مجھے حاصل ہے وہی آپ کو بھی - چنانچہ
آپکے اصل الفاظ یہ ہین واللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجہلہ ولا ادلک
علی امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم واللہ ما سبقناک الی شی فنخبرک عنہ ولا خلونا

بشیء فنبلغکہ وقد رایت کما رأینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ
صلعم کما صحبنا وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب باولی بعمل الحق منک
وانت اقرب رسول اللہ صلعم وشیجۃ رحم وقد نلت من صہرہ ما لم ینالا۔

یہ اقوال جناب امیر کے اور وہ دعائین ائمہ کرام کی جو اوپر بحوالہ معتبر کتابون کے نقل کی
ہین غالبا دیکھنے والون کو اس امر مین کچھ شبہ باقی نہ رہیگا کہ مہاجرین و انصار اور رسول کے عزیز
تھے اور خلفاء راشدین کے مناقب اور محامد زبان پر ائمہ کے جاری تھے اور اپنے اعمال کا صلہ
خدا سے چاہتے تھے۔ اور ان پر رحمت بھیجتے تھے۔ کیا وہ لوگ جنکی نسبت جناب امیر نے فرمایا ہو
ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما لجرح فی الاسلام شدید
ایمان سے خارج اور اسلام سے بے نصیب تھے۔ اور کیا وہ خلفا جنکے حق مین علی مرتضی نے یرحمہما
اللہ وجزاہما اللہ باحسن ما عملا کہکر دعا کی ہو غاصب اور ظالم خیال کئے جاسکتے ہین اور بجا
رحمت بھیجنے کے اونکی شان مین کسی قسم کے بے ادبانہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتے ہین
اور کیا وہ داماد رسول کہ جنکی نسبت جناب امیر نے واللہ ما سبقناک الی شیء وقد رایت
کما رأینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وانت اقرب رسول اللہ
فرمایا ہو وہ نعوذ باللہ کافر اور منافق تھے۔ اور وہ انصار جنکی نسبت رسول اللہ نے الانصار کرشی
وعیبتی فرمایا اور ولو سلک الناس وادیا وسلکت الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار
ارشاد کیا ہو اور جنکے حق مین اللہم اغفر للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار
دعا مین فرمایا ہو۔ اور وہ مہاجرین جنکو امام نے جہاد کے لئے یا فائزون من اللہ فرمایا ہو اور جنکو
التائبون العابدون الحامدون السائحون مین شمار کیا ہو شیعون کے عقائد کے مطابق
مرتد ہو گئے ہون اور پیغمبر خدا کی وصیت کو ایسے لوگون نے بھلا دیا ہو اور اہل بیت سے پھر گئے ہون

اور کبھی یہ جناب امیر کا وصی برحق اور خلیفہ بلا فصل ہونا ثابت نہ ہوا ہو۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ سوا
اوس حالت کے کہ جبکہ انسان مذہبی تعصبات کے جوش میں آکر عقل و فہم کو خیرباد کہدے۔ اور بدیہیات
کے انکار میں کچھ پس و پیش نہ کرے۔ بہوش و حواس کی حالت میں کسی انسان کی زبان سے نہیں نکل سکتے
ہیں نہ کسی سمجھدار آدمی کے خیال میں آسکتی ہیں۔ اگر اس قسم کے خیالات اور اقوال کی قباحت
کسی کے خیال میں نگذرے تو اوسے مرفوع القلم سمجھکر اوس کے حق میں دعا کرنی چاہیئے کہ خدا سمجھ
عطا کرے اور سفسطہ اور بدیہیات کا پردہ اوسکے دل اور آنکھوں سے اوٹھا دے۔

چوتھا مقدمہ

علماء امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے میں اکثر وہ روایتیں ہمارے یہاں کی پیش کی
ہیں جو جعلی ہیں یا ضعیف اور اون کتابوں سے استدلال کیا ہے جو غیر مستند اور نامعتبر ہیں۔
جب ہمارے علماء نے اس قسم کی روایتوں کی تکذیب کی اور ایسی روایتوں کے پیش کرنے اور ایسی
کتابوں سے سند لانے کو ناجائز اور دھوکا قرار دیا تو اوسپر عموماً علماء امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ
سنیوں کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی ایسی روایت اونکی کتابوں سے پیش کیجاوے جس سے اون کے
اصول میں خلل واقع ہو اور جسکا جواب اون سے نہ بن پڑے تو یا اوس روایت کی تکذیب کرتے
ہیں یا اوسے ضعیف کہدیتے ہیں۔ اور راوی یا کتاب کے مولف پر تشیع یا میلان تشیع کی تہمت لگاکر
اپنے فرقے سے خارج بتاتے ہیں۔ اور اگر بوجہ شہرت ایسا نہ کرسکیں تو کبھی یہ کہکے کہ وہ محقق نہیں
ہے اور کبھی یہ فرماکر کہ وہ محدث نہیں ہے غرضکہ کسی نہ کسی طرح سے اوسے مطعون بناکر اوسکی
روایت کے تسلیم میں سو حیلے نکالتے ہیں۔ چنانچہ اس اعتراض کو قاضی نوراللہ شوستری اور
اور مجتہدین لکھنؤ اور جناب مولوی حامد حسین صاحب نے اپنی اپنی کتابوں میں بہت زور شور سے
بیان کیا ہے۔

درحقیقت یہ اعتراض اونکا کہنا صحیح نہیں کیونکہ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں ہے جسمیں تمام
علما اور کل مصنفین پاک عقیدہ عالی دماغ اور محقق گذرے ہوں۔ نہ کسی مذہب کی تمام کتابیں ایسی ہیں
جو معتبر اور مستند اور مذہبی مباحثوں میں قابل استدلال ہوں۔ بلکہ ہر مذہب میں مذہبی عقائد کے
ساتھ رسوم اور اوہام اور الہامی اقوال اور صحیح اخبار کے ساتھ قصص اور حکایات غلط ملے پائے
جاتے ہیں۔ اور ہر مذہب میں دنیا طلب یا فاسد العقیدہ یا کم علم لوگونکی وجہ سے بیہودہ اور
کے ساتھ جھوٹی باتیں بھی مشہور ہوگئی ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسمیں ہمیشہ سے علما و فقہا
اور ہزارہا بلکہ لاکھوں کا عالم گذرے۔ اور ہر فرقے نے اپنے مذہبی عقائد کی تائید اور اپنے اصول کی
کی حمایت میں کتابیں تصنیف کیں۔ اور اونمیں سے بہت سے ایسے ہوے جنہوں نے اپنی رایوں
کو تقویت دینے کے لیے روایتوں کا بنانا اور بانی مذہب اور بزرگان ملت کیطرف سے وضعی اقوال
کا مشہور کرنا شروع کیا۔ اور امتداد زمانہ اور ترقی اختلاف سے یہ عادت ایسی بڑھ گئی کہ ہر فرقے میں
معتبر کتابوں کے ساتھ نامعتبر کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوگیا۔ ہمارے یہاں بھی ہزارہا عالم
گذرے اور ہزارہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مگر سب عالم نہ ایک درجے کے تھے اور نہ سب کتابیں
ایک قسم کی ہیں۔ بعض عالم ایسے ہوے ہیں جو تحقیق کے اعلی درجے پر پہونچے اور بعض ایسے ہوے
جو دھوکے اور غلطی کے عمیق گڑھے میں گرے۔ کسی نے نیک نیتی سے حق کی تحقیق میں بہت کوشش
کی کسی نے نفسانی خواہشوں یا غلط رایوں یا دنیا طلبی کے خیال سے اظہار باطل میں تامل نکیا
نکیا۔ اور جھوٹ کو سچ سے جدا کرنے میں تکلیف نہ اوٹھائی اور پھر بعض ایسے بھی ہوے جو
میں فاسد عقیدے رکھتے تھے۔ اور دشمن کا لباس پہنکر ہمارے علما میں داخل ہوگئے۔ اور
لوگوں نے اونکی ظاہری حالت اور اونکے علم اور کمال کو دیکھکر اونکے اقوال اور روایتوں کے
لینے میں دھوکا کھایا۔ غرضکہ جب ایسے مختلف الخیال اور مختلف المراتب مصنفین ہوے ہوں

انواع ان لوگوں کی نقل روایت کا قرار دینا بالکل صحیح نہیں ہوسکتا۔ اور ہر شخص کی تصدیق صرف اسوجہ سے
کہ وہ عالم اور مصنف تھے کیجا سکتی ہے۔ ہاں مذہب فرد اس بات کا ذمہ دار ہے جو اوس کتاب
مین لکھی ہو جسکی شان ہے کہ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ
حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ یا اوس مبارک منہ سے نکلی ہو جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے وَمَا یَنْطِقُ
عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی لا بس جو کچھ ہمارے یہانکی کتابون یا رسالون مین پیش
کیا جاتا ہے وہ ہمپر حجت نہیں ہو سکتا تا آنکہ وہ کوئی آیت آیات قرآنی سے یا آنکہ کوئی صحیح حدیث
احادیث نبوی سے سالم عن المعارض محفوظاً عن الشذوذ نہو۔ مگر ہم دیکھتے ہین کہ جابسے اسکے حضرات امامیہ کے پیش کردہ روایتون کا
ماخذ یا کتب تاریخ ہین یا تفاسیر یا غیر مستند حدیث کی کتابین اوران تینون قسم کی کتابون کا حال یہ ہے
تاریخ کی کتابونکی نسبت جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے بجز اسکے کچھ نہیں کہا جاتا کہ گو بڑے
بڑے لائق مسلمان مورخون نے کثرت سے تاریخ کی کتابین لکھی ہین۔ مگر وہ لغو اور باطل روایات
اور وہمیات اور قصص و حکایات سے بھری ہوئی ہین اور سوائے چند ابتدائی تاریخون کے
باقی تواریخ کی کتابون مین جو روایتین لکھی گئی ہین اونمین نہ اسناد درج ہین نہ روایت کا
سلسلہ بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو کہ اونکے بیان کرنیوالے سچے ہین یا جھوٹے۔ مذہب
حق پر ہین یا اہل بدعت۔ اور اگر کہین سلسلہ روات کا تذکرہ بھی ہے تو تنقیح سے معلوم ہوتا ہے
کہ اکثر روایتون کے بیان کرنے والے غیر معتبر اور مشتبہ اور مجہول تھے۔ متقدمین مین سے بڑے
نامور مورخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہین خود اونکی کتابین بیہودہ اور غلط
روایتون سے بھری ہوئی ہین۔ اور متاخرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ صرف اونھین کی بیان کی
ہوئی روایتون اور کہانیون کے نقل کرنے والے ہین۔ اونھون نے جو اوچھی روایتین اور
واہی تباہی کہانیان پچھلی کتابون مین دیکھین یا ادھر اودھر سے سنین اونھین ہم تک پہونچا دیا۔

نہ اونکے ماخذ کو تحقیق کیا نہ اونکے مطالب کو غور و تامل سے دیکھا۔ خصوصاً اون مورخین سے جو
پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کے معتقد یا اوسکی طرف مائل تھے اونھون نے بمقتضائے طبیعت کے
اپنی رائے اور مذہب کے موافق جن خبرون کو سنا قبول کر لیا اور اونکا اعتقاد اور میلان اونکی بصیرت
کی آنکھ کا پردہ ہوگیا۔ اور وہ جھوٹی بات کے قبول کرنے اور اوسکے نقل کرنے کی مصیبت مین پڑگئے
اور راویون پر خوش اعتقادی اور حسن ظن کی وجہ سے اعتماد کرنے اور راویون کے حالات کی تحقیق نکرنے
نے اس مصیبت کو عام اور پورا کر دیا۔ اونھون نے نقل کرنیوالون اور راویون پر ایسا بھروسہ کیا
کہ نہ تنقیح روایت کے اصول کا لحاظ رکھا نہ درایت کے قواعد کو کام مین لائے اگرچہ راویون نے
خود دھوکا کھایا۔ یا سمجھ کی غلطی سے وہ مطلب صحیح نہ ادا کر سکے اونکو بھی بجنسہ نقل کر دیا اور بے
احتیاطی اور شہرت کی خواہش اور اہل ہوا اور بدعت کے اختلاط نے تواریخ کی کتابونکو قصے اور
کہانی بنا دیا۔ یہ قول ابن خلدون کا محتاج دلیل نہین ہے بلکہ تاریخ کی کتابین اور اونکے قصص و حکایات
اسپر شاہد ہین ۔ مگر باوجود اسکے حضرات امامیہ نے اس قسم کی تاریخون سے اکثر روایتین نقل کی ہین
اور اونھین بیہودہ اور غلط اخبار کو ہمارے مقابلے مین پیش فرمایا ہے ۔ جیسا کہ دعوی ہبہ فدک مین
تاریخ اعثم کوفی اور تاریخ آل عباس اور مدارج النبوت اور حبیب السیر وغیرہ کتابون سے غلط سلط
روایتین نقل کر کے ہبہ فدک کا دعوی ثابت کرنا چاہا ہے ۔ مگر محققین کے نزدیک اس قسم کی روایتین
معمولی واقعات مین بھی کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتین ۔ نہ کہ ایسے معاملات مین اونسے استدلال
کیا جاسکے جو اون اصول عقائد پر موثر ہون جو قرآن مجید اور احادیث مشہورہ سے ثابت اور مسلم ہون۔
تواریخ کی کتابون کے علاوہ تفاسیر مین جو اقوال اور اخبار درج ہین اونکو بھی حضرات امامیہ
مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے مین بطور سند کے پیش کیا ہے ۔ مگر کسی روایت کا تفسیر کی کسی کتاب
مین لکھا ہونا اوسکی صحت کو ثابت نہین کرتا کیونکہ تفسیر کی کتابین بھی مختلف طبیعت کے آدمیون کی

لکھی ہوئی ہین۔ اور اونمین صحیح اور غلط۔ قوی اور ضعیف اخبار ہر قسم کے درج ہین کما قال ابن تیمیہ
کتب التفسیر التی ینقل فیھا الصحیح والضعیف مثل تفسیر الثعلبی والواحدی
والبغوی وابن جریر وابن ابی حاتم لم یکن مجرد روایة واحد من ھؤلاء
دلیلا علی صحتہ باتفاق اہل العلم فانہ اذا عرفت ان تلک المنقولات فیھا
صحیح وضعیف فلابد من بیان ان ھذا المنقول من قسم الصحیح
دون الضعیف۔ یعنی تفسیر کی کتب مین صحیح وضعیف روایتین منقول ہین۔ جیسے ثعلبی اور واحدی
اور بغوی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفسیرین۔ علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صرف ان لوگون کا کسی
روایت کو روایت کردینا دلیل صحت نہین ہوسکتا اسلیے کہ جب یہ معلوم ہے کہ جو انمین منقول ہے
وہ صحیح اور ضعیف دونون ہین تو اوسکے ساتھہ ضرور ہے کہ یہ بیان کردیا جاے کہ یہ روایت منقول
از قسم صحیح ہے اور از قسم ضعیف نہین ہے۔ اور علامہ عبدالرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر
مین لکھتے ہین قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونة بالاحادیث الموضوعة
کہ ابن کمال کا قول ہے کہ تفسیر کی کتابونمین احادیث موضوع بھری ہوی ہین۔ پس جبتک کوی
روایت یا خبر یا حدیث ایسی نہ پیش کیجاے جو اصول روایت اور درایت کی رو سے صحیح ہو تب تک
کوئی قول کسی مفسر کا اور کوی روایت کسی تفسیر کی صرف اس بنا پر کہ وہ تفسیر مین درج ہے
قابل استدلال نہین ہوسکتا۔

تفسیر کے سوا اکثر حدیث کی کتابونسے بھی حضرات امامیہ روایتین پیش کرتے ہین۔ مگر یہ بات
یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی کتابین بھی اعتبار وصحت کے لحاظ سے ایک درجے کی نہین
ہین۔ سواے صحاح ستہ کے جتنی کتابین حدیث کی کہلای جاتی ہین اونکی نسبت محققین کا یہ
قول ہے کہ عموما اونکی حدیثین نہ قابل عمل ہین نہ لائق نقل۔ الا اون لوگون کے لئے جو سمار الرجال سے

واقف تھے اور علل احادیث سے آگاہ اور پختہ ہین کہ وہ اون سے متابعات اور شواہد لے سکتے
ہین - اور یہی حال مسانید اور جوامع اور مصنفات کا حال ہے جو بخاری و مسلم کے زمانے سے پہلے
اور اونکے بعد تصنیف کی گئین - اور جنمین صحیح اور حسن - ضعیف اور معروف - غریب اور شاذ - منکر
اور خطا - صواب اور ثابت اور مقلوب سب بھری ہوئی ہین - مثل مسند ابو یعلی اور مصنف عبد الرزاق
اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور طحاوی اور طبرانی
کے کہ انکے مصنفین کا یہ ارادہ تھا کہ جو کچھ پائین جمع کر دین نہ اوسکی تنقید کرین اور نہ تہذیب و تخلیص -
بلکہ یہ کام دوسرون کے لئے چھوڑ دین - انکے علاوہ حدیث کی وہ کتابین ہین جنکے مصنفون نے
بعد زمانہ دراز کے تصنیف کا ارادہ کیا اور جو کچھ صحاح مسند مین نہ پایا اوسے جمع کیا - اور جو مسانید
اور جوامع چھپے پڑے تھے اونمین سے روایتین لیکر اکٹھا کر دین - اور یہ حدیثین اوس قسم کی تھین جو
زبانون پر لوگون کے جاری تھین مگر محدثین نے اونپر اعتنا نہین کی اور اونکو نہین لیا - اور انمین سے
اکثر حدیثین غیر محتاط اور بکنے والے واعظ بیان کرتے تھے - یا اہل ہوا اور اہل بدعت اور ضعفا نقل
کرتے رہتے تھے - یا صحابہ اور تابعین کے آثار اور بنی اسرائیل کے اخبار اور حکما اور واعظین کے
کلام تھے جنکو راویون نے سہواً یا عمداً احادیث مین ملا دیا - یا وہ معانی جو کتاب اور سنت کے اشارات
سے سمجھے گئے تھے اونکو عمداً احادیث قرار دیا - چنانچہ اس قسم کی حدیثین کتاب الضعفا ابن حبان اور
کامل ابن عدی اور خطیب اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی اور مسند خوارزمی
مین پائی جاتی ہین - ان کتابونکا یہ حال ہے کہ سب سے عمدہ اور صحیح حدیثین انکی وہ ہین جو ضعیف
ہین اور سب سے بدتر وہ ہین جو موضوع یا مقلوب اور منکر ہین - اور انھین کتابونکا مادہ کتاب
موضوعات ابن جوزی مین ملتا ہے - اس قسم کی حدیثون کے علاوہ اور وہ حدیثین ہین جو فقہا
اور صوفیہ اور مورخین وغیرہم کی زبانون پر تھین اور انکے سبب سے مشہور ہوگئین جنکی کوئی اصل

پہلے طبقون میں شمار کی جاتی ہے — اور انھیں احادیث اور روایتوں میں سے وہ مضمون ہیں جنکو اون
لوگون نے جو دین میں بے باک اور یا تو نہیں اشارات تھے اس طور پر حدیثون میں ملا دیا اور اونکے ایسے تو کی
اسناد بیان کئے جنمین جرح ممکن نہیں اور ایسے بلیغ کلام میں نقل کیا جسکا صادر ہونا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بعید نہیں — ان لوگون کے اس فریب سے اسلام میں ایک بڑی خرابی پیدا ہوئی
اور بہت سے اقوال حدیثون میں مل گئے — اس قسم کی حدیثیں بہت کتابوں میں درج ہیں جو کتابیں
وسعت دینے والوں اور متعصبوں کی ہیں کہ وہ اپنے عقیدوں کے اثبات اور اہل حق کے الزام دینے
کے لئے انھیں کتابوں کی وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں — اور جو محقق نہیں ہیں وہ دھوکا کھا جاتے ہیں
ان سب باتون پر ایک خرابی اور مستزاد ہوئی کہ بعض شخصوں نے براہ مغالطہ حدیث کا علم حاصل کرکے
احادیث صحاح اور حسان کی روایت کرنی شروع کی — مگر اوسی درمیان میں اپنے عقائد باطلہ کو
اوسی اسناد سے جو اونھوں نے یاد کر رکھے تھے روایت کردیا — اور اکثر محدثین نے دھوکا کھایا —
جیسا کہ جابر جعفی اور ابوالقاسم سعد بن عبداللہ الاشعری قمی ہوا ہے کہ یہ ایسے وسعت دینے والے تھے
کہ حقیقت میں تو شیعہ تھے مگر بہت سے محدثین کو دھوکا دیا — اور غلط حدیثوں کو صحیح حدیثوں کی
صورت بنا کر اونکا اونکی صحت کا یقین دلا دیا — یہانتک کہ ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی نے
جابر جعفی کی حدیثوں کو اپنی کتابوں میں نقل کردیا — یا صالح نامی ایک شیعہ کی جسنے بیخ و بن سنیونکی اوکھاڑنے کی
تدبیر کی تھی یحیی بن معین سے محقق نے توثیق کی اور اوسپر اعتماد کیا — یہانتک کہ آخر بعد تحقیق کے
یہ حال کھلا اور اونکا فریب ظاہر ہوا — لیکن چونکہ وہ روایتیں اونکی حدیث کی کتابوں میں لکھ گئیں
اسلئے اکثر آدمیونکو دھوکا ہوتا ہے — اور حدیث کا نام سنکر اونکے اعتقاد میں خلل پڑتا ہے اور
واقع میں نہ وہ حدیث ہے اور نہ قول پیغمبر بلکہ ایک مغالطہ دینے والے مفتری کا لطیفہ ہے
اس قسم کے لوگون میں ابن ابی الحدید معتزلی بھی ہے کہ وہ اعتزال کے ساتھ تشیع کا بھی

جاننے والا تھا - اوس نے ابن علقمی وزیر معتصم باللہ کے حسن اعتقاد [illegible]
شرح نہج البلاغہ لکھی - اور اوس میں تمام کتاب کو [illegible] ان کی [illegible]
جھوٹی اور نامعتبر روایتیں جو اہل تشیع کے یہاں سے تھیں بلا تحقیق [illegible] اور
شیعوں کے اعتراضات اور عقائد کو تقویت دی - ابن علقمی اس کا [illegible]
اس کتاب کے صلہ میں ایک لاکھ دینار اور بہت بڑا خلعت فاخرہ ابن ابی الحدید کو دیا - [illegible]
معمولی شیعہ نہ تھا بلکہ ایسا غالی شیعہ اور دشمن سنیوں کا تھا کہ اوس نے [illegible]
عباسیہ کی خلافت کو غارت کیا - اور ہلاکو کو پوشیدہ دعوت دیکر بغداد پر چڑھا لایا - اور
خلیفہ کو دھوکا دیکر اوسکے پاس لیگیا اور اوسکے ساتھ علما اور امرا کو قتل کرادیا - ابن ابی الحدید
کی کتاب اگرچہ نہایت جامع اور عالمانہ ہے اور خود ابن ابی الحدید نہایت قابل اور بڑا
ادیب تھا مگر مذہب تشیع کا حامی تھا کسی غالی اور متعصب شیعہ نے بھی اپنے مذہب کے لئے
غالباً اس قدر مواد بہم نہ پہونچایا ہوگا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اونکے لئے مادہ جمع کردیا اسی
کی وہ کتاب ہے کہ اوسکے زمانے سے لیکر اب تک اوسی سے حضرات امامیہ روایتیں پیش کرتے ہیں
اور استناد و استدلال فرماتے ہیں - اور ایسے اہل بدعت اور مخالف مذہب کو سنیوں کے
اکابر علما میں سے قرار دیکر اوسکی روایتوں کو ہمارے مقابلے میں پیش کرتے ہیں - شروع زمانے
سے اب تک جس کتاب کو شیعوں کی اوٹھا کر دیکھئے اکثر مطاعن صحابہ میں ابن ابی الحدید ہی کی
کتاب کا حوالہ ہوگا اور اوسکی جھوٹی اور غلط روایتیں ہمارے مقابلے میں پائی جاینگی چنانچہ
ہماری اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ مطاعن صحابہ کے متعلق جو روایتیں
اہل سنت کے نام سے پیش کی گئی ہیں بڑا حصہ اونکا اسی ابن ابی الحدید کی کتاب سے لیا گیا ہے
مگر روایت اور درایت کے اصول کو جاننے والے اور حدیثوں کے صحت اور غلطی کے

پہنچنے والے دعوون کا نہین کیا، شبہ اور وہ جھوٹی حدیثون اور جھوٹی روایتون کو اوسی طرح رد کر سکتے ہین
جسطرح چاولون کو کنکرون سے جدا کر دیتا ہے۔ اسلئے کہ محدثین نے ہر حدیث کے متعلق سند
بیان کرنے اور راویون کے نام لکھدینے سے قیامت تک ہر شخص کے لئے تنقیح اور تحقیق کا دروازہ
کھول دیا ہے اور جھوٹ اور سچ مین تمیز کر دینے کا ذریعہ مہیا کر دیا ہے۔ اسلئے جو حدیث یا روایت
ہمارے سامنے پیش کیجائیگی تو ضرور ہے کہ ہم اول اس بات پر نظر کرین کہ وہ حدیث از روے اصول
روایت صحیح ہے یا نہین۔ اگر ہمکو معلوم ہوا کہ اوس حدیث کے بیان کرنے والون مین سے کوئی ایسا
راوی ہے جو جھوٹا یا غیر معتبر ہے یا اہل بدعت جس نے اپنے مذہب کی حمایت مین اوس حدیث کو روایت
کیا ہو تو ہم اوسکو نہ مانینگے اور نہ اوس سے مخالف کا استدلال کرنا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث اور
روایت خبر ہے اور خبر مین صدق وکذب دونو کا احتمال ہوتا ہے۔ اور کذب کے احتمال دور کرنے
کے لئے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالے ثقہ۔ متدین۔ اور صادق القول ہون۔ پھر اگر وہ خبر
اتنی سندون اور اتنے طریقون سے بیان کی گئی ہو کہ عادۃً اونکا اجتماع کذب پر محال ہو۔ اور ابتدا
سے انتہا تک اوسکے راوی اون صفات سے پاک ہون جن سے روایت مین خلل اور شبہہ پیدا
ہوتا ہے تو وہ خبر صحت کے اعلیٰ درجے مین سمجھی جائیگی۔ اور اسی قسم کی خبر کو متواتر کہتے ہین۔ اور
صرف اسی قسم کی حدیثین مفید علم و یقین ہوتی ہین۔ اور اوسپر اعتقاد کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے
وهو الذی یضطر الانسان الیه مگر اس قسم کی حدیثین بہت کم ہین جیساکہ ابن صلاح نے
کہا ہے مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجوده الا ان یدعی ذلک فی حدیث
من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار اور اگر وہ خبر اتنی سندون اور اتنے
طریقون سے بیان نکی گئی ہو مگر اوسکے راوی نہایت ثقہ اور نہایت معتبر اور نہایت متدین ہون اور
کم سے کم دو طریقون سے بیان کی گئی ہو تو اوسمین بھی صدق کیجانب کو غلبہ ہوگا اور ایسی خبر

اصطلاح میں مشہور کہی جاتی ہے اور وہ روایۃً قابل ماننے کے ہوگی۔ اور اگر وہ خبر اتنی سندوں
اور اتنے طریقوں سے جسپر اطلاق متواتر یا مشہور کا ہوسکے بیان نکی گئی ہو تو وہ اگر متصل السند غیر
معلل ہو اور اوسکے راوی ضابط اور متصف بصفات وثوق ہوں تو گو وہ مفید علم ویقین نہوگی بلکہ
اوس سے صرف افادہ ظن ہوگا مگر اوسے ہم صحیح کہینگے۔ اور اوسپر عمل کرنا جائز ہوگا لیکن
اصول اعتقادات میں بوجہ اسکے کہ اعتقاد کے لئے یقین ضروری ہے وہ بنائے اعتقاد نہوگی۔ اور جس حدیث کے
سب راوی چھوڑ دیے گئے ہوں یا کوئی راوی چھوڑ دیا گیا ہو اور چھوڑے ہوئے
بیان کیے گئے ہوں یا نہ کیا گیا ہو یا کوئی راوی بوجہ وجوہ مطعون ہو تو وہ حدیث
مطعون سمجھی جائیگی۔ اس لئے کہ اسمین احتمال اس بات کا ہے کہ جو راوی چھوڑ دیا گیا ہے شاید صحابی
ہو یا تابعی۔ اور اگر تابعی ہے تو احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ۔ سوا اسکے اگر کوئی راوی
ایسا ہو جو جھوٹا ہو۔ یا حدیث کو جان بوجھکر جھوٹی روایت کرتا ہو۔ یا متہم بکذب ہو یعنی گو
خود حدیث کو عمداً بناکر روایت کرتا ہو مگر جھوٹ اوس کا اور طرح پر معلوم ہو یا کثرت سے
غلطی کرتا ہو۔ یا محتاط نہو۔ یا غفلت کرتا ہو۔ یا فاسق ہو یا وہمی۔ یا اوسکی مخالفت ثقات سے پائی جاتی ہو۔ یا اہل بدعت
سے ہو۔ یا حافظہ کا اچھا نہو۔ ایسے راوی کی بیان کی ہوئی حدیث اعتماد کے قابل نہوگی
بلکہ اگر وہ مطعون بکذب ہو تو وہ حدیث موضوع ہے۔ اور اگر وہ متہم بکذب ہے تو وہ
حدیث متروک ہے۔ اور اگر وہ روایت میں بہت غلطی یا غفلت کرتا ہو۔ یا اوس کا فسق
ظاہر ہوا ہو تو وہ حدیث منکر ہے۔ اور جو مبہم ہو تو اوسکی حدیث غیر مقبول ہے۔ اسلئے
کہ شرط قبول خبر کی راوی کی عدالت ہے۔ اور جب اوسکا نام مبہم ہوا اور معلوم نہو کہ کون
ہے تو اوسکی عدالت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے۔ اور کیونکر اوسکی خبر قبول کیجا سکتی ہے۔
اور اسی لئے مرسل حدیث علی الاصح قبول نہین کیجاتی۔

احادیث اور اخبار کے متعلق تھیں اور متعلق مطاعن صحابہ کے تھیں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ راوی اوسکا مذہب حق اہل سنت کا مخالف نہو۔ اس لئے کہ ہم اہل بدعت کو کافر نہیں کہتے اور نہ اپنے مذہب کے مخالف کسی مسلمان پر تکفیر کا حکم لگاتے ہین۔ اور در صورت ضابط اور متقی اور صادق ہونیکے اہل بدعت کی روایت کو قبول کرتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ اوسکی روایت اور خبر اوسکی بدعت اور اوسکے اعتقاد فاسد کی داعی او مؤید نہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی بدعت اور فاسد اعتقاد کی تزئین اور ترویج کی روایتون کو تحریف کرتا اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتا ہو ایسی حالت مین جو روایت اوسکے مذہب اور اعتقاد اور بدعت کی تقویت دیتی ہو علی العموم قبول نکیجائیگی۔ اور ہماری کتاب کے ناظرین دیکھینگے کہ اکثر روایتین متعلق مطاعن صحابہ کے اور متعلق فدک کے اونھین لوگون سے مروی ہین جو متہم بہ تشیع تھے۔ یا مذہب تشیع مین غالی۔ اور گو بوجہ اونکے اور طرح سے معتبر ہونیکے محدثین نے اونکی روایتون کو قبول کیا ہے۔ مگر جو روایتین ایسی ہین کہ جس سے اونکے مذہب کی تائید ہوتی ہو وہ عقلاً و نقلاً کسی طرح سے قبول کے لائق نہونگی۔ پھر اصول درایت کے لحاظ سے بھی حدیث قابل تنقیح ہے۔ اگر درایت کی کسوٹی پر وہ کامل العیار نہ اوترے تو ایسی حدیث بھی قابل قبول نہوگی۔ اور جیسا کہ تدریب الراوی مین لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جائیگی وہ موضوع تصور ہوگی۔ فتح المغیث مین لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اوسکو موضوع جانو۔ اوسکے راویون کی جرح و تعدیل کرنیکی کوئی ضرورت نہین ہے۔ علی ہذا القیاس جس حدیث مین ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدے کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل صحیح سے مطابق نہو سکے یا اوسکے معنی رکیک و سخیف ہون یا راوی ایسی حدیث مین منفرد ہو جو

اور دون کے پاس نہین ہے - اور جبکہ ایسے مضمون کا جاننا تمام مکلفین پر نہایت ضروری ہے
یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو جسکے نقل کرنیکی بہت سے لوگون کو ضرورت ہے یا
ایسا بیان ہو جسکو اتنی بڑی جماعت نے غلط بیان کیا ہو جنکا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک
دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے واضح طور پر وضع پر دلالت کرتے ہین

مولینا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عجالہ نافعہ مین فرمایا ہے کہ علامات وضع حدیث
و کذب راوی چند چیز است - اول آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند - دوم آنکہ راوی
رافضی باشد و حدیث در طعن صحابہ روایت کند یا ناصبی باشد و حدیث در مطاعن اہل بیت
باشد و علی ہذا القیاس - سوم آنکہ چیزی روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آن و عمل بر آن
فرض باشد و او منفرد بود بروایت - چہارم آنکہ وقت و حال قرینہ باشد بر کذب او - پنجم آنکہ
مخالف مقتضای عقل و شرع باشد و قواعد شرعیہ آنرا تکذیب نماید - ششم آنکہ در حدیث
قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقۃ متحقق میشد ہزاران کس آنرا نقل میکردند - ہفتم
رکاکت لفظ و معنی مثلاً لفظی روایت کند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب
شان نبوت و وقار نباشد - ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط در وعدہ
عظیم بر فعل قلیل - نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید - دہم آنکہ کسی را از جاہلان
خیر ثواب انبیا موعود کند - یازدہم خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث -

امام سخاوی نے فتح المغیث مین ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی
یہ نشانیان لکھی ہین - اول جو حدیث کہ عقل اوسکے مخالف ہو اور اصول کے متناقض
ہو - دوم ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اوسکو غلط قرار دیتا ہو - سوم وہ حدیث جو کہ
مخالف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے - چہارم جسمین تھوڑے سے کام پر وعید

شہید یا اجیر مستاجر کا وعدہ ہو ۔ تیسری قسم کا کذب معنی اوس روایت کی جو بیان کی گئی ہے چوتھی قسم کا کذب یعنی تنہا
راوی کی ۔ پانچویں قسم منفرد ہونا راوی کا ۔ چھٹی قسم منفرد ہونا ایسی روایت میں جو تمام مکلفین سے متعلق ہو
اور ایسی بڑی بات میں جس کے نقل کرنیکی بہت سی ضرورتیں ہوں ۔ ساتویں قسم جس کے جھوٹ ہونے
پر ایک گروہ کثیر متفق ہو ۔ یہ اصول درایت کے جو شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے بیان کئے ہیں
کچھ اونکے ذاتی خیالات نہیں ہیں نہ اونھوں نے قائم کئے ہیں بلکہ اکثر ہمارے محققین کا اسی پر
عمل رہا ہے ۔ اور جبکہ کوئی حدیث قرآن مجید یا عقل یا اصول اور عقائد مسلمہ کے مخالف پائی گئی
ہے تو اوسے مجروح اور مطروح قرار دیا ہے ۔ جیسا کہ امام رازی نے فرمایا ہے کہ بعضوں نے
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا کہ حضرت ابراہیم نے نہیں جھوٹ بولے
مگر تین مرتبہ ۔ تو میں نے جواب دیا کہ ایسی حدیثوں کو نہ ماننا چاہیے تو کہنے والے نے میرا اونکا
کہا کہ اگر ہم نہ مانیں تو راویوں کی تکذیب لازم آتی ہے ۔ اسپر میں نے جواب دیا کہ اگر ہم مانیں تو حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی تکذیب کرنی پڑتی ہے ۔ حالانکہ حضرت ابراہیم ع کو کذب کی نسبت سے بچانا بہتر ہے
چند نامعتبر آدمیوں کی طرف جھوٹ کے منسوب ہونے سے ۔ امام ابو حنیفہ رح سے ابو مطیع بلخی نے
پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اوس حدیث کی نسبت جو لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب مومن زنا
کرتا ہے تو ایمان اوسکے سر سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ قمیص بدن سے ۔ آیا اس حدیث کے
راویوں کی آپ تصدیق کرتے ہیں یا شک یا تکذیب فرماتے ہیں ۔ اگر تصدیق کرتے ہیں تو آپ کا
اعتقاد مثل خوارج کے ہوا جاتا ہے اور اگر آپ شک کرتے ہیں تو خوارج کے قول میں شک رہتا ہے
اور اگر آپ تکذیب کرتے ہیں تو اون بہت سے آدمیوں کی تکذیب لازم آتی ہے جنھوں نے
بسند اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے ۔ تو امام نے جواب دیا کہ میں اون
سب راویوں کی تکذیب کرتا ہوں اور میرا جھٹلانا اون لوگوں کو اور رد کرنا اون کے قولوں کا کچھ تکذیب

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ اسلئے کہ تکذیب قول پیغمبر کی یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں پیغمبر
خدا کے قول کو نہیں مانتا لیکن جبکہ وہ یہ کہے کہ میں ہر بات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے
ایمان رکھتا ہوں۔ اور اوسکی تصدیق کرتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ کوئی بات پیغمبر خدا نے
خلاف قرآن شریف کے نہیں فرمائی تو یہ حقیقت میں تصدیق پیغمبر کی اور تصدیق قرآن کی ہے۔ اور
اس سے تنزیہ اور پاکی آنحضرت صلعم کی مخالفت قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر پیغمبر خدا خلاف
قرآن کے کچھ کہتے تو خدا کب چھوڑتا۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کا نبی ایسی بات کہے جو مخالف خدا کی
کتاب کے ہو۔ اور جو مخالف خدا کی کتاب کا ہو وہ کیونکر خدا کا نبی ہو سکتا ہے پس یہ جو حدیث فعل ایمان
کی زنا سے جو لوگوں نے روایت کی ہے خلاف ہے قرآن کے پس ایسے آدمیوں کے قول کو
رد کرنا جو پیغمبر خدا صلعم کیطرف ایسی بات منسوب کریں جو مخالف ہو قرآن کے پیغمبر کی بات کا رد کرنا
نہیں ہے اور نہ اونکی تکذیب ہے بلکہ حقیقت میں وہ رد ہے اوسکے قول کا جو کہ پیغمبر خدا کی طرف
سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے۔ اور آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے اور ہم ہر بات کو پیغمبر خدا کی خواہ
ہمنے سنی ہو یا نہ سنی ہو بسر و چشم قبول کرتے ہیں اور اوسپر ایمان رکھتے ہیں۔ اور شہادت دیتے
ہیں کہ وہ بات ایسی ہی ہوگی جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا ہو لیکن اسیطرح پر ہم یہ شہادت دیتے
ہیں کہ کوئی بات آنحضرت صلعم نے خلاف قرآن کے نہیں فرمائی۔ نہ کسی ایسی چیز کا حکم دیا جسے خدا نے
منع کردیا ہو۔ نہ کسی ایسی چیز کو جدا کیا جسکے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہو۔ اور نہ کسی چیز کی ایسی صفت
بیان کی جو مخالف بیان خدا کے ہو۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا ہر قول موافق تھا
خدا عزوجل کے اور اسی لیئے خدا نے فرمایا ہے کہ جسنے اطاعت کی رسول کی اوسنے اطاعت کی خدا کی

یہ نہ خیال کیا جاوے کہ حدیث کی غیر معتبر کتابوں میں جو روایتیں درج ہیں اونہیں پر یہ
اصول مستعمل ہونگے بلکہ حدیث کی تمام کتابوں پر اس کا اعلان ہوگا۔ اس لیئے کہ صحاح میں بھی

حدیثیں درج ہیں وہ سب صحت کے ایک درجہ پر نہیں ہیں بلکہ اونکے درجات مختلف ہیں۔
جیساکہ خود اون کتابوں کے دیکھنے اور اونکی شرحوں کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہانتک کہ
بخاری اور مسلم جو اصح الکتب سمجھی جاتی ہیں اونکی بہ نسبت بھی کہا گیا ہے کہ انہ صحیح علی خلاف ما یعتقد وغلبۃ
ظنہ واما السہو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان اور نیز اونکی بعض حدیثوں اور
بعض راویوں میں کلام کیا گیا ہے۔ جیساکہ محققین نے بیان کیا ہے کہ بخاری نے چار سو اور کچھ
اوپر تیس آدمیوں سے روایت کی ہے جو مسلم میں نہیں ہیں۔ اور انہیں سے اسّی شخص ایسے ہیں
جنکے ضعف کی نسبت کلام کیا گیا ہے۔ اور چھ سو بیس آدمیوں سے مسلم نے روایت کی ہے جو بخاری
میں نہیں ہیں اور اونمیں سے ایکسو ساٹھ آدمی ایسے ہیں جنکے ضعیف ہونے کی نسبت گفتگو کی گئی ہے۔
اور عکرمہ نے جو روایت ابن عباس سے کی ہے وہ بھی بخاری میں داخل ہے اور مسلم میں ابو الزبیر
عن جابر اور سہیل عن ابیہ اور علا ابن عبد الرحمن عن ابیہ اور حماد بن سلمۃ عن ثابت سے جو روایتیں ہیں
اونکے راوی ضعیف خیال کئے گئے ہیں۔ اور ایسی حدیثیں جنمیں کوئی علت پائی گئی ہے وہ صحیحین
میں دو سو دس ہیں۔ اونمیں سے بخاری کی حدیثیں اسّی سے کم ہیں باقی مسلم کی حدیثیں ہیں (دیکھو
مقدمہ فتح الباری) اسی لئے ملا علی قاری نے کتاب رجال میں لکھا ہے وما یقولہ الناس
ان من روی لہ الشیخان فقد جاز القنطرۃ ہذا ایضا من التجاہل فقد روی مسلم فی کتابہ
عن اللیث عن ابی مسلم وغیرہ من الضعفاء فیقولون انما روی عنہم فی کتابہ للاعتبار
والشواہد المتابعات وہذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاعتبار امور یتعرفون
بہا حال الحدیث وکتاب مسلم التزم فیہ الصحۃ فکیف یتعرف حال الحدیث
الذی فیہ بطرق ضعیفۃ الی قولہ وروی مسلم ایضا احادیث الاسراء فیہ
وذلک قبل ان یوحی الیہ وقد تکلم الحفاظ فی ہذہ القصۃ وبینوا ضعفہا الی قولہ قد

قال الحافظ ان مسلما لما وضع كتابه الصحيح عرضه على ابي زرعة فانكر عليه
وتغيظ وقال سميته الصحيح وجعلته سلما لاهل البدع وغيرهم انتهى والحاصل
انه صحيح على ظن مصنفه وغلبة ظنه واما السهو والنسيان فمن لوازم طبع الانسان
وقد ابى الله الا ان يصح كتابه لقوله انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون —

اور صاحب ازالۃ الغین نے بھی فرمایا ہے کہ از کتب محدثین چنان پیدا می شود کہ ایشان بعد از
تنقید و تحقیق در صحت بعضی از روایات صحیح بخاری کلام ست و چندین در بعضے روایات صحیح مسلم — قبل ازین گذشتہ
کہ آن روایات کہ اہل حدیث در صحت آن قیل و قال دارند ہر چند اقل قلیل ست مگر در صحیح ثانے زیادہ
از اول ست و برین قدر اکتفا نمی توان کرد چرا کہ افادہ ابن اثیر در صدر جامع الاصول جائیکہ فرع ثالث
در طبقات مجروحین قرار دادہ است دلالت بران دارد کہ بعضے از وضاعین خود اقرار کردہ اند کہ ما حدیث
فدک ساختہ بر مشائخ بغداد خواندیم ہمہ را قبول کردند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ اولیات حدیث را اخیر آن برد
ہرگز قبول نکرد عبارت آن مقام این ست ومنهم قوم وضعوا الحديث لهوى يدعون
الناس اليه فمنهم من تاب عنه واقر على نفسه قال شيخ من شيوخ الخوارج بعد ان تاب ان
هذه الاحاديث دين فانظروا عمن تاخذون دينكم فانا كنا اذا هوينا امرا صيرنا له حديثا وقال
ابو العيناء وضعت انا والجاحظ حديث فدك وادخلناه على الشيوخ ببغداد فقبلوه الا
ابن ابي شيبة العلوي فانه قال لا يشبه آخر هذا الحديث اوله وابى ان يقبله تم بلفظه

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں جہاں کہ شیخ ابن صلاح کے اس قول کو کہ تمام
حدیثیں صحیحین کی قطعی الصدور ہیں رد کیا ہے یہ کہا ہے هذا الذي ذكر الشيخ في هذا
الموضع خلاف ما قاله المحققون والاكثرون فانهم قالوا احاديث الصحيحين
التي ليست بمتواترة انما تفيد الظن فانها آحاد والآحاد انما تفيد الظن على ما تقرر

ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرہما فی ذالک الی ان قال ولا یلزم من اجماع الامۃ علی العمل بما فیہما اجماعہم علی انہ مقطوع بانہ کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی شیخ ابن صلاح نے جو بیان ذکر کیا وہ اکثر محدثین اور محققین کے خلاف ہے اسلئے کہ محققین کا قول ہے کہ صحیحین کی حدیثین متواتر نہین ہین بلکہ احاد ہین اور احاد سے افادہ ظن ہوتا ہے۔ اور اس باب مین بخاری اور مسلم وغیرہ سب کتب حدیث مین کچھ فرق نہین۔ یہانتک کہ امام نووی نے کہا کہ صحیحین کی حدیثون پر عمل کرنے کو جو امت نے اجماع کیا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ امت کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ وہ احادیث قطعی الصدور ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی کلام ہے اور اسی لئے جو حدیث کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین کوئی ہو مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام کے ہو وہ باتفاق بسبب وہم راوی کے محکوم علیہ ببطلان ہوگی یا ماول۔ جیسا کہ علامہ رشید الدین مرحوم شوکت عمریہ مین لکھا ہے کہ چیزیکہ مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ست باتفاق شیعہ وسنی محکوم علیہ ببطلان ست بجہت وہم راوی یا ماول ست چنانکہ امام نووی در شرح صحیح مسلم در شرح این حدیثہ (حدیث صحیح مسلم کہ ظاہرا دلالت بر قدح بعضے اصحاب کبار دارد) نقلا عن القاضی عیاض عن المازری ہے فرمایہ

واذا انسدت طرق تاویلہا نسبنا الکذب الی رواتہا۔

اور اگرچہ صحیحین مین اونکی جامعین بخاری و مسلم نے جہانتک کہ انسانی طاقت سے ہو سکتا ہے صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین بے انتہا کوشش فرمائی۔ اور اسی لئے تمام کتابون مین اونکا درجہ اعلی اور افضل ہے۔ مگر آخر وہ بھی بشر تھے اور اپنے اقران و امثال سے تصحیح حدیث مین گو سبقت لیگئے اسلئے جاے اجتہاد مجتہدین اور تحقیق محققین باقی ہے۔ جیسا کہ منتہی الکلام مین لکھا ہے کہ آخر این بزرگان ہم از جملہ بشر بودہ اند گو در تصحیح حدیث بغایت قصوی کوشیدہ باشند سیما محمد بن اسمعیل بخاری کہ او در این امور گوی سبقت از اقران و امثال ربودہ لیکن باز ہم جاے اجتہاد مجتہدین باقیست

کیا یاد نداری کہ در بارۂ چندے از روایتش بعضے از علما و فقہا بحث دارند و مشاجرین در جواب آن وجوہی نقل می کنند کہ بعضے ازان خالی از غرابت نیست — اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں ہے اس لئے کہ وضعی حدیثوں کے علاوہ اور بھی قدرتی اسباب ایسے ہیں جنکی وجہ سے روایات میں اختلاف پڑتا اور اونکے صحت میں شک ہونا ممکن الوقوع ہے چنانچہ اسکے آٹھ اسباب محققین نے بیان کئے ہیں — اول حدیث کے مطلب کی غلط فہمی — دوسرے حدیث کے معنی سمجھنے میں دو راویوں کے باہم اختلاف یعنی ایک ہی حدیث کے ایک نے کچھ معنی سمجھے اور ایک نے کچھ تیسرے حدیث کا مطلب لوگوں سے صاف صاف بیان کرنیکی عدم قابلیت — چوتھے راوی کے حافظے کا قصور کہ یا تو اوس نے کسی حدیث کا کوئی جزو چھوڑ گیا یا دو مختلف بیان باہم خلط ملط ہو گئیں — پانچویں راوی کا کسی جزو حدیث کی تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے کہ سننے والا آسانی اوسکو سمجھ جاے لیکن سننے والے نے از راہ غلطی اوس تفصیل کو بھی حدیث کا جزو سمجھا — چھٹے راوی نے اپنی گفتگو میں جناب پیغمبر خدا صلعم کے چند کلمات بیان کئے اور سننے والوں نے اوسکے تمام کلام کو حدیث سمجھ لیا — ساتویں وہ اختلاف جو زبانی روایات سلسلے میں خود بخود عارض ہوتا ہے — آٹھویں مختلف حالات جنمیں کہ راوی نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا یا کچھ فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا —

اور اسی لئے اصول فقہ میں یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ العقل شاهد بان خبر الواحد العدل لا يوجب اليقين لان احتمال الكذب قائم وان كان مرجوحا ولا لزم القطع بالنقيضين عند اخبار العدلين بهما وان خالف خبر الواحد جميع الاقيسة لا يقبل عندنا وذلك لان النقل بالمعنى كان مستفيضا فيهم فاذا قصر فقه الراوي لم يؤمن من ان يذهب شيء من معانيه فيدخله شبهة زائدة تخلو عنها القياس —

اور چونکہ اخبار میں شک کرنا بظاہر عدالت صحابہ پر شبہہ کرنا سمجھا جاتا ہے اس لئے عدالت صحابہ کی نسبت ہمارے محققین نے لکھا ہے فان قیل عدالۃ جمیع الصحابۃ ثابتۃ بالآیات والاحادیث الواردۃ فی فضائلہم قلنا ذکر بعضہم ان الصحابی اسم لمن اشتہر بطول صحبۃ النبی علی طریق التتبع لہ والاخذ منہ وبعضہم انہ اسم لمن رای النبی سواء طالت صحبتہ ام لا الا ان الجزم بالعدالۃ مختص بمن اشتہر بذلک والباقون کسائر الناس فیہم عدول وغیر عدول۔

اور اخبار احاد کی نسبت جبکہ عقلا اور نقلا یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ وہ مفید یقین نہیں ہے تو ضرور ہے کہ جو خبر معارض کتاب یا سنت مشہورہ اور اجماع امت کے ہو وہ بلحاظ ان خیالات کے جو اوپر بیان کئے گئے راویوں کے غیر مشتبہ ہونیکی صورت میں بھی مقبول نہونگی۔ اس لئے کہ یقین ظن سے زائل نہیں ہوسکتا۔ فکیف یعتبر خبر الواحد فی معارضۃ الکتاب والسنۃ المشہورۃ واجماع الامۃ وکل حدیث یخالف کتاب اللہ فانہ لیس بحدیث الرسول وانما ہو مفتری وکذلک کل حدیث یعارض دلیلا اقوی منہ فانہ منقطع عنہ علیہ السلام لان الادلۃ الشرعیۃ لا یناقض بعضہا بعضا وانما التناقض من الجہل المحض۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنیکے لائق ہے کہ جرح و تعدیل رواۃ کی صرف اخبار شرعیہ کی صحت کے لئے ضروری ہے تاکہ اوس سے ظن اوس خبر کی صحت پر ہوجاوے۔ اور تکالیف شرعیہ ظنی خبر پر واجب ہوسکتی ہیں لیکن واقعات اور مسائل عقلیہ میں جرح و تعدیل رواۃ کی بھی ضرورت نہیں ہے جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ خبر فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہیں۔ اگر اوس کا محال ہونا ثابت ہو تو تعدیل و تجریح فضول ہے۔ بیانتک کہ اگر ایسی خبر متواتر بھی ہو تو وہ موجب یقین نہوگی کما قال فی التلویح ثم المتواتر لا بد ان یکون مستندا الی الحس سمعا وغیرہ حتی لو اتفق اہل اقلیم علی مسئلۃ عقلیۃ

لم يحصل لنا اليقين حتى يقوم البرهان - وقال ابن خلدون في مقدمة تاريخه ولا يرجع الى تعديل الرواة حتى يعلم ان ذلك الخبر في نفسه ممكن او ممتنع واما اذا كان مستحيلا فلا فائدة للنظر في التعديل والتجريح ولقد عد اهل النظر من المطاعن في الخبر استحالة مدلول اللفظ وتاويله ان يأول بما لا يقبله العقل وانما كان التعديل والتجريح هو المعتبر في صحة الاخبار الشرعية لان معظمها تكاليف انشائية اوجب الشارع العمل بها متى حصل الظن بصدقها وسبيل صحة الظن الثقة بالرواة بالعدالة والضبط واما الاخبار عن الواقعات فلابد في صدقها وصحتها من اعتبار المطابقة فلذلك وجب ان ينظر في امكان وقوعه وصار فيها ذلك اهم من التعديل ومقدما عليه اذ فائدة الانشاء مقتبسة منه فقط وفائدة الخبر منه ومن الخارج بالمطابقة واذا كان ذلك فالقانون في تمييز الحق من الباطل في الاخبار بالامكان والاستحالة ان ننظر في الاجتماع البشري الذي هو العمران ونميز ما يلحقه من الاحوال لذاته وبمقتضى طبعه وما يكون عارضا لا يعتد به -

غالباً اخبار اور روایتون کے متعلق جو کچھ ہمنے لکھا ہے اوسے دیکھکر حضرت امامیہ یہ فرماوینگے کہ اگر تواریخ اور تفسیر اور حدیث کی کتابون کا یہ حال ہے کہ اونمین لکھی ہوئی کوئی خبر ایسی نہین ہے جس مین احتمال غلطی کا نہو اور کوئی خبر احاد مفید یقین نہین ہے اور بہت سی حدیثین لوگون نے بناکر مشہور کردی ہین تو پھر سنیون کی کسی کتاب کا کچھہ اعتبار نرہیگا - اور چونکہ انہین کتابون پر خصوصاً احادیث کی کتب پر اونکے مذہب کا مدار ہے اور شریعت کی بنیاد اوسپر قائم ہے تو خود سنیون کے بیان سے وہ بنیاد منہدم ہوتی ہے - اور وہ خود اپنی کتابونکو آپ غلط بتاتے ہین چنانچہ بعض علماء امامیہ نے ایسا ہی لکھا ہے - اور صاحب استقصا نے بھی جا بجا صراحةً و اشارةً

پیدا نہ کیا جائے۔ مگر جو کہنا اونکا صحیح نہوگا اس لیے کہ کوئی کتاب بجز قران مجید کیطرح آسمان سے اوترا نازل
ہوئی نہیں ہے۔ اور جبرئیل امین نے خدا کی طرف سے لائے نہیں۔ اور صاحب الوحی نے اوسے وحی
فرما کر ہم تک پہونچایا نہیں اس لیے کوئی کتاب کتاب اللہ کیطرح صحت اور یقین کے درجہ پر پہونچ
نہیں سکتی۔ بعد کتاب اللہ کے جہانتک انسانی کوشش سے ممکن ہے وہانتک صحیح حدیثوں کے جمع
کرنے میں اور ضعیف حدیثوں کے قبول نکرنے میں صحاح ستہ کے مصنفین نے کوشش کی اور تابامکان
بہتری صحیح حدیثوں کو جمع کیا خصوصًا امام بخاری و مسلم نے اور خاصکر امام بخاری نے۔ اور اسی لئے
گروہ کثیر نے علما کے اوسکی صحت کو تسلیم کیا اور اوسے بعد کتاب اللہ کے تمام کتابوں سے زیادہ صحیح
سمجھا۔ مگر یہ امر کہ ہر حدیث اوسکی مفید یقین ہو یا کوئی راوی اوسکا مشتبہ نہو ایسا دعوی کرنا گویا اونکی
کتابونکو خدا کی کتاب کے برابر سمجھنا ہے۔ اور اگر باوجود کمال زحمت اور تکلیف کے جو اونھوں نے حدیثوں
کے جمع کرنے میں اوٹھائی اگر بعض ضعیف حدیثیں اونکی کتاب میں درج ہوگئیں یا بعض ایسے راویوں کی
روایت اونھوں نے قبول کی جنمیں کلام کیا گیا ہے تو اس سے اونکی شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا
اور اونکی کتابیں جس قدر و منزلت کے لائق ہیں اوسمیں کمی نہیں ہوسکتی۔ نہ اوس سے کوئی شبہہ
اونکی کتاب پر ہوسکتا ہے۔ اور نہ باوجود موجود ہونے ایسی معتبر کتابوں کے یہ کہا جاسکتا ہے
کہ ہماری مذہبی کتابیں اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ بلکہ جو شدت اور سختی حدیثوں اور اخبار
کے قبول کرنے اور اوسکی صحت کی تحقیق اور تنقیح میں ہمارے محدثین نے فرمائی ہے اور جس صفائی
اور زور کے ساتھ غلط اخبار اور ضعیف احادیث اور زید و عمرو کی کتابوں پر جرح کی ہے اوس سے
ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے پکے اور تعصب سے پاک اور صداقت کے جویان اور حق کے متلاشی
اور باطل سے متنفر تھے۔ اور مذہب کی بنیاد مستحکم اصول پر قائم کرنے والے تھے اگر ہم اونھیں اپنون
کی تحقیق اور اخبار کے قبول کرنے میں ایسا سخت نہ پاتے اور اونکا تساہل اور تسامح مذہبی واقعین

دیکھئے تو ہمارا الیقین اپنے مذہب کے استحکام پر ایسا ہونا چاہیے اگر اب ہے ہمارے مورخین اور محققین کی
تحقیق اور تنقیح نے بھی یہ ثابت کر دیا کہ ہمارا مذہب ایسی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جسمین کسیطرح خلل
نہین آسکتا - كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ؀

لیکن کیا حال ہوگا حضرات امامیہ کے مذہب کا اگر بوجہ وضعی حدیثون اور ناولون داخل
ہونے سے کسی مذہب کے تمام کتابین غلط اور اوسکے تمام محدثین اور مجتہدین غیر معتبر سمجھے جا سکتے ہین -
اس لئے کہ جب اوسی نظر سے جس سے ہمارے علما نے اپنے یہان کی کتابونکو دیکھا ہے وہ اپنے یہان کی کتابونکو دیکھین گے
اگر ہمارے یہان سے بڑھکر اونکے یہان کی کتابین زیادہ قابل اعتراض نہ سمجھی جائین تو کسی حالت مین اون سے
کم تو نہونگی - بلکہ اگر ادب ملحوظ نہو تو نسبت بڑا حصہ اونکی حدیثی کتابون کا خصوصًا جو امامت سے
متعلق ہے صرف قران اور عقل کی مخالفت کی وجہ سے غیر قابل اعتبار ثابت کیا جا سکتا ہے -
مگر مین ادب کے دائرے سے قدم باہر رکھنا اور اپنے اثنا عشری دوستونکو اوسکے بیان سے
رنجیدہ اور شرمندہ کرنا پسند نہین کرتا اس لئے ضروری باتون پر کفایت کرتا ہون اور یہ بات
دکھاتا ہون کہ بہ نسبت کتابون کے غیر معتبر ہونے اور جھوٹی حدیثون کے بنانے اور ائمہ پر
تہمت کرنے اور راویون کے حالات تحقیق کرنے اور جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھنے اور اخبار احاد
کے مفید یقین نہونے اور اون اخبار کے جو مخالف قرآن اور عقل اور عقائد مسلمہ کے ہون
قابل قبول نہونے اور دیگر باتون کے جنکا ذکر ہمنے اوپر کیا ہے علماء امامیہ نے کیا فرمایا ہے -

ملا علی طہرانی کتاب توضیح المقال فی علم الرجال مین متعلق حدیثون اور راویون کے یہ فرماتے ہین کہ
مراد حدیث سے وہ ہے جسکی سند کا سلسلہ معصوم تک یا کسی امام تک منتہی ہو -
چونکہ احکام شرعی کا استنباط اور وقوف ہے احادیث کے سمجھنے پر اس لئے ضرور ہے کہ احادیث
کی صحت تحقیق کیجائے تاکہ اون سے مسائل کا استنباط اور اوسپر عمل کرنا جائز ہو - اور یہ بات

معلوم ہے کہ سب حدیثین ایسی نہین ہین۔ اور اونکی صحت کا علم موقوف ہے راویون کے حالات دریافت
کرنے یعنی علم الرجال کے جاننے پر۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ہماری حدیثون مین بہت سی جھوٹی اور موضوع
ہین۔ پیغمبر خدا صلعم نے فرما دیا تھا کہ میرے بعد بات بنانیوالے بہت ہونگے۔ اور حضرت صادق سے
روایت ہے کہ ہم مین سے ہر ایک امام کے اوپر جھوٹ لگانیوالے لوگ ہونگے۔ اور یہ بھی آپنے فرمایا کہ
ہم اہل بیت سچے ہین مگر جھوٹ بولنے والون اور جھوٹ لگانے والون سے جو ہمپر جھوٹ لگاتے ہین
خالی نہین ہین اور ہماری سچائی اونکے جھوٹ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور مغیرہ بن سعید نے میرے باپ
بزرگوار کے اصحاب کی کتابون مین ایسی جھوٹی حدیثین ملا دی ہین جنکو کبھی میرے باپنے بیان
نہین کیا تھا۔ پس خدا سے ڈرو اور جو قول ہمارا خدا کے کلام اور نبی کی سنت کے خلاف پاؤ اوسے
مت مانو۔ اور یونس سے روایت ہے کہ مین نے عراق مین امام باقر اور امام جعفر صادق کے
اصحاب کو پایا اور اونسے حدیثین سنین اور اونکی کتابون کو لیا۔ اور بعد اوسکے حضرت امام موسی رضا
کے روبرو پیش کیا آپنے بہت سی حدیثون سے انکار فرمایا اور کہا کہ ابو الخطاب نے امام جعفر صادق
پر بہت جھوٹ لگایا ہے خدا اوسپر لعنت کرے۔ اور اسیطرح ابو الخطاب کے رفقا ان حدیثون سے
ابتک فریب دیتے ہین۔ اور امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتابون مین ملا دیتے ہین لیس
جو کچھ خلاف قرآن کے ہو اوسے ہماری طرف سے نہ سمجھو اور نہ اوسے قبول کرو۔ اور جو چیز مخالف
قرآن اور سنت کے ہو اوسے دیوار پر مارو۔ مؤلف کتاب اسے نقل کرکے کہتے ہین کہ موضوع
حدیثون کا ہونا تو ہماری کتابون مین اس سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ بات کہ ان کتابون مین سے
موضوع حدیثین نکال دیگئی ہین معلوم نہین ہوتی۔ اور اسکا دعوی کرنا قابل سماعت نہین ہے
پس بغیر تمیز کرنے موضوع حدیث کے صحیح احادیث سے سب پر عمل کرنا نہ صرف قبیح ہے بلکہ
ممنوع ہے۔ اور راویون کے حالات دریافت کرنا اور علم الرجال سے واقف ہونا اسلئے

ضرور ہے کہ اگرچہ تمام حدیثون مین احتمال وضع موجود ہے کیونکہ یہ احتمال بعض حدیثون مین قرائن خارجیہ کے سبب سے بہت کم ہے لیکن اس احتمال کے دور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام حدیثون مین رفع شک کے لئے اس علم کی طرف رجوع کیا جاوے۔

راویون کے حالات دریافت کرنے اور علم الرجال سے واقف ہونے کے لئے مؤلفات محدثین نے جہان اور بہت سی دلیلین بیان کی ہین وہان یہ بھی لکھا ہے کہ اگلے محدثین رحمہم اللہ کی سیرت سے پایا جاتا ہے کہ وہ رجال کی کتابین لکھتے تھے اور اونکی تدوین و تنقیح کرتے تھے۔ اور ان کتابون کو حاصل کرتے اور اپنے مطالعہ مین رکھتے۔ اور راویون کے حالات دریافت کرنے کے لئے اونکی طرف رجوع کرتے۔ تو کیا کوئی سمجھدار آدمی اس بات کو مانیگا کہ یہ فعل اونکا لغو یا مکروہ یا حرام تھا بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کی طرف احتیاج بہت زیادہ اور راویون کے حالات سے واقف ہونا نہایت ضرور ہے۔ اور کیون نہو اسی سے اطمینان یا ظن حاصل ہوتا ہے اون احکام پر جو احادیث سے مستنبط کئے جاتے ہین۔ اور نیز محدثین کی سیرت مین یہ بھی داخل ہے کہ وہ سلسلہ روایت کا ہر حدیث کے متعلق بیان کرتے ہین اور ابتدا سے تا زمانہ تالیف کتب اربعہ اونھون نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر حدیث کے تمام راویون کو نام بنام بیان کرین یہانتک کہ اگر کوئی بیچ مین سے چھوڑ دیا گیا ہو تو اوسکا دوسری جگہ ذکر کر دین تاکہ ارسال اور قطع اور رفع جو صحت حدیث اور اعتبار کے منافی ہے ظاہر ہو جاوے اور اوس سے اونکا احتراز ثابت ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ سب صرف اس لئے وہ کرتے تھے کہ جو اونکی کتابونکی طرف رجوع کرے اور اونکے حالات کو اپنی مقدور کی موافق دریافت کرے تو وہ تمیز کرے کہ کون سا راوی ایسا ہے جسکی روایت لینے کے لائق ہے اور کونسا چھوڑنے کے قابل۔ اگر یہ مقصود نہوتا اور راویون کے حالات دریافت کرنیکے بعد حدیثون کی کتابونکی تدوین کی ضرورت نہ تھی تو محدثین کی یہ ساری کارروائی لغو اور فضول

ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بغیر دیکھنے احوال رواۃ کے اون چارسو کتابونسے جو حدیث مین لکھی گئی ہین
حدیثون کا لینا کافی سمجھا جاتا یا اونکی صحت پر یقین ہوتا تو کتابون مین راویون کے نامون کا لکھنا اور
اس طرح کی کتابون کا پڑھنا نا لغو اور مکروہ بلکہ ممنوع اور حرام ہو جاتا۔

مولف کتاب موصوف نے اون اعتراضات کو بھی بیان کیا ہے جو حدیث کی کتابونکو معتبر اور
ہر حدیث کو بغیر رجوع تحقیق حالات رواۃ کے قابل عمل سمجھتے ہین۔ اور اونکی دلیلون کا ذکر کر کے
اوسکا جواب دیا ہے۔ منجملہ اونکے ایک یہ ہے کہ علم الرجال کے ضرورت اور احتیاج کے منکر ہین وہ
کہتے ہین کہ یہ بات بتواتر اور بقرائن یقینیہ معلوم ہے کہ تین سو برس تک سلف کا یہ طریقہ رہا کہ وہ احادیث
کو جمع اور ائمہ کی مجالس مین اوسکی تدوین کرتے اور جن حدیثون پر اہل حق یعنی ہمارا فرقہ عمل کرتا اور
مذہب اکرنے مین اپنی ہمتین صرف کرتے اور اوسے ائمہ کو سناتے۔ اور یہ عمل کتب اربعہ کی تالیف کے
زمانے تک جاری رہا اور یہ چار کتابین حدیث کی انھین اصول سے منقول ہین۔ اور جنکے اعتبار پر علما [?] نے
شہادت دی ہے اور غیر معتبر کو معتبر سے جدا کر دیا ہے اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ
احکام شرعیہ مین ظن کا اعتبار نہین ہے بلکہ علم اور یقین کا ہونا لازمی ہے اور باوجود معلوم ہونے اونکی
وثاقت و عدالت کے کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کتب اربعہ کے جامعین احادیث صحیحہ کے جمع
کرنے مین تقصیر کرتے۔ اور جبکہ مورخین کسی قصے کو غیر معتبر کتاب اور غیر معتبر شخص سے اپنی تاریخ
کی کتابون مین نہین لیتے تو ان بزرگان دین کی نسبت کیونکر شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح
حدیثون کے جمع کرنے مین تقصیر کرتے اور وہ جو درست فرض کرنے اس بات کے کہ اونھون نے غیر معتبر
حدیثین لین کیونکر تدلیس کرتے اور اس بات کا دعوی فرماتے کہ جو کچھ اونھون نے نقل کیا ہے وہ سب
صحیح ہے اور وہ اونکی کتاب اونکے اور خدا کے بیچ مین حجت ہے۔ اس اعتراض اور ان دلیلون کا
یہ جواب دیا ہے کہ ان باتون سے احادیث کا قطعی الصدور ہونا ثابت نہین ہوتا۔ اس لیے کہ

کم سے کم احتمال سہو اور غفلت کا تو باقی رہتا ہے کیونکہ حدیث کے راوی اور اصول اور جو کتابیں اون
کے لکھی ہیں اونکے مؤلف معصوم نہ تھے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی احتیاج رجال کے حالات کی
باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان حدیثوں میں تناقض حدیثیں موجود ہیں مثل نقیضے کے حدیثوں کے
اور اس لیے رجوع کرنا رجال کے حالات کیطرف ضرور ہے - پھر مؤلف موصوف نے فرمایا ہے کہ یہ
کہ جامعین حدیث نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ اونھوں نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے یعنی جتنی حدیثیں
اونھوں نے لکھی ہیں وہ سب مفید علم ہیں بلکہ اونکے نزدیک وہ صرف مفید عمل ہیں اور دلیل کرنا کسی
حدیث پر عام ہے اس سے کہ وہ حدیث مفید یقین ہو یا نہو اور نیز جامعین حدیث سب متفق نہیں ہیں
کل حدیثوں کے جمع کرنے میں مثلاً کلینی نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں اونکے بعد متاخرین نے
نقل کیا ہے اور اوسپر بڑھایا ہے - اور اونکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیثوں کے
جمع کرنے میں اور اوسکی تنقید اور تصحیح میں بہت زحمت اوٹھاتے تھے ایسے لوگ کیونکر اون حدیثوں
کو جو مفید علم ہوں چھوڑ دیتے جنکو اونکے بعد کے لوگوں نے جمع کیا - پھر صدوق کو دیکھئے
کہ وہ حدیث کی تصحیح و تضعیف اکثر اپنے شیخ ابن الولید کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرتے ہیں یہاں تک
کہ اونکا یہ قول ہے کہ جس حدیث کو میرے شیخ نے صحیح کہدیا ہے وہ میرے نزدیک بھی صحیح ہے
اور جسکو اونھوں نے صحیح نہیں کہا وہ ہمارے نزدیک متروک ہے - بھلا خیال کرو کہ اون اخبار میں
جو مفید علم ہوں دوسرے کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرنے کو کیا دخل ہے - اور صرف اون کے
شیخ کی تصحیح و تضعیف سے کیونکر صحت اور ضعف پر حدیثوں کے یقین ہو سکتا ہے - اور وہ
حدیثیں جو مفید علم ہوں صرف اونکے شیخ کے ضعیف کہدینے سے کیونکر رد کیجا سکتی ہیں -

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے صوارم میں متعلق اخبار و احادیث کے اپنے مذہب کا یہ
اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقہ حقہ امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور اعتقادات میں

یقین حاصل کرتے ہیں اور ظن اور تقلید کو اصول دین میں جائز نہیں رکھتے اور دلائل عقلیہ سے
یقین حاصل کرنیکے بعد بہ نسبت مزید اطمینان اور ترقی مدارج یقین کے بطور تائید اور دیگر فوائد کے
سمعیات متواترہ کو یعنی اون اخبار کو جو لفظا یا معنا متواتر ہوں ذکر کرتے ہیں گو وہ راوی فاسد العقیدہ
ہو- اور اسی وجہ سے جناب شیخ الطائفہ نے راویان فاسد العقیدہ کے اخبار پر عمل کیا ہے- اور
خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہو اعتقادات میں حجت اور کافی نہیں سمجھتے- اور فروعات میں
ہرچند ہمارے بعض علما نے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر مسئلے کا اجماعی یا مستفاد از متواتر یا ماخوذ از
کتاب و دلیل عقلی ہونا ضرور ہے لیکن ہمارا عمل اسپر ہے کہ اگر خبر احاد ہو اور راوی اوسکا
ثقہ ہوں اور شرائط دیگر سے مقرون ہو تو عمل خبر احاد پر بھی واجب ہے- پھر جناب موصوف نے
اپنے مذہب کا یہ اصول بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو اوس امر کے جس پر
اجماع منعقد ہوا ہو تو ضرور ہے کہ وہ خبر یا ماؤل ہوگی یا مطروح- اور اسی اصول کی بناپر
وہ اون روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت میں ہیں مردود اور غلط سمجھتے ہیں
جیساکہ فرماتے ہیں کہ "بلاشبہہ کچھ حدیثیں ہمارے مذہب میں ایسی ہیں کہ جنسے ایسے بزرگون کا
مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ راوی اس قسم کے اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے
اور نیز اس قسم کی حدیثیں اون حدیثون کے معارض ہیں جو نہایت قوی ہیں اور جنپر امامیہ کا
اجماع ہے- اس لیے ہمارے علما نے اس قسم کی حدیثون کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے"-
اور پھر یہ فرماتے ہیں کہ "عقل اس بات پر شاہد ہے کہ باوجود اخبار جرح کے کہ جو ایسے بزرگون
کے حق میں بیان کی گئی ہیں- ہمارے علما کے عقیدے میں جو ان بزرگونکی جلالت شان کے
بابت تھے کچھ خلل نہوا- اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلاف کے اونکا خلاف نکیا
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا سبب صرف یہ ہے کہ اونکی بزرگی اور کمال کا آفتاب اونکی

نظر و تامل پر روشن تھا اور یہ اگر فرقہ حقہ امامیہ ہوا و ہوس کا مثل ہشام وغیرہ کے اور اکثر اصحاب کی طرح فاسد العقیدہ شمار کریں تب بھی اونکے عقائد حقہ کی بنا دین حق قاہرہ اور براہین باہرہ پر قائم ہے خلل نہیں ہو سکتا - اور چونکہ ہم امامت اور فضائل علی بن ابی طالب اور اونکی اولاد کے ثابت نہیں کرتے ہیں مگر خدا کی کتاب سے جسکی صحت ضروریات اسلام سے ہے یا احادیث متفق علیہا سے یا عقلی دلائل سے - پس اگر ہشام اور محمد بن مسلم جیسے ہزار آدمی بالفرض ملحدین اور فاسقین سے ہوں تب بھی اونکے اعتقاد میں کچھ خلل نہیں آسکتا "

پھر فرماتے ہیں کہ "کم کوئی ایسا مذہب ہوگا کہ بعض روایات سے جو اصل یا اول اوس مذہب میں ہوں پس دیندار دانشمندوں کو چاہیے کہ ایسی حالت میں کوئی قاعدہ اور ضابطہ رکھتے ہوں جس سے اثنا جدال اور مخاصمہ میں باہر نہ جائیں - اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ احتجاج اور الزام خصم کا اوس بات سے کریں جو اوسکے مذہب کے خلاف اوس مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے - اور اوس مذہب کے راوی اور علماء نے جو کچھ بیان کیا ہو وہ مسلم الثبوت طرفین کا ہو - یا یہ کہ اوسکا ثبوت تواتر سے ہو کہ جسمیں جھوٹ کا احتمال اہل انصاف کے نزدیک نہ پایا جاوے "-

جناب موصوف حسام میں نسبت اخبار احاد کے فرماتے ہیں کہ "خبر واحد اگر بے معارض کے بھی ہو تب بھی ظنی ہے - اعتقادات کے اصول میں اوس سے تمسک کرنا جائز نہیں بلکہ محققین شیعہ امامیہ کے نزدیک مثل ابن زہرہ اور ابن ادریس اور شریف مرتضی اور اکثر قدما کے وہ قابل احتجاج نہیں - اور متاخرین نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور اسی لئے اونھوں نے اخبار احاد کو دلائل میں شمار نہیں کیا بلکہ اوسکے رد کو ضروری سمجھا ہے خصوصا اعتقادات میں "-

اور نسبت تردید یا تاویل اون احادیث کے جو مخالف ادلہ شرعیہ کے ہوں آپ فرماتے ہیں کہ "جو کچھ اس باب میں ائمہ دین سے منقول ہے وہ سب جھوٹ اور بہتان ہے - اور جو رو

اگر اون سے کچھ موضوعات سے ہے - اور یا یہ کہ ائمہ نے فرمایا ہوگا لیکن اوسکی کوئی تاویل ضرور ہوگی اس لئے کہ یہ خبر معارض ہے اون اوامر عدیدہ کے جو اس سے اقوی ہیں"۔

پھر صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں کہ "کوئی فرقہ ہالک وگمراہ ایسا نہ ہوگا کہ کوئی آیت اور حدیث ظاہر اوسکے مذہب کے موافق نہو پس اگر صرف معارض کا پایا جانا بطلان مذہب کی دلیل ہو تو لازم آتا ہے کہ مذہب اسلام بالکل باطل ہو - اور محمد کفار کیجانب مستحق طعن وتشنیع ہو - ہان اگر کوئی باوجود قوت معارض کے جانب ضعیف کو اختیار کرے تو اوسکو مورد طعن وتشنیع کر سکتے ہین"۔

پھر صفحہ ۲۵ مین فرماتے ہین کہ "غرضکہ تمکو معلوم ہوگیا کہ امامیہ کی بنا اعتقادات اخبار احاد پر نہین ہے - ابن بابویہ نے اپنی کتاب اعتقادات مین اعتقادات امامیہ کے اصول کو جنکی بنا آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع اہل بیت اور اون ادلہ عقلیہ پر ہے جن کا ثبوت ہوگیا ہو مذکور کیا ہے - اور کتب احادیث مین موافق عادت محدثین کے اخبار احاد کو جس طرح پر کہ ماثور ہوئی ہون درج فرمایا - اور یہ امر لازمی نہین ہے کہ محدثین جو کچھ روایت کرین اوسکے موافق وہ اعتقاد بھی رکھتے ہون"۔

پھر صفحہ ۲۶ مین فرماتے ہین کہ "وارد ہونا ایسی احادیث کا جو ظاہر مین مختلف ہین مخصوص کسی ایک فرقے اہل اسلام سے کہ جنکے پاس کتب احادیث واخبار ہون نہین ہین اسلیے کہ علماء اسلام نے احادیث مختلف کا طریق جمع اور وجوہ ترجیح دو حدیثون متعارض کو دوسری حدیث پر کتب اصول وغیرہ مین مدون اور بیان کر دیا ہے - پس اگر ابن بابویہ کا مجرد روایات مختلف کا بیان کرنا محل طعن وتشنیع ہو تو تمام محدثین اہل اسلام محل طعن وتشنیع کے ہونا چاہیین"۔

پھر صفحہ ۲۸ مین فرماتے ہین کہ "کسی نے محدثین مین سے عام وخاص کے یہ التزام نہین کیا کہ جو کچھ کتاب حدیث مین روایت کرے اوسکی مدلول ظاہری کے مطابق معتقد اور عامل بھی ہو

بلکہ در صورت تعارض حدیث کے ادلۂ شرعیہ کے ساتھ تو اوس حدیث کو جو روایت کیا ہو جو بحکم
بمقتضای ادلۂ شرعیہ کے راجح ہو اوسپر عمل کرتے ہین ۔

جناب مولانا سید محمد مجتہد عقائد جعفریہ مین فرماتے ہین کہ اکثر مجتہدین امامیہ اصول دین
مین دلائل قطعیہ پر اعتماد کرتے ہین اور بس ۔ ظن و تقلید اوسمین جائز اور روا نہین رکھتے
اور اصول دین مین اخبار احاد پر اعتماد نہین کرتے ۔ اور اس باب مین ہر قسم کی حدیثین
صحیح ہون یا حسن قوی ہون یا ضعیف برابر ہین ۔ اور فروعات دین مین اونکا اعتبار ضروریات
دین و مذہب کی باتون مین یقین پر ہے اور بس ۔ نہ اخبار احاد پر ۔ اور سوا اسکے
ظن پر مگر نہ مطلق ظن پر بلکہ جو چار دلیلون مین سے کسی ایک دلیل سے وہ ظن حاصل ہوا ہو
یعنی کتاب یا سنت یا اجماع یا عقل ۔ اور در صورت تعارض کے صحیح کو ضعیف پر ترجیح دیتے ہین
اور تعارض نہونیکی حالت مین اگر خبر ضعیف عمل اصحاب مذہب کے موافق ہو تو اوسپر بھی اعتماد
کر لیتے ہین ..... اور یقینی ہونا ہر ایک خبر کا اخبار کتب اربعہ کے (یعنی حدیث کی اون چار
کتابون سے جو اونکے یہان صحاح سمجھی جاتی ہین) نہ ثابت ہے اور نہ اوسکا دعوی کیا گیا ہے
اور ہمارے یہان کی حدیث کی ان چار کتابون کا حال سنیون کی صحاح ستہ کے اخبار کے
موافق نہین ہے کہ اگر کوئی اونکی صحت پر حلف کرے تو طلاق واقع نہو ۔ اور نہ فرقہ حقہ امامیہ کا
عمل اپنی حدیثون پر معارضات اور ترجیحات سے قطع نظر کرکے ہے بلکہ بعد غور اور بحث
اور ملاحظہ اطراف و جوانب اور دریافت حالات راویون کے ہے ۔ اور ان تمام باتون
پر غور کرنیکے بعد وہ اعتماد کے محل پر اعتماد کرتے ہین اور جرح اور طرح کے مقام پر
جرح و طرح کرتے ہین اور جہان تاویل کی ضرورت ہوتی ہے وہان تاویل ۔ اور اونکی
ترجیح اور عمل کے وجوہ ایک راہ اور ایک سبب پر منحصر نہین ہین ۔ اور جو وجوہ مثل

مصائب ہشامین کے مخالف اجماع فرقۂ حقہ اور معارض روایات متواترہ کے ہین لامحالہ وہ قول اوسکا باطل ہوگا۔

یہ روایتین مشتمل جرح اور طعن بنی ہشامین کے کافی مین مذکور ہین باوجودیکہ اون میں کے راوی امامیہ ہین اور کلینی نے اون سے روایتین کی ہین مگر چونکہ وہ روایتین اون لوگون کے مصائب مین ہین جنکو حضرات شیعہ بزرگان ملت اور رفقاء وفدائی امام کے سمجھتے ہین اسلیے ایسی روایتون کو بغیر جرح اور قدح کیے راویون کے متروک بلکہ موضوع قرار دیتے ہین۔ جیسا کہ جناب مجتہد صاحب نے عقیدہ سیزدہم کے جواب کے اخیر مین فرمایا ہے کہ یہ قوی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ روایتین یا موضوع ہین کہ حاسدون اور دشمنون نے ہشام وغیرہ کے بسبب اون کی قرب و منزلت کے کہ اونھین ائمہ کی جناب مین تھا بنالیا ہے۔ یا یہ کہ جناب ائمہ نے اپنی حفاظت کے لئے اونپر یہ عیب لگا دیے ہین جیسا کہ حضرت خضر نے کشتی کو عیب دار کر دیا تھا"۔

اور شیخ ابوجعفر طوسی نے تہذیب مین باب الوصیت بالثلث مین فرمایا ہے کہ اگر ائمہ کوئی روایت ایسی بیان کیجاے کہ اونھون نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو مخالف ہو اوس چیز کے جو شریعت اسلام مین ثابت اور مقرر ہے پس چاہیے کہ وہ روایت باطل سمجھی جاے یا وہ اوس وجہ پر فی الجملہ محمول کیجاے جو اخبار صحیحہ کے مطابق ہو اگرچہ اوسکی تفسیر معلوم نہو۔ اور راویون کے وہم اور غلطی کی نسبت باوجود اونکے ثقہ ہونیکے شیخ طوسی تہذیب مین جابجا تصریح فرماتے ہین جیسا کہ باب الرجوع فی الوصیۃ مین کہا ہے

قال محمد بن الحسن ما یتضمن هذا الخبر من قوله ان اوصی به کله فهو جائز وهم من الراوی۔ اور کتاب الوقف مین لکھتے ہین کہ قال محمد بن الحسن

ما تضمن هذا الخبر من قوله یعنی صاحب الدار حین ذکر ان رجلا اجل الرجل
سکنی دارہ فانہ غلط من الراوی اور اسی طرح بہت سے مواقع پر لفظ یجوز ان
یکون الراوی وہم اور لفظ اشتبہ الامر علی فلان کہتے ہیں۔

کسی عالم کا مجرد قول قابل سند نہ ہونا بھی علماء شیعہ قبول کرتے ہیں جیسا کہ جواب ایراد
کہ قاضی نور اللہ شوستری نے ہارون اور مامون کو زمرۂ شیعہ اثنا عشریہ میں قرار دیا ہے
جناب مولانا سید محمد صاحب حضرت سید یہ میں فرماتے ہیں کہ اما آنچہ از کلام سید نور اللہ نور اللہ
مرقدہ مستفاد میشود کہ جناب ایشان بتشیع اینہا قائل بودہ اند پس اولاً آن مسلّم نیست تا
لازم وو در باب امثال این گونہ امور غیر مسلّم فان الحق احق بالاتباع خصوصاً نظر
بآنکہ ہمت جناب سید ممدوح بسوی ترویج دائرۂ تشیع چنان مصروف بودہ کہ اکثر
از قدما متکلمان مطمح نظر داشتہ کہ مثل سید شریف جرجانی و علامہ دوانی را ہم [illegible]
گردانیدہ و مانند منصور دوانقی شقی را نیز از ایشان بہ تکلف گردانیدہ۔

اور رسائل شیخ مرتضیٰ مطبوعہ ایران میں متعلق اختلاف اور وضع احادیث کے لکھا
ہے کہ یہ کہنا شیخ کا کہ ائمہ کے اصحاب نے اصول و فروع بطریق الیقین کے اونسے لئے ہیں
یہ ایک دعوی ہے کہ جسکا عدم ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ کم سے کم اس سے یہ ارشاد ہے کہ
ائمہ علیہم السلام کے اصحاب اصول و فروع میں اختلاف رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اکثر اصحاب
ائمہ نے جب اونسے اونکے اصحاب کے اختلاف کی شکایت کی تو ائمہ نے کبھی اونکو
یہ جواب دیا کہ ہمنے خود یہ اختلاف اونمیں ڈالا ہے تاکہ ہم اپنی جان بچائیں جیسا کہ حریز اور
زرارہ اور ابو ایوب خزاز کی روایت میں آیا ہے۔ اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف
دروغگوؤں کی وجہ سے ہے جیسا کہ فیض بن مختار کی روایت میں ہے کہ میں نے

امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اس اختلاف کا جواب کہ آپ کے شیعون مین ہے کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کونسا اختلاف فیض کہتے ہین کہ مین نے آپ سے عرض کیا کہ مین کوفے کے محدثین کے حلقے مین بیٹھتا ہون تو مجھے اونکے اختلاف احادیث مین شک ہوتا ہے پھر مین فضل بن عمر کے پاس آتا ہون تو وہ مجھے اس امر سے آگاہ کرتے ہین جس سے میرا نفس اطمینان پا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہان جیسا تم کہتے ہو بات یونہین ہے لوگون نے ہم پر جھوٹ بولنے کی بہت زیادتی کر رکھی ہے۔ گویا خدا نے جھوٹ کو اونپر فرض کر دیا اور انسے سوا جھوٹ کے اور کچھ نہین چاہتا مین کسی سے ایک حدیث بیان کرتا ہون تو وہ میرے پاس سے جدا بھی نہین ہوتا کہ اوسکی تاویل اصل تاویل کے علاوہ گڑھ لیتا ہے۔ اور یہ بات اسو جہ سے ہے کہ لوگونکو ہماری حدیث اور ہماری محبت سے اللہ طلب نہین ہے بلکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہی رئیس ہوکر پکارا جاوے۔ اور اسی کے قریب داؤد بن سرحان کی روایت ہے۔ اور تواریخ کے رجال مین سے بہت سے لوگونکو قمیین کا استثنا کرنا معروف ہے۔ اور ابن ابی العوجا کا قصہ یہ ہے کہ اوسنے اپنے قتل ہونیکے وقت کہا کہ مین نے تمھاری کتابونمین چار ہزار حدیثین ملا دی ہین جو رجال مین مذکور ہین۔ اور ایسے ہی یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمٰن ذکر کرتے ہین کہ مین نے اصحاب صادقین مین سے بہت سی حدیثین لین اور پھر اونکو ابوالحسن امام رضاؑ کے سامنے پیش کیا تو اونھون نے بہت سی حدیثون سے انکار کیا۔ اور سوا اسکے اور بہت سے شواہد ہین جو شیخ کے رفع کرنے کے خلاف ہین۔

اس کتاب مین جہان اثبات حجیت خبر واحد مین عقلی دلائل کا بیان کیا ہے کتابون کے لکھے ہوئے پر بغیر سماعت کے بھروسہ نکرنے اور نیز احادیث کے بنانے اور وضع

کرے اور جھوٹی حدیثون کو کتابون مین لکھدینے کی نسبت کہا ہے کہ اسمین شک نہین کہ جو شخص
احوال روات مذکورہ کا تتبع کرے تو وہ اکثر اخبار بلکہ کل کو سواے شاذ و نادر کے ائمہ سے صادر
ہونا نہ پاوے گا۔ اور یہ بات اوسوقت معلوم ہوگی جبکہ اخبار کے ہم تک پہونچنے اور ارباب
کتب یعنی مشائخ ثلاثہ اور جو اونسے پہلے ہین اونکے اہتمام کی کیفیت مین تامل کرے۔ کہ جو
کچھ اونھون نے اپنی کتب مین لکھا ہے اوسکی کیا کچھ تفتیش کی ہے۔ اور صرف کتاب سے
دیکھکر روایت کے لینے پر اکتفا نہین کیا اور نہ اوسکو اپنی تصانیف مین داخل کیا اور منقول
ہے کہ اوس کتاب مین بعض کذاب لوگون نے کچھ ملا دیا ہو۔ احمد بن محمد بن عیسی کی یہ حکایت
ہے کہ وہ حسن بن وشا کے پاس آئے اور اونسے علاء بن رزین اور ابان بن عثمان
احمر کی کتابین طلب کین۔ جب حسن نکالکر لائے تو احمد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ انکا
سماع کرون تو حسن نے جواب دیا کہ تمھین ایسی جلدی کیا ہے انکو لیجاؤ اور لکھلو۔ اور پھر
یہ کہا کہ خدا تمپر رحم کرے تم انکو لیجاؤ اور لکھوا اور جو شخص میرے بعد ہو اوس سے پڑھ لینا
احمد نے کہا کہ مین نے اونسے کہا کہ کیا یہ حوادث سے مامون نہین ہین۔ حسن نے کہا کہ اگر
مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کی ایسی طالب ہوگی تو مین بہت سی حاصل کرلیتا مین نے اسی مسجد مین
سو شخصون کو دیکھا ہے کہ وہ سب یہ کہتے تھے کہ مجھ سے محمد بن جعفر ع نے یہ حدیث بیان
کی ہے۔ اور حمدویہ و ایوب بن نوح سے روایت کرتے ہین کہ اونکے پاس کچھ قمی آئے
جنمین ابن سنان کی حدیثین تھین۔ ایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو لکھ لو مین نے خود محمد
بن سنان سے لکھی ہین لیکن مین اونکی روایت تمسے نکرونگا اس لئے کہ اونسے اپنے
مرنے سے پہلے کہا تھا کہ جسقدر حدیثین مین نے تم سے بیان کی ہین اونمین نہ سماع ہے
اور نہ روایت بلکہ مین نے اونکو لکھا ہوا پایا تھا۔ دیکھو وہ روایت کرنے مین اوس شخص سے

جن سے ثقات سے نہین سنا بلکہ کتابونمین لکھا پایا کبھی احتیاط کرتے تھے- اور ایک شاہد اسکو
کافی ہے کہ علی بن حسن بن فضال اپنے باپ کی کتابون کو اپنے باپ سے نہین روایت
کرتے تھے باوجودیکہ اونھون نے باپ کے ساتھ مقابلہ کیا تھا بلکہ اپنے بھائیون احمد و محمد سے اور
وہ باپ سے روایت کرتے ہین اور علی نے اسکا یہ عذر بیان کیا کہ جس روز اونھون نے حدیث
کا مقابلہ اپنے باپ کے ساتھ کیا تھا تو وہ صغیر سن تھے اور اونکو روایات کی معرفت اچھی طرح
نہ تھی اسلئے اونھون نے دوبارہ اپنے بھائیون سے پڑھا غرضکہ ظاہر ہے کہ محدثین کا
دارمدار حدیث کا خود صاحب کتاب سے سننے پر ہے یا اوس شخص سے جسنے صاحب کتاب سے سنا ہو
- پس وہ حدیث کو نہ بیان کرتے تھے مگر جبتک کہ خود نہ سنا ہو اگرچہ سننا صاحب کتاب سے
کئی واسطون سے ہو- اور نیز یہ کہ جس شخص کی نسبت سننے کی صاحب کتاب سے معلوم
ہوتی تھی اوس پر اونکو اطمینان اور نہایت وثوق ہوتا تھا- یہانتک کہ اون واسطون کا
اتباع تنقیح حدیث اور تردید مین کرتے تھے جیسے کہ صدوق کو اپنے شیخ ابن ولید کے ساتھ
اتفاق ہوا- اور کبھی وہ اون واسطون پر وثوق نکرتے تھے اگرچہ کبھی قدح اونمین معلوم
ہوتا اور اونکی صدق مین کچھ بھی دخلیت قدح کو ہوتی- اسی لئے ایک جماعت محدثین
سے منقول ہے کہ وہ روایت نکرتے تھے ایسے شخص سے جو ضعفا سے روایت اور مرسل
اسناد کرتا ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ثقہ ہو- جیسے کہ برقی کی نسبت اتفاق ہوا- بلکہ ایسے شخص سے
بھی روایت مین احتراز کرتے تھے جو قیاس پر عمل کرتا ہو- باوجودیکہ یہ معلوم ہے کہ عمل کو
روایت مین کچھ دخل نہین- جیسے اسکافی کی نسبت اتفاق ہوا- جہان کہ اوسکے ترجمے
مین ذکر کیا ہے کہ وہ قیاس کو جائز سمجھتے تھے تو اس سبب سے اونکی روایات چھوڑ
دی گئین- اور ایسے شخصونکی روایت مین توقف کرتے تھے جو پہلے مذہب حق پر تھے

اور پھر اوس سے عدول کر گئے اگرچہ اونکی روایات وکتب حالت استقامت کی ہوتی ہین یہانتک
کہ اونکی اجازت امام یا نائب امام دیتی جیسے امام عسکری سے لوگون نے کتب بنی فضال کا حال
پوچھا اور یہ کہا کہ ہمارے گھر اوسکی کتابون سے بھرے پڑے ہین تو اونھون نے اونکو اجازت
دی اور شیخ ابو القاسم بن روح سے کتب ابن عزاقر کا حال دریافت کیا جنکو اوسنے قبل
مذہب شنیعہ سے مرتد ہونیکے تصنیف کیا تھا۔ شیخ نے اونکو اوس کے اخذ کی اجازت دی
غرض یہ ہے کہ اخبار یا ہمین یعنی زمانہ امام رضا علیہ السلام سے جو کچھ اہتمام ہمارے علما نے تنقیح اخبار مین
کیا ہے اوسکی امارات بے تعداد ہین۔ اور تتبع کرنیوالے کو ظاہر ہو سکتی ہین۔ اور اس شدت اہتمام کا
باعث یہ تھا کہ یہ روایات اساس دین اور قوام شریعت سید المرسلین ہین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیے امام
نے ایک جماعت روات کی شان مین کہا ہے کہ اگر یہ لوگ نہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔ اور لوگ
نہین پسند کرتے ہین غیر معتبر روایتونکا لکھنا اپنی مولفہ کتب تواریخ مین جنمین جھوٹ واقع ہونے سے
نہ دینی ضرر ہے نہ دنیوی پس وہ لوگ کیونکر پسند کرینگے ایسے امر کو اپنی اون کتب مین
جو مؤلف ہین واسطے رجوع خلائق کے امور دین مین باوجودیکہ امام نے خبر دی ہے کہ لوگون پر ایک
زمانہ ہرج کا آئیگا کہ وہ سوا اپنے کتابون کے اور چیز سے مانوس نہونگے۔ اور کلینی نے اپنی
کتاب کافی کے دیباچہ مین ذکر کیا ہے کہ یہ میری کتاب بعد کو سب لوگونکی مرجع ہوگی۔ محدثین نے
اونکو متنبہ کیا اور محدثین کو ائمہ نے کہ کذاب لوگ اصحاب ائمہ کی کتب مین جھوٹی احادیث
ملا دینگے جیسا کہ اکثر روایتون سے ظاہر ہوتا ہے جنمین سے ایک یہ ہے کہ یونس بن عبد الرحمن نے
سیدنا ابو الحسن رضا کے سامنے اصحاب باقر و امام صادق ع کی کتابونکو پیش کیا تو آپ نے
اونمین سے بہت سی احادیث کا انکار کیا اور کہا کہ یہ احادیث ابی عبد اللہ کی نہین ہین اور
فرمایا کہ ابو الخطاب نے ابو عبد اللہ پر جھوٹ لگایا اور اسیطرح پر آجتک اصحاب ابو الخطاب اصحاب

ابی عبد اللہ علیہ السلام کی کتابوں مین حدیثین ملا دیتے ہین - اور اون روایات مین سے ایک یہ ہے کہ ہشام بن حکم سے مروی ہے کہ اونسے سنا کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام کہتے تھے کہ مغیرہ بن سعد لعنہ اللہ جان بوجھکر میرے باپ پر جھوٹ لگاتا ہے اور اونکے اصحاب کی کتابین لیتا ہے - اور اوسکے اصحاب میرے باپ کے اصحاب کے ساتھ لگے رہتے تھے کہ میرے باپ کے اصحاب کی کتابین لیتے اور مغیرہ لعنہ اللہ کو دیدیتے - اور وہ اوسمین کفر اور زندقہ ملا دیتا اور اوسکو ابو عبد اللہ کیطرف منسوب کرتا اور ایک روایت فیض بن مختار کی ہے جو پہلے ذیل کلام شیخ مین گذر چکی - سوا اسکے اور بہت سی روایتین ہین ان مین سے جو کچھہ ذکر کیا اوس سے ظاہر ہو گیا کہ اخبار کثیرہ کا حال جو مجملا معلوم ہوا تو کذابین اور وضع احادیث سے خالی نہ تھا - اور یہ امر قبل زمانہ اصحاب ائمہ کے تدوین حدیث اور رجال کے تھا - اور جھوٹے اخبار کا ہونا معلوم ہونے سے کل احادیث کا قطعی الصدور یا ظنی الصدور ہونے کا جو دعوی ہے وہ باطل ہوتا ہے اور ہم جسکے درپے ہین وہ نہین باطل ہوتا - یعنی اکثر یا کثیر احادیث کے صادر ہونے کا دعوی علم اجمالی ہے بلکہ یہ دعوی بدیہی ہے"

اختلاف اور جھوٹ اور وضع احادیث کے علاوہ تقیے کے عقیدے نے حضرات امامیہ کے یہان کی حدیثون کو ایسی مشتبہ حالت مین کر دیا ہے کہ بجز اعتقاد محض کے عقل کو اوسمین دخل نہین ہے - نہ کوئی عقلی اصول اس قسم کے حدیثون کی تکذیب اور تصدیق کے لئے قرار دیا جا سکتا ہے - چنانچہ شیخ مرتضی موصوف اپنے رسائل مین جسکا عنوان ہے خاتمۃ فی التعادل والترجیح لکھتے ہین کہ ابن ابی جمہور نے غوالی اللالی مین علامہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے ہین کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ فدایت شوم آپ کیطرف سے دو خبرین اور حدیثین متعارض اور مختلف بیان کیجاتی ہین ہم کسکو صحیح سمجھین اور کس پر عمل کرین امام نے فرمایا کہ اے

زرارہ اوسپر عمل کرو جو تمھارے اصحاب مین مشہور ہو اور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔ پھر مین نے پوچھا کہ یا سیدی اگر دونو مشہور و ماثور ہون تو آپ نے فرمایا کہ اوس حدیث کو مانو جو تمھارے نزدیک ان دونو حدیثون کے راویون مین سے عادل اور ثقہ تر نے بیان کیا ہو تب مین نے کہا کہ اگر دونون راوی عادل و ثقاہت مین برابر ہون تو ہم کیا کرین آپ نے فرمایا کہ یہ دیکھو کہ ان دونون مین کونسی حدیث سنیون کے موافق ہے جو موافق ہے اوسے چھوڑ دو اور جو اونکے مخالف ہو اوسکو تم پکڑو کیونکہ حق اونکی مخالفت مین ہے پھر مین نے پوچھا کہ اگر دونون حدیثین سنیون کے موافق یا دونون مخالف اونکے ہون تو کیا کرون فرمایا کہ جسمین احتیاط ہو اوسپر عمل کرو پھر مین نے پوچھا کہ اگر احتیاط مین دونون برابر ہون تو کیا کرون فرمایا کہ اسمین تجکو اختیار ہے جسے چاہے لے جسے چاہے چھوڑ دے ۔۔

اور صدوق نے امام ابو الحسن رضا سے ایک لمبی حدیث مین روایت کیا ہے کہ مختلف حدیثون کی نسبت امام نے فرمایا کہ اونکو خدا کی کتاب پر لاؤ جو اوسکے موافق ہو اوسپر عمل کرو اور اگر خدا کی کتاب مین نپاؤ تو سنن رسول پر رجوع کرو پس جو کچھ اوسمین ممنوع ہو اوسے حرام سمجھو اور جو اوسکے موافق ہو اوسپر عمل کرو

اور اوسی کتاب مین ابی عمر و کنانی سے ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اے ابو عمر و اگر مین تجھ سے کچھ کہون یا کوئی فتوی دون اور پھر بعد اوسکے تو میرے پاس آئے اور اوسی بات کو پوچھے اور مین برخلاف اوسکے جو پہلے بیان کیا تھا اور مخالف اوسکے جسکا فتوی پہلے دیا تھا تجھ سے کہون تو تو کس پر عمل کریگا اور کسے صحیح سمجھے گا۔ تو ابو عمر و نے کہا کہ آپکی اخیر بات کو اور اخیر فتوے کو صحیح سمجھونگا۔ امام نے فرمایا کہ ہان یہی ٹھیک ہے اے ابا عمر و اللہ انکار کرتا ہے سوا اسکے کہ وہ چھپکر عبادت کیا جاے قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا کرو تو یہی تمھارے اور میرے حق مین بہتر ہے خدا انکار کرتا ہے ہمارے لئے اپنے دین مین الا تقیہ کو۔ انتہی

ان اقوال سے جو ہمنے حضرات امامیہ کی معتبر کتابون اور مستند عالمون سے نقل کیے

یہ بات بخوبی ثابت ہوئی ہے کہ اونکی حدیثین مختلف اور متعارض ہین اور لوگون نے اماموں پر تہمت کی ہے اور اونکے نام سے ہزارون جھوٹی حدیثین بیان کی ہین اور ہزارہا غلط روایتین کتابوں مین فریب سے لکھدی ہین۔ اور اونکے محقق عالمون اور مشہور محدثین نے صرف کتابون مین لکھے ہونے پر اعتبار نہین کیا جبتک کہ اوسکو صاحب کتاب سے بواسطہ یا بلا واسطہ نہین سنا۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس قسم کے اختلاف اور تعارض کے اور باوجود موجود ہونے ہزارہا وضعی حدیثون کے اور باوجود باقی ہونے احتمال غلطی اور وضع کے موجودہ حدیثون مین حضرات امامیہ نے اپنے یہانکی حدیث کی مستند و معتبر کتابون کو شریعت اور مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے اور اصول و فروع مین اونسے استناد کیا ہے اور اختلاف اور تعارض رفع کرنے کے لئے درایت کے اصول قرار دیے ہین اور اون اصول مین سب سے عمدہ سنیونکی مخالفت اور تقیہ ہے۔ ایسی حالت مین نہین سمجھتا کہ حضرات امامیہ کو کس طرح زیبا ہوگا کہ وہ سنیون کی کتابون پر اعتراض کرین اور اونکو صرف اس خیال سے کہ جھوٹی حدیثین لوگون نے بنالی تھین تمام حدیثون کو غیر قابل اعتبار قرار دین اور باوجود اوس تحقیق و تنقیح کے جو راویون کے حالات کے متعلق ہمارے محدثین نے کی اونکی مساعی جمیلہ سے قطع نظر کرکے اونکی کتابونکو عموماً مشتبہ اور غلط قرار دین۔ اور صرف اس خیال سے کہ اونھون نے اپنے یہان وضع احادیث کو تسلیم کیا اور ایسی حدیثونکو حرف غلط کیطرح مٹا دیا اور اوسکی غلطی اور وضع کو ظاہر کردیا سنیون پر یہ اعتراض کرین کہ وہ اپنی کتابون کو خود غیر قابل اعتبار بناتے ہین اور اپنے مذہب کی عمارت کو اپنے ہاتھون سے منہدم کرتے ہین ایسی حالت مین اور ایسے اعتراض پر بجز اسکے اور کچھ مجھسے کہا نہین جاتا کہ جو شخص شیش محل مین رہتا ہو اوسے چاہیے کہ سنگین عمارت مین رہنے والے پر پتھر نہ پھینکے۔

یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دونو فریق کی روایتون کا حال قریب قریب

برابر ہے اور دونو کے یہان صحیح اور غلط قوی اور ضعیف حدیثین موجود ہین اور دونو کے یہان
تنقیح روایت اور تصحیح حدیث کے لئے درایت کے قواعد مقرر ہین تو کوئی فریق ایک دوسرے کی ان
حدیثون اور روایتون کو اپنے دعوے کے ثابت کرنے مین پیش نہین کرسکتا جس سے فریق مخالف
کے اصول عقائد اور مسائل اجماعی مین خلل پیدا ہو - اور اسطرح پر عمل کرنے سے گویا باب الزامی
دلائل کے پیش کرنیکا بند ہوتا ہے - سنی جو حدیثین صحابہ کے فضائل مین شیعونکی کتابون سے پیش
کرتے ہین اونکا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ یہ صحیح نہین ہین یا خلاف اجماع اور خلاف اصول مسلمہ
کے ہین اس لیے وہ ہم پر حجت نہین ہوسکتین اسیطرح شیعہ مطاعن صحابہ مین جو روایتین
اور حدیثین سنیونکی پیش کرتے ہین وہ اوسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ حدیثین یا غلط ہین یا ضعیف
یا مخالف اجماع امت اور اصول مسلمہ کے ہین - اس اعتراض کو ہم تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بلا شبہہ
اس قسم کے الزامی دلیلین کافی نہین ہین اور اس سے کسی فریق کا دعوی بمقابل دوسرے فریق
کے بلحاظ اوسکے اصول کے ثابت نہین ہوتا مگر ہمارا استدلال شیعونکی روایتون سے
نہ اسلئے ہے کہ ہم اوسکو حقیقۃً اپنے دعوے کے اثبات کے لئے ضروری سمجھتے ہین بلکہ اس
قسم کا استدلال الزامی ہے کہ جسطرح وہ ہماری بعض ضعیف روایتون سے استدلال کرتے ہین
ہم اونکی صحیح اور قوی حدیثون سے اوسکو باطل کرنا چاہتے ہین - اور یہ طریقہ بھی متاخرین کا ہے
جو اونھون نے شیعون کے طرز پر اختیار کیا ہے ورنہ ہمارے متقدمین صرف قرآن مجید اور عقل سلیم سے
اپنے عقائد اور دعاوی کو ثابت کرتے آئے ہین اور الزامی جواب سے احتراز کرتے رہے ہین
اور ہمنے بھی اس کتاب مین گو الزامی جواب دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے مگر صرف اسلئے
کہ حضرات امامیہ یہ نہ سمجھین کہ اونکے اعتراض خود اونکی روایتون سے باطل نہین ہوتے ورنہ ہمنے
قرآن مجید اور عقلی دلائل کو صحابہ کے فضائل ثابت کرنے اور اونپر سے الزام شیعون کے

گیا ہے ہمین اونکے دور کرنے مین مقدم سمجھا ہے اور اونھین کو جابجا بیان کیا ہے - اور ہم نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہین کہ اگر الزامی جوابات کا طریقہ بند کردیا جاوے تو ایک لحظہ کے لئے حضرات امامیہ سنیون کے مقابلے مین ٹھہر نہین سکتے - اور قرآن مجید اور عقل سلیم سے وہ اپنے دعوے کو صحابہ کے مطاعن کے متعلق ثابت نہین کرسکتے ہے

آشنائے کو شناسے سے لا دیکھ	قدر مین ہمین کچھ بلند ہونگے
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان	تا سیہ روی شود ہرکہ درو غش باشد

پانچوان مقدمہ

اگرچہ اسلام مین بہت سے فرقے پیدا ہوگئے - اور اصول وفروع مین باہم اون کے اختلاف ہے - مگر عموما یہ اختلاف راے اور سمجھ کی غلطی اور فلسفہ کے اسلام مین داخل ہونے اور آیات قرآنی مین تاویل کرنے پر مبنی ہے - کسی نے ان مختلف فرقون مین سے صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم السلام سے مخالفت نہین کی اور نہ اونکو مورد طعن ولعن بنایا - الا دو فرقون نے - ایک امامیہ دوسرے خوارج - انکا اختلاف منجر بعداوت صحابہ یا اہل بیت کی عداوت تک پہنچا اور اوسکا اصلی سبب خلافت کا مسئلہ ہے - اس مسئلہ کو اصول دین مین داخل کرنے سے یہ دونو فرقے جادہ اعتدال سے متجاوز ہوگئے - ایک نے اہل بیت کا ایسا دامن پکڑا کہ صحابہ کرام کو اسلام کے دائرے سے خارج سمجھے - اور دوسرا فرقہ خوارج کا صحابہ کرام کی طرف اتنا جھکا کہ اہل بیت کو ملامت کا نشانہ بنایا - اور اونپر لعن وطعن کرنے کو عین اسلام قرار دیا اسی مسئلہ خلافت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے صحابہ کرام سے یہانتک عداوت پیدا کی کہ اونکو اسلام اور ایمان سے بھی بے بہرہ قرار دیا اور آیات قرآنی اور اونکے مساعی جمیلہ سے جو اسلام کے لئے کین چشم پوشی کی - اور اوسی عقیدے نے اونکو اون روایتون کے

بنانے اور ماننے پر مجبور کیا جو صحابہ کے معائب اور مطاعن کے متعلق ہین۔ مگر ہمکو اسی کا افسوس نہین ہے کہ اس عقیدۂ امامت نے ایک فرقہ کو اسلام کے صحابہ کا مخالف بنا دیا بلکہ حیرت اور افسوس اسپر ہے کہ اس عقیدے نے انبیا اور آئمہ کرام کی اولاد کو بھی طعن و ملامت سے محفوظ نہ رکھا۔ اور حسد اور بغض اور انکار امامت نے انبیا اور اکثر خاندان اہل بیت کو اوسی طرح سے قابل الزام اور مورد طعن بنایا جیسا کہ صحابہ کو بنایا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ صحابہ کی عداوت کا اظہار اور اونکی برائیون کا اعلان صاف طور پر کیا جاتا ہے۔ اور انبیا اور خاندان اہل بیت کی نسبت ضعیف تاویلین کیجاتی ہین۔ اور اونکی عصمت اور بزرگی کا زبانی اقرار باقی ہے ورنہ اگر غور سے دیکھا جاے تو اس مسئلۂ امامت نے نہ انبیا کو چھوڑا نہ سواے معدودے چند ائمہ کے باقی خاندان نبوت کو طعن و ملامت سے محفوظ رکھا کوئی ائمہ پر حسد کرنیکی وجہ سے مطعون بنایا گیا۔ کوئی انکار امامت کے سبب کافر ٹھہرا۔ کوئی دعوی امامت کی وجہ سے کفر و فسق کے درجے پر پہونچا۔ غرضکہ ایک صحابہ کی مخالفت کا ہم کیا افسوس کرین جسطرف نظر اوٹھاکر دیکھتے ہین مسئلۂ امامت کے تیرون کا سبکو نشانہ پاتے ہین ؎

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک ۔۔۔ زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہین

اول انبیا علیہم السلام کا حال سنیے کہ حضرات امامیہ بکمال فخر کے کہا کرتے ہین کہ جو عقیدہ انبیا علیہم السلام کی بزرگی اور فضیلت اور اونکی پاکی و عصمت کا ہم رکھتے ہین کوئی دوسرا فرقہ اہل اسلام کا اسمین ہمارا شریک نہین ہے۔ اور یہ عزت خاص شیعیان پاک کو نصیب ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام کے دامن عصمت کو ہر طرح کے گناہ صغیرہ و کبیرہ اور ہر قسم کے عیب و برائی سے پاک سمجھتے ہین۔ کما قال الفاضل المحقق والبحر المدقق فی حسامہ کہ تمام اہل اسلام اتفاق دارند بر آنکہ در باب عصمت انبیا آنچہ امامیہ مبالغہ میدارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد

زیراکہ امامیہ منفرد اند باینکہ گویند انبیا از اول عمر تا آخر از گناہ صغیرہ وکبیرہ عمداً وسہواً منزہ ہستند بخلاف دیگران۔ و قال بعض افاضلہم کہ اہتمام شیعیان آل عبا درباب تنزیہ انبیا و اوصیا از اول عمر تا آخر عمر از جمیع گناہان صغیرہ وکبیرہ بحدی ست کہ ہیچ فرقہ را غیر ایشان حاصل نیست حتی اینکہ اجتہاد را ہم برگزیدہ انبیا و اوصیا جائز نمیدارند فضلاً عن وقوع الخطأ فی الاجتہاد۔ مگر جب اونکے مذہب کی کتابون دیکھیے اور ائمہ کی احادیث سنئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیب جسکو مشرک اور کافر بھی بدترین عیبون جانتے ہین بلکہ جسکو ملحد اور لا مذہب بھی اخلاقی برائیون بلکہ ذلیل ترین خصائل مین شمار کرتے ہین اوسے وہ انبیاء کیطرف نسبوب کرتے ہین۔ اور باین دعوی عصمت و طہارت اونکو مرتکب کبائر سمجھتے ہین۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔ چنانچہ حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام کی شان مین جو احادیث ائمہ کیطرف سے بیان کی ہین وہ ذرا گوش دل سے سنئے۔

محمد بن بابویہ نے عیون اخبار الرضا مین علی بن موسی رضا ع سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے آدم ع کو مسجود ملائکہ ہونے اور جنت مین داخل ہونیکی بزرگی دی تھی اونھون نے اپنے دل مین خیال کیا کہ مین بزرگترین مخلوقات ہون پس اللہ جل شانہ نے ندا کی کہ اے آدم اپنے سر کو اوٹھا اور دیکھ میرے عرش کے پایے کو پس آدم نے اپنا سر اوٹھایا تو کیا دیکھا کہ لکھا ہے

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ امیر المؤمنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔

تب حضرت آدم نے کہا کہ الہی یہ کون ہین خدا نے جواب دیا کہ یہ تیری ذریت ہین اور تجھ سے بہتر ہین۔ اور تمام میری خلق سے افضلتر ہین۔ اور یہ نہوتے تو مین نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ آسمان و زمین کو لیکن خبردار رہنا اے آدم اونکو حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا اگر ایسا کیا تو مین تجھے اپنے جوار سے نکال دونگا پس دیکھا آدم نے اونکو بنظر حسد

پس مسلط ہوا اونپر شیطان یہانتک کہ کھایا اونھون نے اوس درخت سے کہ منع کیا تھا خدا نے اون سے
یہ کوئی خیال نکرے کہ یہی ایک حدیث حضرت ابو البشر جد امجد کی شان مین امام بن موسی رضا ع سے نقل فرمائی ہے بلکہ وہ حدیث بھی سنیے جسمین دادا کے گناہ مین دادی کو بھی شریک کیا ہے۔

معانی الاخبار مین بسند مفضل بن عمر حضرت جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ جب آدم و حوا نے ساق عرش پر نام آنحضرت اور علی اور فاطمہ اور حسنین کا نور سے لکھا ہوا دیکھا تو کہا اے پروردگار ہمارے کیا بزرگ ہے مرتبہ انکا اور کیسے محبوب ہین یہ لوگ تیرے۔ تب خدا نے فرمایا کہ اگر یہ نہوتے تو مین تمکو پیدا نکرتا یہ لوگ میرے علم کا خزانہ اور میرے اسرار کے امانت دار ہین۔ اے آدم و حوا خبردار رہنا کہ انکو بنظر حسد نہ دیکھنا اور انکے مرتبے اور انکی منزلت کی تمنا نہ کرنا ورنہ میری نافرمانی اور عصیان مین داخل ہوگے اور تب تم دونو ظالمون مین ہوجاوگے پس شیطان نے اون دونو کو وسوسہ دیا اور فریب مین لایا کہ آخر اونھون نے بنظر حسد اون پنجتن کیطرف دیکھا اسلیے آدم و حوا دونو معزول و ذلیل ہوگئے"۔

جناب اجتہاد مآب مولوی دلدار علی صاحب حسام مین بجواب مولنا و سیدنا شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہ کے اس حدیث کی نسبت دو جواب دیتے ہین۔ ایک تو یہ کہ یہ حدیث احادیث صحاح سے نہین ہے کہ اوسپر اعتقاد کرنا اور اوسکی تعمیم کرنا ضروریات دین سے ہو۔ دوسرے یہ کہ حسد دو قسم پر ہے ایک بمعنی غبطہ دوسرے بمعنی استدعاء زوال نعمت اول مباح ہے دوسرا مذموم پس کیون حسد آدم کا اول قسم پر محمول نکیا جاوے۔ اور حسد کی اس تقسیم پر ہی حضرت قبلہ و کعبہ نے کفایت نہین فرمائی بلکہ بخاری کی ایک حدیث کو نقل کرکے سنیون کا مونہہ بھی بند کرنا چاہا ہے چنانچہ فرماتے ہین "اما حدیث حسد حضرت آدم کہ در کتب امامیہ مروی گشتہ و سبب تشنیع نواصب عداوت عترت طاہرہ بر شیعیان اہلبیت گردیدہ پس از جملہ

احادیث صحاح نیست تا اعتقاد کردن بآن وصحیح نمودن آن از جملهٔ ضروریات شود اما میم باشند و ایضا
گویا گوش این ناصب بعداوت عترت نرسیده که حسد بر دو قسم است یکی بمعنی غبطه است و دوم حسد بمعنی
استدعاء زوال نعمت. اوّل مباح است و دوم مذموم و می دانم که اگر بمجرد ادعاے این تقسیم
اکتفا نمایم ناصب عترت طاهره تکذیب خواهد نمود لهذا بذکر یک حدیث صحاح ایشان که دلالت
صریح دارد برانچه ادعا نموده ام مے پردازم و دهن او را باین تقریب می دوزم که گفته اند دهن
سگ بلقمه دوخته به. ولیساغ بعد ذلك ان یقال فی حقه فبهت الذی کفر کانه القم الحجر.
وآن این است که بخاری روایت نموده از ابوهریره ان رسول الله صلعم قال لا حسد الا
فی الاثنین رجل اتاه الله القرآن فهو یتلوه اناء اللیل والنهار فسمعه جار له
فقال لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل ورجل اتاه الله مالا
فهو ینفقه فی حقه فقال رجل لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل
وبتفاوت یسیر قریب باین مضمون حدیث دیگر است که آنرا بخاری ومسلم وترمذی روایت کرده اند پس چرا جائز نباشد
که حسد حضرت آدم ازین قبیل بوده باشد چگونه چنین نباشد و حال اینکه مفضل بن عمر که ناصبی آن را
مذکور ساخته متضمن کلمه وحملها علی تمنی منزلتهم است در قوت تفسیر بمعنی حسد است لیکن
چون غبطه هر چند مباح است اما نظر به علو منزلت و شرف مرتبت جناب حضرت سید المرسلین غبطه
ایشان از قبیل ترک اولی است لهذا حق سبحانه وتعالی علی حسب جری العادة الالهیه حضرت
آدم را معاتب ساخته و ایضا حسد بمجرد اینکه بمقتضاے بشریت عارض شود و با آنکه بمقتضاے
آن کار کند آدمی گنهگار بران نمی شود چنانچه در بعضی احادیث از ائمه عترت ماثور گشته و ایضا
معلوم است که حضرت آدم متمسک گردیده بکلماتیکه تفسیر آن بنا بر احادیث بسیار باسماء آل عبا
شده پس باین قرینه بدین حسد بمعنی غبطه که از قبیل ترک اولی بوده الخ

مگر حضرت قبلہ کی اس تقریر سے وہ داغ جو اونکے بزرگون نے حضرت ابوبشر پر لگایا دور نہین
ہوا اس لیے کہ اگر اس حدیث کے احادیث صحاح مین نہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ صحاح اربعہ یعنی
کلینی و تہذیب و استبصار و من لا یحضرہ الفقیہ مین نہین ہے تو اس سے عدم صحت لازم نہین
آتی۔ صدہا حدیثین ہین جو سوا ان چار کتابون کے دوسری کتابون مین منقول ہین اور جنکو
حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہین۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ راوی اوسکا ضعیف ہے یا سلسلہ روایت مین
کوئی نقص ہے تو اوسکا بیان فرمانا تھا۔ مگر حضرت بیان فرماتے تو کیا فرماتے اسلئے کہ یہ حدیث
عیون اور معانی الاخبار سی معتمد کتابون مین ہے جسکے مولف کی سچائی اور صداقت اوسکے لقب سے
ظاہر ہے فانہ صدوق اور وہ خود صحاح اربعہ مین سے ایک کتاب کا مصنف ہے
اور پھر اس حدیث کو بسند صحیح ائمہ معصومین سے روایت کیا ہے۔ ایسی حدیث کی صحت کا انکار
کرنا جو متصل بہ امام معصوم ہو اور کوئی راوی نہین سے اوسکے مجروح اور مقدوح نہو غالباً قابل
تسلیم نہوگا۔ اور خود قبلہ و کعبہ نے اسی کتاب حسام اور دیگر کتابون مین بہت سی حدیثین عیون
اور معانی الاخبار سے نقل کین اور اونکو اپنے دعوے کی تائید مین پیش کیا ہے۔ ایسی حالت مین
بغیر کسی اور قسم کے ثبوت کے یہ کہکر کہ این حدیث از جملہ احادیث صحاح نیست ہیچا چھوڑنا اگر جائز ہو تو پھر
سنیون کی کسی خبر کو جو متعلق مطاعن صحابہ کے ہو باوجود ثبوت راویون کے ضعف کے پیش کرنا درست
نہوگا۔ مگر صاحب استقصار الافحام نے اس حدیث کی صحت کو قبول کیا اور قبلہ و کعبہ کے کلام کی
توجیہ ان لفظون سے فرمائی کہ غرض آنجناب از انکار مدعو بودن این حدیث در احادیث صحاح
اہلسنت کہ این حدیث از جملہ احادیث قطعیۃ الصدور نیست الی قولہ کہ مراد آنجناب یعنی صحت یعنی قطعیۃ
الصدور درست زیرا کہ ازان مفہوم می شود کہ اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ می بود اعتقاد کردن بآن
از جملہ ضروریات می بود و پر ظاہر ست کہ این لازم نمے آید مگر بعد صحت یعنی قطعیۃ الصدور۔ مگر مولوی علی حسین صاحب

اس کو جناب قبلہ و کعبہ کے جواب کو صحیح ثابت نکر سکے۔ بلکہ ہمارے دعوے کے معین اور مؤید ہو گئے۔ اس لیے کہ وہ فرماتے ہین کہ اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات بود و ہویدا ہست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت یعنی قطعیۃ الصدور"۔ ہم اس جواب کو تسلیم کرتے ہین بشرطیکہ ایسے قاعدے کو وہ ہمارے یہانکی حدیثونکی نسبت بھی مرعی رکھین۔ نہ یہ کہ ہمارے یہان کی ضعیف بلکہ موضوع حدیثون سے استدلال کرین اور اونھین ہمارے مقابلے مین پیش فرماوین اور اپنے یہانکی صحیح حدیثون کو بھی قطعیۃ الصدور یعنی یقینی نہونیکی وجہ سے قابل حجت نہ سمجھین۔

مگر ہم اس حدیث کو اور روایتون سے جسکی صحت اور اعتماد مین کچھ اعتراض نہین کیا گیا ثابت کرتے ہین۔ تفسیر امام حسن عسکری مین ذیل آیہ یَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے لکھا ہے کہ "مراد درخت سے علم محمد و آل محمد تھا کہ حق تعالی نے اونھین کے ساتھ مخصوص کیا تھا اوسکو آدم نے کھایا اور بہشت سے نکالے گئے"۔ اس مضمون کو ملا باقر مجلسی کی زبان سے سنئے جسکو وہ حیات القلوب مین فرماتے ہین "در تفسیر امام حسن عسکری مذکور ست کہ چون حق تعالی ابلیس را لعنت کرد بآبا کردن او و گرامی داشت ملائکہ را بسجدہ کردن ایشان آدم ع را امر کرد کہ آدم و حوا را بہ بہشت برند و فرمود کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یعنی اے آدم ساکن شو تو و جفت تو در بہشت وکلا منہا رغدا حیث شئتما و بخورید از بہشت گشادہ و گوارا ہر جا کہ خواہید یعنی ولا تقربا ہذہ الشجرۃ و نزدیک مشوید این درخت را کہ درخت علم محمد و آل محمد ست کہ حقتعالی ایشان را منع کرد از انکہ نزدیک آن درخت شوند کہ مخصوص محمد و آل محمد ست و کسی بامر خدا نمی خورد از ان درخت مگر ایشان الی قولہ و حقتعالی فرمود کہ نزدیک این درخت مروید کہ خواہید طلب کنید درجہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم و فضیلت ایشان زیرا کہ خدا ایشان را مخصوص گردانیدہ است باین درجہ از سائر خلق

و این درختیست کہ ہر کہ ازین درخت بخورد باذن خدا تعالی الہام کردہ می شود علم اولین و آخرین را
بے آنکہ از کسی بیاموزد و ہر کہ بے رخصت خدا بخورد از مراد خود ناامید می شود و نافرمانی پروردگار
کردہ است فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس خواہید شد از ستمکاران بنافرمانی شما و طلب کردن شما درجہ را
کہ اختیار کردہ است خدا آن درجہ غیر شما را ہرگاہ قصد کنید آن درخت را بغیر حکم خدا الی قولہ پس باین سبب
فریب خورد آدم و غلط کرد و ازان درخت خورد و پس رسید بایشان آنچہ خداوند در قرآن ذکر کردہ است
فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے
کہ وہ درخت جسکے کھانے سے آدم و حوا منع کئے گئے تھے وہ درخت علم محمد و آل محمد کا تھا جسکے کھانے
سے علم اولین و آخرین بغیر سیکھے آجاتا ہے اور اسی درخت کے کھانے سے آدم و حوا جنت سے
نکالے گئے مگر حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے بہکانے سے آدم و حوا نے اوسے کھایا
اور اوسکے سبب سے وہ مصیبت میں گرفتار ہوئے مگر دوسری حدیث سے جسکو بسند معتبر حضرت
امام علی نقی ؑ سے نقل کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت حسد تھا کہ جسکے کھانے سے خدا تعالی
نے منع کیا تھا۔ مگر اونھوں نے عمداً اوسے کھایا یعنی ائمہ پر حسد کیا۔ کما یقول المجلسی فی حیات القلوب
کہ بسند معتبر از حضرت امام علی نقی منقول ست کہ درختیکہ آدم و زوجہ اش را نہی کرد از خوردن ازان
درخت حسد بود و حق تعالی عہد کرد بسوی آدم و حوا کہ نظر نکنند بسوی آنہا کہ حق تعالی آنہا را بر ایشان
و بر جمیع خلائق فضیلت دادہ است بدیدۂ حسد و نیافت حق تعالی از و درین باب عزم و اہتمامی۔
اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوا کہ حضرت آدم نے شیطان کے بہکانے سے حسد کے درخت
کو کھایا یعنی ائمہ کو حسد کی نظر سے دیکھا اور حکم الہی کو نمانا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم
و حوا نے کچھ حکم ماننے کا ارادہ اور اہتمام بھی نکیا۔ یعنی خدا کے حکم کی کبھی پروا نکی جیسا کہ ان لفظوں
سے ثابت ہوتا ہے کہ نیافت حق تعالی از و درین باب عزم و اہتمامی۔ شاید کسیکے خیال میں

یہ آدمے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو بھول گئے اور نسیان کی حالت مین خلاف حکم الٰہی کر بیٹھے۔
جیسا کہ بعض مفسرین اما میہ نے لکھا ہے کہ نسیان کی حالت مین حضرت آدم مرتکب اس فعل کے ہوے
اسلیے کہ بسند معتبر جو حضرت امام محمد باقر سے منقول ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو
نہ بھولے تھے۔ اور باوجود حکم خدا کے وہ مرتکب منہی عنہ کے ہوے۔ کما یقول المجلسی فی
حیات القلوب بسند معتبر مرویست کہ از امام محمد باقر پرسیدند از تفسیر قول خدا
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کہ جمعے تفسیر کردہ اند کہ حضرت آدم فراموش کرد نہی خدارا حضرت فرمود
کہ فراموش نکرد و چگونہ فراموش کردہ بود و حال آنکہ در وقت وسوسہ کردن شیطان نہی خدارا بیاد ایشان آورد
و می گفت کہ خدا شمارا برای این نہی کردہ است کہ ملک نباشید و در بہشت ہمیشہ نباشید پس نسیان در ینجا
ہمینے ترک ہست یعنی ترک کرد امر خدارا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دیدہ و دانستہ آدم نے خدا کے حکم کو
نہ مانا اور باوجودیکہ شیطان نے خدا کے حکم کی یاد بھی دلائی مگر او نھون نے خیال نکیا اور کیونکر خیال
کرتے اسلیے کہ ائمہ کا مرتبہ دیکھکر عیاذاً باللہ وہ جوش حسد کا ہوا تھا کہ وہ دین و دنیا سب بھول گئے تھے
اور او نکے درجے اور مرتبے کی تمنا اور خواہش نے او نکو نعوذ باللہ ایسا بے اختیار اور بے قابو کردیا
تھا کہ وہ کچھہ اوسکا عزم اور اوسکا اہتمام بھی کرنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق ع کی ایک حدیث
سے اسکا حال سنیے۔ کہ حب جاہ و تمنا سے درجہ آل محمد نے او نکو حسد کرنے پر مجبور کیا۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب
مین بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق کی ایک حدیث نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ
نے پنجتن پاک اور باقی ائمہ کی روحونکو سب سے زیادہ بلند درجہ دیا اور او نکو تمام آسمان و زمین پر عرض کیا
اور کہا کہ یہ میرے دوست اور ولی اور خلق پر حجت ہین جو کوئی او نکے درجے کا دعوی کرے اوسپر ایسا
عذاب کرونگا کہ جو کسی پر خلق پر نکیا ہو اور مشرکین کے ساتھ اوسکو جہنم مین ڈالونگا اور جو او نکی ولایت اور امامت کا
اقرار کرے اوسکو اپنی بہشت مین جگہ دونگا پس او نکی ولایت ایک امانت ہے خلق پر پس تم سے کون اوسکو لیتا ہے

تمام آسمان اور زمین اور پہاڑون نے اوس سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ڈرے جب خدا نے آدم و حوا کو بہشت میں جگہ دی اور اونھون نے پنجتن پاک اور دیگر ائمہ کے درجہ کو دیکھا تو پوچھا کہ خدایا یہ درجہ کسکے لیئے ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ساق عرش پر نظر کرو جب آدم و حوا نے عرش کیطرف دیکھا تو محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و ائمہ کے نام دیکھے تو بہت تعجب کیا کہ خدایا یہ تیرے بہت ہی محبوب لوگ اور تیرے نزدیک بڑے ہی بزرگ اور شریف ہین۔ خدا نے فرمایا کہ حسد کی آنکھ سے انکو نہ دیکھنا۔ اور اونکے اس درجہ کی جو میرے نزدیک ہے آرزو نکرنا اور جو مرتبہ بزرگی اور کرامت کا مین نے انھین دیا ہے اوسکا متمنی ہونا اگر ایسا کیا تو میری نافرمانی کروگے اور ستمگار اور ظالمون مین داخل ہوگے۔ آدم و حوا نے پوچھا الٰہی کون ہین ستمگار اور ظالم۔ فرمایا کہ وہ جو اونکی منزلت کا ناحق دعوی کرین۔ تب آدم و حوا نے کہا کہ پروردگار ان ظالمون کو جو جگہ تونے جہنم مین دی ہے وہ بھی ہمین دکھا حق تعالی نے دوزخکو حکم کیا اور جو کچھ انواع و اقسام کے عذاب اور مصیبت ظالمون کے لیئے مقرر کیئے گئے وہ سب اونپر دوزخ نے ظاہر کیئے کہ پائین ترین درکات جہنم مین اونکی جگہ ہے اور وہ چاہتے ہین کہ جہنم سے نکلین مگر پھر جہنم اونکو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور ہرچند اونکے پوست پختہ و سوختہ ہو جاتے ہین پھر دوسرے پوست بدل دیئے جاتے ہین تاکہ عذاب سے نجات نہ ملے۔ یہ سب دکھا کر اور یہ سب کچھ فرما کر خدا نے کہا کہ اے آدم و حوا میرے ان نورون اور حجتون کو یعنی پنجتن پاک اور اماموں کو حسد کی نظر سے نہ دیکھنا ورنہ اپنے جوار سے نکال دونگا اور تمکو خوار کرونگا۔ پس وسوسہ ڈالا اونکو شیطان نے اور اونکی منزلت کی آرزو کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ آدم و حوا نے اونکو حسد کی آنکھ سے دیکھا اور اس سبب سے خدا نے اونکو اونپر چھوڑ دیا اور اپنی توفیق اور یاری اونسے اوٹھالی۔

یہی مختصر مضمون اوس حدیث طویل کا ہے جسے ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔ کہاں ہے چشم بینا کہ اس حدیث کو دیکھے اور کہاں ہے گوش شنوا جو اس روایت کو سنے۔ کہاں ہے دل بینا کہ اوسکے

مضمون پر غور کرے کہ باوجودیکہ حق تعالی نے آدم وحوا کو پنجتن پاک اور ائمہ اطہار کی منزلت اور درجہ کی خواہش کرنیکے برے نتیجو نسے آگاہ کیا اور باوجودیکہ اوس مرتبے کے چاہنے والون اور اوس عزت کی آرزو کرنے والون کے لئے جو عذاب مقرر فرمائے ہین وہ سب اونکو دکھلا دیے اور کوئی دقیقہ حجت اور کوئی درجہ تفہیمت کا باقی نرکھا مگر آدم وحوا نے کچھہ نسنا اور حسد کرنے سے باز نہ آئے - اور باوجود ایسی روایت کے جس سے حضرت آدم وحوا کا ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت ہوتا ہے جسکی سزا مشرکین کے ساتھ پائین ترین درکات جہنم مین جلنا تھا حضرات شیعہ دعوی کرتے ہین کہ انبیا معصوم اور گناہان صغیرہ وکبیرہ سے محفوظ ہین - اور نہ صرف ایسے دعوے پر قناعت کرتے ہین بلکہ فرماتے ہین کہ در باب عصمت انبیا آنچہ امامیہ مبالغہ دارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد - اگر عصمت اسی کا نام ہے اور وہ مبالغہ جو اونکی عصمت کے باب مین امامیہ کرتے ہین یہی ہے تو وہ ایسے دعوے مین سچے اور اپنے قول مین صادق ہین - خدا نکرے کہ بیچارے سنی انبیا کی عصمت کے ایسے حامی ہون اور اونکی عصمت کے حمایت کے پردے مین اونکو ائمہ کا حاسد اور پائین ترین درکات جہنم کا مستحق ٹھہرائین -

ایک اور حدیث سنیے جس سے پوری تصدیق اور تائید آدم وحوا کے حسد کرنے کی ہوتی ہے اور جس سے تمام مختلف اقوال کا جو کہ بہ نسبت اوس درخت کے ہین جسے آدم نے کھایا آخری اور قطعی فیصلہ بقول امام ہوتا ہے - ملا باقر مجلسی حیات القلوب مین فرماتے ہین کہ بسند معتبر منقولست کہ ابو الصلت ہروی از امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ ازان درختی کہ آدم وحوا ازان درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے روایت کردند کہ آن گندم بود وبعضے روایت کردند کہ آن درخت حسد بود - فرمود کہ ہمہ حق ست ابو الصلت گفت چگونہ ہمہ حق ست باین ہمہ اختلاف - فرمود کہ اے ابو الصلت درخت بہشت انواع میوہا بر میدارد پس آن درخت گندم بود ودران انگور ہم بود وآنہا مثل درختان دنیا نیستند وبدرستی کہ چون خدا اگرامی داشت وملائکہ اورا سجدہ کردند او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود

گردانیدہ کہ آیا خلق کردہ است خدا بشری کہ بہتر از من باشند چون خدا دانست کہ چہ در خاطر او گذشتہ ندا کرد او را کہ سر بلند کن اے آدم و نظر کن بسوی ساق عرش من چون آدم سر بلند کرد و دید کہ در ساق عرش نوشتہ است کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین و زوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العلمین و الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنۃ آدم گفت پروردگارا کیستند اینہا حق تعالی فرمود کہ اینہا ذریت تو اند و ایشان بہتر اند از تو و از جمیع آفریدہای من و اگر ایشان نمی بودند نہ ترا خلق می کردم نہ بہشت و دوزخ و نہ آسمان و زمین پس زنہار نظر حسد بسوی ایشان مکن کہ ترا از جوار خود بیرون کنم پس نظر کرد بسوی ایشان بدیدہ حسد و آرزوی منزلت ایشان کرد پس مسلط شد شیطان بر او تا خورد از میوہ کہ او را از آن نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوی فاطمہ بدیدہ حسد تا خورد از آن درخت چنانچہ آدم خورد پس حق ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بزمین فرستاد"۔ اس حدیث کے جواب مین جناب قبلہ و کعبہ جو یہ فرماتے ہین کہ حسد یہان بمعنی غبطہ کے ہے اور ایسا حسد مذموم نہین ہے مگر خود جناب والا اسے یقین نہین فرماتے اسی لئے فرماتے ہین کہ "چرا جائز نباشد کہ حسد آدم ازین قبیل بودہ باشد و چگونہ چنین نباشد"۔ اور اگر حضرت کو یقین بھی ہو کہ یہ تاویل درست ہے تو الفاظ حدیث کے اور اوسکا مضمون اوسکی تائید نہین کرتا۔ اور حسد حضرت آدم کا غبطہ نہین سمجھا جا سکتا بلکہ وہی حسد ہے جو مذموم ہے اسلیے کہ اونکو حق تعالی نے ڈرایا تھا اور ائمہ کی منزلت کی آرزو کرنے پر مورد عتاب بلکہ ظالمون اور ستمگارون مین محسوب ہونے کا خوف دلایا تھا۔ مگر پھر بھی آدم نے حسد کیا اور اوسکی سزا پائی۔ کیا قبلہ و کعبہ نے اس وعید کو خیال نہین فرمایا جو حق تعالی کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے فایاک ان تنظر الیہم بعین الحسد فاخرجک عن جواری والقیاءفتدخل امر ذلک فی نہیی وعصیانی فتکونا من الظلمین اور کیا قبلہ و کعبہ نے اسکا بھی لحاظ نہین فرمایا کہ وہ گناہ جسکے کرنے پر

ایسی بھاری سزا کا خوف دلا کر ڈرایا گیا تھا اون سے سرزد ہوا اور اوسکی سزا وہ لوگ اون سے پائی اور جنت سے نکالے گئے جیسا کہ ان لفظوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فنظر الیھم بعین الحسد وتمنی منازلھم فسلط علیھم الشیطان ونظر الیھم بعین الحسد فخذلالذالک

اگر اونکا حسد مباح اور غبطہ تھا تو خدا کا ظالم ہونا نعوذ باللہ منہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فعل مباح جو آدم سے سرزد ہوا اونکو اپنے جوار قرب سے جدا کر کے اور بہشت سے نکال کر اپنی وعید کو پورا کیا۔

اسکی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جسکی صحت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے محمد و ائمہ اطہار کی ولایت کا عہد لینا چاہا مگر اونھوں نے نہ کیا بلکہ اونکا ارادہ بھی نہ تھا چنانچہ ابن بابویہ علل الشرائع کے باب یکسو ایک میں تحریر فرماتے ہیں العلۃ التی من اجلھا سمی اولوالعزم اولی العزم حدثنا ابی رہ عن سعد ابن عبداللہ بن احمد بن محمد بن عیسے بن علی بن الحکم عن مفضل بن صالح عن جابر بن یزید عن ابی جعفر فی قول اللہ عزوجل ولقد عہدنا الی ادم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما قال عہدنا الیہ فی محمد والائمۃ من بعدہ فترک ولم یکن لہ عزم فیھم انہ ھکذا وانما سمی اولوالعزم لانہ عہد الیھم فی محمد والاوصیاء من بعدہ والمھدی وسیرتہ فاجمع عزمھم ان ذلک کذلک والاقرار بہ

پس جبکہ اس قسم کی حدیثیں انبیا علیہم السلام کی شان میں حضرات امامیہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور اسپر بھی وہ انبیا علیہم السلام کی عصمت کے معتقد ہیں اور ان حدیثوں کو غیر قطعی الصدور فرماتے یا اونمیں تاویل کرتے ہیں تو یہ انصاف نہیں ہے کہ ہمارے یہاں کی اون چند بے سر و پا حدیثوں سے استدلال کریں جن سے صحابہ کرام کی فضیلت میں فرق آتا ہو۔ اور کیوں ہمارے جوابات اور تاویلات کو جو بہ نسبت اونکے جوابات اور تاویلات کے زیادہ قوی اور زیادہ مدلل ہیں ایسی حدیثوں کے متعلق تسلیم نکریں۔ مگر بات یہ ہے کہ حضرات امامیہ کو امامت کے مسئلے کی عظمت کے بڑھانے کے

خیال نے مجبور کیا کہ ایسی حدیثین بیان کرین جس سے امامت مثل نبوت کے سمجھی جاے خواہ اوس سے صحابہ کرام کافر ٹھہرین خواہ انبیا علیہم السلام مورد طعن و ملامت سمجھے جاوین-

انبیا کے متعلق اور روایتون کا ذکر کرنا اس موقع پہ مین چھوڑتا ہون اور خاندان اہل بیت پر جو کچھ اس مسئلہ امامت کی بدولت الزام لگاے گئے ہین اونھین بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون-

یہ بات معتقدات امامیہ مین سے ہے کہ جو کوئی مدعی یا منکر امامت ہے وہ کافر ہے- اگرچہ علوی یا فاطمی- فقط انکار امامت اوسکے کفر کے لئے کافی ہے- مگر تاریخ سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ امام حسین ع کی شہادت کے بعد ہی فاطمیین سے کوئی امام ایسا نہین ہوا جسکے زمانہ مین اونکے بھائیون اور رشتہ دارون مین سے کسی نکسی نے امامت کا دعوی نکیا ہو- یا امامت کو کسی ایک پر منحصر سمجھا ہو- اور باہم امام کے اور مدعیان امامت کے کچھ نکچھ جھگڑا نہوا ہو- چنانچہ شروع سے یعنی حضرت امام زین العابدین کے وقت سے اس بات کو ہم ثابت کرتے ہین- بعد شہادت امام حسین کے حضرت امام زین العابدین امام مانے جاتے ہین مگر محمد بن حنفیہ نے جو حضرت امام زین العابدین کے چچا تھے خود اپنے آپ کو مستحق امامت قرار دیا اور حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ بہ نسبت تمھارے مین زیادہ تر استحقاق امامت کا رکھتا ہون تم مجھ سے اس باب مین جھگڑا نکرو- اور مجھے وصی اور امام سمجھو- اس قصے کو جو باہم محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدین صاحب کے ہوا کتاب الحجۃ اصول کافی مین اس طور پہ بیان کیا ہے عن ابی جعفر قال لما قتل الحسین ارسل محمد بن الحنفیۃ الی علی بن الحسین ع فخلا بہ فقال لہ یا ابن اخی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ دفع الوصیۃ والامامۃ من بعدہ الی امیر المؤمنین ع ثم الی الحسن ثم الی الحسین ع وقد قتل ابوک رض وصلی علی روحہ ولم یوص وانا عمک وصنو ابیک وولادتی من علی ع فی سنی وقدیمی

احق بہا منک فی حداثتک فلا تنازعنی فی الوصیۃ والامامۃ ولا تحاجنی

یعنی امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ جب امام حسینؑ مقتول ہو چکے تو محمد بن حنفیہ نے ایک شخص کو بھیجکر امام زین العابدین کو بلوایا اور اونسے خلوت میں یہ گفتگو کی کہ اے برادر زادہ تمکو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت و امامت کو اپنے بعد امیر المومنین کو دیا تھا اور آپکے بعد امام حسن کو اور اونکے بعد امام حسین کو - اور اب تمہارے باپ مقتول ہوئے خدا اونسے راضی ہو اور اونکی روح پر رحمت بھیجے اور اونھوں نے کسی شخص خاص کو وصیت نفرمائی میں تمہارا چچا ہوں اور تمہارے باپ کی برابر ہوں اور میرا پیدا ہونا بھی علیؑ سے ہے لیکن بسبب میرے سن و سال اور اون امور کے جو مجھ سے پیشتر ہو چکے ہیں جیسے جنگ جمل و جنگ صفین میں شجاعتیں اور تجربہ کاری کے میں نسبت بوجہ تمہاری نئی عمر ہونیکے امامت کے لئے اولی ہوں تو تم مجھ سے وصی و امام ہونے میں مباحثہ مت کرو - فقال لہ علی بن الحسینؑ

یا عم اتق اللہ ولا تدع ما لیس لک بحق انی اعظک ان تکون من الجاہلین

ان ابی یا عم صلوات اللہ علیہ اوصی الی قبل ان یتوجہ الی العراق وعہد الی قبل ان

یستشہد بساعۃ وہذا سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ عندی فلا تتعرض

لہذا فانی اخاف علیک نقص العمر وتشتت الحال ان اللہ جعل الوصیۃ والامامۃ

فی عقب الحسینؑ فاذا اردت ان تعلم ذلک فانطلق بنا الی الحجر الاسود حتی

نتحاکموا الیہ ونسالہ عن ذلک قال ابو جعفرؑ وکان الکلام بینہما بمکۃ

یعنی اونھوں نے علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے چچا خدا کے عذاب سے ڈرو اور اپنے لئے دعوی ایسی چیز کا مت کرو جسکا تمھیں حق نہیں ہے میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ تم منجملہ جاہلوں کے ہو - اے میرے چچا میرے باپ صلوات اللہ علیہ نے مجکو پہلے کوفے کے جانے سے وصیت کی تھی -

(یہ اشارہ ہے ام سلمہؓ کو کتب سپرد کرنے اور سفارش کرنے کا چنانچہ باب سوم[۶۷] میں گذر چکا)

اور اس وصیت مین مجھ سے سفارش اور تاکید قبل ایک ساعت راہ خدا مین مقتول ہونے کے کی۔
اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلاح میرے پاس ہین جو انکی نشانی ہے پس تم اس امر کیطرف توجہ
مت کرو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالی تمہاری عمر مین کوتاہی کرے اور تمہاری حالت کو آخرت مین یا دنیا
مین بوجہ مسائل مشکل کے جواب سے عاجز رہنے کے پریشان کرے۔ اللہ تعالی نے وصی اور امام ہونا اولاد
حسین ع مین رکھا ہے یہ اشارہ آیہ اولوا الارحام سورہ احزاب کیطرف ہے جسکا بیان حدیث دوم باب
پنجم مین ہو چکا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمکو اطمینان ہو جاے تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلو تاکہ
ہم اوسکے سامنے اپنا قصہ بیان کرین اور جو کچھ تم نزاع کرتے ہو اوسکا سوال اوس سے کرین امام
محمد باقر ع کہتے ہین کہ یہ گفتگو ان دونو مین مکہ مین ہوئی تھی فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال
علی بن الحسین ع لمحمد بن الحنفیۃ ابدأ انت فابتہل الی اللہ عز وجل فسألہ ان
ینطق لک الحجر فابتہل محمد فی الدعاء وسأل اللہ ثم دعا الحجر فلم یجبہ فقال علی
بن الحسین یا عم لو کنت وصیا واماما لاجابک قال لہ محمد فادع اللہ انت یا ابن اخی
وسلہ فدعا اللہ علی بن الحسین بما اراد ثم قال اسألک بالذی جعل فیک میثاق الانبیاء
ومیثاق الاوصیاء ومیثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین
بن علی ع قال فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعہ ثم انطقہ اللہ بلسان عربی
مبین فقال اللہم ان الوصیۃ والامامۃ بعد الحسین بن علی و فاطمۃ بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لک قال فانصرف محمد بن علی وہو یتولی علی بن الحسین ع
یعنی دونو صاحب چلکر حجر اسود کے پاس گئے (ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ رات کو ہوا ہوگا تاکہ
مخالف مطلع نہون) اور بعض کا محمد بن حنفیہ کیطرف سے یہ عذر کرنا کہ یہ معارضہ حق ظاہر ہونے کے
لئے تھا کچھ ٹھیک نہین بقرینہ اسکے کہ اونھون نے خلوت مین بھی معارضہ کیا تھا چنانچہ پہلے

بیان ہوا ہے پس علی بن الحسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تم اب ہٹ جاؤ اگر چہ دعویٰ بزرگتری کرتے ہو خدا کے سامنے تضرع کرو اور اوس سے درخواست کرو کہ تمہارے لئے حجر کو گویا کرے - پھر حجر سے دریافت کرنا - محمد بن حنفیہ نے دعا مین تضرع کر کے خدا تعالیٰ سے اپنے مطلب کی استدعا کی اسکے بعد حجر کو پکارا تو اوس نے کچھ جواب نہ دیا - علی بن حسین نے کہا کہ اے چچا اگر تم وصی امام ہوتے تو تمکو یہ جواب دیتا - محمد بن حنفیہ نے اونسے کہا کہ اے بھتیجے تم بھی خود اسسے دعا کرو اور اس سے سوال کرو - پھر علی بن حسینؑ نے جو چاہا خدا سے دعا کی اور حجر سے کہا کہ مین تجکو اوس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ جسنے تجھ مین رسولون کے پیمان رکھے ہین جنھون نے نبوت کے بعد رسالت کو پایا کہ اگر استطاعت رکھین گے تو ہر سال تیرے پاس آئین گے تاکہ لوگ مسائل دین کو اون سے لین اور پیروی ظن کی نکرین - اور بعد انبیا کے اونکے اوصیا کے پیمان تجھ مین رکھے کہ اگر استطاعت رکھین تو تیرے پاس ہر سال آوین - اور پیمان مردم کو تجھ مین رکھا ہے کہ جب کبھی بیت الحرم مین استطاعت ہو تو ایکبار تیرے پاس آوین اور مسائل دین کو حاصل کرین اور جو لوگ نہ آسے ہون انکو خبر دین - تاکہ کوئی احکام الٰہی مین پیروی ظن نکرے - تو کچھ اور کام مت کر مگر یہ کہ ہمکو بتلا کہ بعد حسین بن علیؑ کے وصی و امام کون ہے - امام باقرؑ کہتے ہین کہ حجر نے حرکت کی اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے نکل پڑے - بعد اسکے اوسکو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی فصیح مین اس طرح گویا کیا کہ وصی اور امام بعد حسین بن علی و پسر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے تمہارے لئے ہے - امام باقرؑ کہتے ہین کہ پھر محمد بن علی چلے آئے اور علی بن حسینؑ کو اپنا امام سمجھتے رہے -

اس حدیث سے اور کچھ نہین تو یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ محمد بن حنفیہ نے امامت کا دعویٰ کیا تھا اور مجرد دعویٰ کرنا اونکی تکفیر کے لئے کافی ہے - اگر بعد اسکے اونھون نے امام زین العابدین کو امام سمجھا تو گویا وہ کفر سے تائب ہوئے مگر تھوڑے دن تک اونکے مرتد رہنے مین تو شک و شبہ نہین -

اب زید شہید کا حال سنئے - کتاب الحجہ اصول کافی مسمی بالصافی تصنیف ملا خلیل مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۲ مین

ابو جعفر محمد بن نعمان احول نے بیان کرتے ہین کہ حضرت زید بن علی بن الحسین نے اونھین بلایا۔ اور اوس وقت
حضرت زید چھپے ہوئے تھے مین اونکے پاس گیا تب حضرت نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی ہم مین سے خروج کرے
تو تم اوسکے ساتھ خروج کروگے مین نے کہا کہ اگر تمہارے باپ یعنی حضرت امام زین العابدین یا تمہارے
بھائی امام محمد باقر خروج کرین تو مین اونکا ساتھ دونگا تب زید شہید نے فرمایا کہ مین ہشام بن عبد الملک
خلیفہ بنی امیہ پر خروج کرنا چاہتا ہون تم میرا ساتھ دو۔ مین نے جواب دیا کہ مین تمہارا ساتھ نہین
دے سکتا۔ اور اوسکا سبب یہ ہے کہ اگر دنیا مین امام معصوم مفترض الطاعۃ موجود ہے تو جو
شخص کہ تمہارا ساتھ نہ دے ناجی ہے اور جو تمہارے ساتھ خروج کرے وہ ہلاک ہونے والون مین سے
ہے۔ ملا خلیل اس حدیث کی شرح مین فرماتے ہین کہ بنا بر این شق ظاہر ست فسق زید و تابعان و وران
خروج کہ مبنی ست بر مذہب ظاہر الفساد او کہ با فاطمی بودن اجتہاد و خروج بسیف را شرط امامت می شمرد
غرضکہ اس سے حضرت زید شہید کا فاسق ہونا اور اونکا ہشام بن عبد الملک پر خروج کرنا حضرات
شیعہ کے پیشواؤن کے نزدیک ایسا گناہ تھا کہ وہ خود ہلاک ہونے والون مین داخل ہین اور
جس کسی نے اونکا ساتھ دیا اور جو لوگ اونکے ساتھ شہید ہوے وہ از روے مذہب اہل تشیع کے
اور بموجب اس حدیث کے گنہگار اور ہلاک ہونے والون مین سمجھے جاتے ہین۔ اور اسکا سبب صرف یہی ہے
کہ حضرت زید نے خروج کیا اور امامت کا دعوی فرمایا اور وہ درحقیقت امام معصوم مفترض الطاعۃ
نہ تھے اور اونکا مذہب بھی از روے اصول اہل تشیع کے فاسد تھا کہ وہ صرف فاطمی ہونا امامت کی
شرط نہ جانتے تھے بلکہ اسکے ساتھ اجتہاد اور جہاد کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ غرضکہ سمجھ مین نہین آتا کہ
حضرات شیعہ حضرت امام زین العابدین کے اوس فرزند کو جسنے بنی امیہ پر خروج کیا اور جسنے شہادت
کا درجہ پایا کس مونہہ سے فاسق اور بوجہ دعوی امامت کے کافر سمجھتے ہین اور امامت کے اصول کو
بہ نسبت زید شہید کے زیادہ سمجھنے کا دعوی کرتے ہین۔ اگر درحقیقت امامت کی شرائط اور اوسکے اصول

وہ ہین جو حضرات شیعہ مانتے ہین تو اس بات کو تسلیم کرنا ضرور ہے کہ یہ وہ شرائط ہین جنکو حضرت زید شہید نہین سمجھے تھے۔ اور یہ وہ اصول ہین جو حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند زید کو نہین بتائے تھے اور اسی لئے احول کا جواب سنکر حضرت زید شہید متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابوجعفر میرے باپ کو مجھہ ایسی محبت تھی کہ مین اونکے ساتھہ کھانے پر بیٹھتا تو وہ گرم لقمے کو ٹھنڈا کرکے مجھے کھلاتے تاکہ گرم لقمے سے مجھے تکلیف نہو۔ تو کیا مجھے وہ دوزخکی آگ سے نڈراتے اور جن چیزون مین آخرت کی نجات اوسکی تجھے خبر کرتے اور مجھہ سے نکہتے۔ گویا اس کہنے سے حضرت زید شہید نے احول کی تکذیب کی اور اون اصول کو امامت کے جیسے شیعہ مانتے ہین باطل ٹھہرایا۔ اب ذرا احول کا جواب سنیئے۔ کہ وہ زید شہید کے جواب مین فرماتے ہین کہ اس لئے آپکے باپ نے آپکو خبر نہین دی کہ اونکو یہ خوف کیا ہوگا کہ اگر تم اونکی باتکو نمانوگے تو داخل جہنم ہوگے۔ اور مجھہ سے کہا کہ اگر مین اوسے نمانون تو اونکو میرے دوزخ مین جانے کی کیا پروا ہے اس روایت کو کافی کی جو معتبرین کتب احادیث شیعہ سے ہے اور جسکا درجہ صحت کا خدا کی کتاب سے کم نہین دیکھیئے ہر شخص متعجب ہوگا کہ امام نے اپنے ایک بیٹے کو تو امام بنایا اور اپنا وصی کیا اور اوسکو معصوم اور مفترض الطاعۃ قرار دیا اور غیرونکو اوسکی طاعت کی ترغیب دی اور امامت کے اصول سمجھائے۔ اور دوسرے بیٹے کو نہ صرف ان چیزون سے محروم رکھا اور وراثت سے خارج کیا بلکہ امامت کی حقیقت بھی نہ بتائی۔ اور جسکو وصی قرار دیا تھا اور جو اونکے بعد امام ہونیوالا تھا اوسکی کیفیت سے آگاہ کیا بلکہ اونکو غفلت مین رکھا اور گمراہی کی راہ پر چلنے کے لئے کوئی روک نہ رکھی جسکے سبب سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کے حقوق کو نہ پہچانا اوسکے حقوق کا خیال نرکھا بلکہ خود اوسکا مدعی ہوا۔ اور امامت کا دعوی کرکے نہ صرف انکار امامت کی وجہ سے بلکہ امامت کے دعوے کے سبب کافر اور مخلد فے النار ہونیکا مستحق ٹھہرا۔ اور باوجود اسکے کہ ایسی روایتون کی تصدیق کرتے ہین اور ان اصولون کو مانتے ہین اور ائمہ کے حقیقی بھائیونکو اصول امامت

بے خبر سمجھتے ہین اور امام کو اپنے شیعون سے بھی گویا ایک نوع تقیہ باز قرار دیتے ہین۔ اور پھر صحابہ پیغمبر خلافت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہین اور اونکو منکر نص امامت کہتے ہین۔ جبکہ حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند نور نظر پارۂ جگر زید شہید کو امامت کی حقیقت نہ بتائی اور اوسکے اصول نہ سمجھائے اور اونکے بعد جو امام ہونے والا تھا اوسکی اطاعت کے لئے ہدایت نفرمائی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونھون نے امامت کا دعویٰ کیا اور خروج فرمایا اور شہید ہوئے جسکو موافق اصول شیعون کے کہنا چاہیے کہ ہلاک ہوئے یا خودکشی کی۔ تو ایسے فرقے سے کیا تعجب ہے کہ وہ صحابہ کو انکار خلافت کیوجہ سے کافر اور مرتد کہین کوئی خیال نکرے کہ یہ اعتقاد صرف ابوجعفر احول کا تھا اور راوی کے نزدیک حضرت زید شہید فاسق تھے بلکہ یہی خیال حضرت امام جعفر صادق ع کا تھا۔ اسلیے کہ جب احول نے حضرت زید شہید سے ملنے اور اس طور سے گفتگو کرنے کا ذکر امام جعفر صادق ع سے کیا تو اونھون نے اوسکی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ تمنے خوب ہی زید کو پکڑا اور آگے اور پیچھے اور اوپر اور نیچے کہین بھی کوئی راہ اونکے نکلنے کی نچھوڑے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق کے نزدیک بھی زید شہید کا خروج ناجائز تھا اور اونکے ساتھی ہلاک اور مستحق دوزخ تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک جیسا کہ شرح اصول کافی مسمی بصافی کی کتاب الحجۃ مین ملا خلیل کافی کی حدیث کے ترجمے مین فرماتے ہین کہ احول کہتے ہین کہ پس حج کردم پس حکایت کردم امام جعفر صادق ع را سخن زید و آنچہ گفتہ او را پس گفت مرا گرفتی او را از پیش رو و از پس رو و از جانب دست راست او و از جانب دست چپ او و از بالای سر او و از زیر قدمہای او و وانگذاشتی برای او راہی کہ آن راہ رود۔

یہ گفتگو جو درمیان احول اور حضرت زید شہید کے ہوئی یہ اوس زمانہ کی ہے جبکہ اونکے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین اور اونکے بھائی امام محمد باقر وفات پا چکے تھے اور امام جعفر صادق اونکے بھتیجے امامت پر تھے۔ اس لئے کہ ملا خلیل کافی مین کہتے ہین کہ احول ذکر امام محمد جعفر صادق ع نکرد و بنص پدر و برادر اکتفا کرد برای تقیہ و خوف افشا چہ امام رفتہ گرفتگیری نیست و خروج زید در حیات برادر بیک سال

بود - و انتقال امام محمد باقرؑ از دار دنیا در صد و چہاردہ ہجری بود - اس سے تو صرف ثابت ہوا ہے کہ وہ امام جعفر
صادقؑ کی امامت کے منکر تھے لیکن ایک دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید شہید
اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کے بھی امامت کے منکر تھے - اور نہ صرف منکر تھے بلکہ جو شرائط امام ہین انکے
نزدیک ہونی چاہیئین وہ اونمین نہ تھین - اور اس امر کو کچھ اونھون نے پوشیدہ نہ رکھا تھا بلکہ خود امام باقرؑ
سے خفا ہو ہوکر اونکا امامت کی قابلیت نہ رکھنا اونکے مونہہ پر کہدیا تھا - جیسا کہ کافی مین لکھا ہے
کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقرؑ کے پاس آئے اور اونکے پاس چند خطوط کوفیون کے کئے -
جسمین لکھا تھا کہ آپ کوفہ کو آئیے - آپ کے لئے لشکر جمع ہے اور بنی امیہ پر خروج کیجیے - حضرت
امام باقرؑ نے کہا کہ یہ خطوط ابتدا ہین کوفیون کیطرف سے ہمارے حق کی پہچان کے اور ہماری
قرابت کے جو رسول اللہ سے ہے اور ہماری دوستی اور اطاعت کے فرض ہونیکی جیسا کہ وہ خدا کی کتاب مین
پاتے ہین - پھر یہ بھی امام باقرؑ نے فرمایا کہ امام مفترض الطاعۃ ایک ہی ہوتا ہے تمام رشتہ دارون
مین سے پھر کہے - اور خدا تعالی صبر و تقیہ کا حکم دیتا ہے اونکو اوس زمانہ مین جبکہ ظالمون کا تسلط
ہو - اور امام حسینؑ کے بعد سے تا مہدی آخر الزمان تمام امام مامور بصبر ہین - اور خدا نے اونکے
لئے ایک وقت مقرر کیا ہے - اور مہدی موعود کے زمانہ تک صبر لازم ہے - پس باید کہ سبک عقلی نکنند
البتہ ترا آنجمعیکہ یقین بربوبیت رب العالمین ندارند و بدرستی کہ ایشان اصلا فائدہ نمی رسانند در دفع از تو عذابی را
از جانب اللہ تعالی کہ در قیامت باشد برای اینکہ اگر امام نبودی چرا خروج کردی پس پیش از وقت کاری مکن
و پیش گیری مکن در حکم چیزی اللہ تعالی را کہ عاجز کند ترا محنت پس بیفگند از و ترا - اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام
باقرؑ حضرت زید کے ارادے کو نہ صرف برا سمجھتے تھے بلکہ اوسے عذاب الہی جانتے تھے - اور امام ہونیکی
حالت مین اونکے خروج کو قیامت کے دن مستحق ذلت اور سزا سمجھتے تھے - اور نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ اونھون نے صاف
صاف اپنے بھائی زید سے کہہ بھی دیا - یہ سنکر حضرت زید غضبناک ہوئے اور اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ تم امام نہین ہو

بلکہ میں امام ہوں کیونکہ تلوار لیکر خروج کرنا امامت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے جو مجھ میں ہے تم میں نہیں
اور امام وہ نہیں ہے جو گھر میں بیٹھا رہے اور اپنے اوپر پردے لٹکائے رکھے اور جہاد سے بچا رہے۔
بلکہ امام وہ ہے کہ جو اپنے ملک کو ضرر سے بچاوے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ چنانچہ الفاظ کافی یہ ہیں
فغضب زید عند ذلک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ وارخی
سترہ وثبط عن الجہاد ولکن الامام منا من منع حوزتہ وجاہد فی سبیل اللہ حق جہادہ
ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہ اور ملا خلیل جو اسکی شرح میں فرماتے ہیں وہ یہ الفاظ ہیں پس غضبناک
شد زید نزد آن۔ ایا باینکہ تو امام ہستی و من امام نیستم یا ازان جہت کہ خروج بسیف یکی از شروط امامت
آن در من ہست نہ در تو گفت نیست امام از جملہ ما اہل بیت رسول کسیکہ نشستہ در خانہ خود وآویختہ پردہ
خود را وکارہ شد از جہاد وامر بترک جہاد کرد ولیکن امام از ما کسی ہست کہ نگہداری کرد از ضرر حوالی ملکت خود را
وجہاد کرد در راہ اللہ تعالی ودفع کرد ضرر را از رعیت خود ودور کرد ضرر را از نگاہداشتن خود۔ امام باقر نے
فرمایا کہ اے میرے بھائی تم اپنے علم یقینی سے کیا اس بات کو جانتے ہو کہ تم میں امامت کے وہ خواص
ہیں جنکو تمنے اپنے نفس سے منسوب کیا ہے۔ اگر ہے تو خدا کی کتاب یا سنت پیغمبر سے اوسکو پیش کرو
یا پچھلے زمانہ میں کوئی امام ایسا گذرا ہو کہ اوسکی صفات تمہارے موافق ہوں اور یہ کہ جب تک تلوار
لیکر اوس نے خروج نکیا ہو تو وہ امام نہو۔ اور اوس حالت میں زمانہ امام سے خالی رہا ہو۔ اگر خروج بالسیف
امامت کے لئے ضروری ہے تو لازم آتا ہے کہ امام زین العابدین امام نہوں یا اوائل رسالت میں جبکہ
پیغمبر خدا مامور بجہاد نہ تھے اور غار میں پوشیدہ ہوئے تھے رسول نہوں۔ چنانچہ اصل عبارت شرح
کافی یہ ہے۔ پس گفت امام محمد باقر ؑ آیا می شناسی بعلم یقینی ای برادر من از خودت چیزے را کہ نسبت
دادی نفس خود را بوی آنکہ خواص امام باشد پس آوری برای چیز گواہی یقینی را از کتاب اللہ تعالی یا برہان
یقینی را از سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یا از نبی آرت چیزی مثل کہ ادعا کردی در ایام گذشتہ کسی از ائمہ گذشتہ یا

کہ صفات او موافق صفات او باشد مثل آنکہ عمل باحکام الٰہی وابستہ باشد و اجتہاد کنند۔ مثل اینکہ باد اینکہ خروج بسیف نکردہ باشد امام نباشد و زمانہ خالی از امام باشد و چون خروج کند امام شود پس لازم آید کہ علی بن الحسین امام نباشد و ایضا رسول علیہ السلام در اوائل رسالت مامور بجہاد نبود و در غار پنہان شد امام نباشد۔ و ایضا مملکت امام کل روی زمین ست و جہاد کل از رسول واقع نشد و مثال اینہا در انبیای سابق و اوصیای ایشان بسیار ست چہ بدرستیکہ اللہ تعالی حلال کردہ جنس حلال را و حرام کردہ جنس حرام را و در محکمات کتاب خود لازم کردہ لازمی چند را و زدہ مثلے چند را برای ائمہ حق و ائمہ باطل و طریقت خود کردہ در ائمہ حق و باطل طریقتی چند را و نگہداشتہ امامی را کہ ایستادہ است باوامر اللہ تعالی در شہر و در آنچہ نہی از اختلاف و پیروی ظن ہست چہ در ان صریح ست و در اینکہ مجتہد امام نیست تا مبادا کہ سبقت گیرد بر اللہ تعالی بکارے بیش ازان جاے تا آن کار با جتہاد کند در راہ او بیش از حلول اہل آن جاو۔ انتہی شرح اصول کافی صفحہ ۴۴۹ و ۴۵۰۔

پھر بعد اور بہت سی باتون کے اور بہت سی نصیحتون کے حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقونکی تجدید کرنا چاہتے ہو جنہون نے رسول خدا کی مخالفت کی اور اپنی رای اور اجتہاد کے تابع ہوے اور خلافت کا دعوی کیا بغیر اسکے کہ اونکے پاس کوئی دلیل خدا کی جانب سے یا کوئی وصیت رسول کیطرف سے ہوتی۔ اور پھر فرمایا کہ اے میرے بھائی مین خدا سے تجھے پناہ دلاتا ہون کہ تو کناسہ مین سولی دیا جاے چنانچہ اصل عبارت کافی کی یہ ہے

اتريد يا اخي ان تحيي ملة قوم قد كفروا بايات الله وعصوا رسوله واتبعوا اهواءهم بغير هدى من الله وادعوا الخلافة بلا برهان من الله ولا عهد من رسوله اعيذك بالله يا اخي ان تكون هذا المصلوب بالكناسة ثم ارفضت عيناه وسالت دموعه ثم قال الله بيننا وبين من هتك سترنا

وجحدنا حقنا وافشی سترنا ونسبنا الی غیر جدنا وقال فینا مالم نقله فی انفسنا

اور اسکا ترجمہ ملا خلیل صاحب یہ فرماتے ہین۔ ایا می خواہی کہ بگویم کسی را القیت عمداً کہ منکر شدند آیات محکمات اللہ تعالی را کہ در انہا نہی از اختلاف و پیروی ظن ہست مراد ابوبکر و عمر و عثمان و سائر اتباعہ جہلا ست کہ مخالفت کردند رسول را و او تابع شدند برای ہای در اجتہادات خود و برای راہنمائی از جانب او ندارند و دعوی کردند خلافت رسول را بی برہانی از جانب اللہ تعالی و نہ وصیتی از جانب رسول او پناہ میبریم ترا باللہ تعالی ای برادرم از آنچہ واقع در روزگار امام محمد باقر نمیشود و چہ در روزگار امامت امام جعفر صادق شد بعد ازان اشک ہای دو چشم امام محمد باقر جاری شد اشکہای او و بعد ازان گفت اللہ تعالی قاضی ست میان ما و میان جمعی کہ دریدند پردۂ ما را۔ بیان شرک ائمۂ ضلالت و جمعی کہ براہ ایشان می روند باشد و منکر دانستہ شدند حق ما را کہ اطاعت باشد خواہ در امر بصبر و تقیہ و خواہ در غیر آن و فاش کردند راز ما را کہ دعوی امامت باشد و نسبت دادند ما را بغیر مرتبہ بزرگی ما بمعنی کہ باعث این شدند کہ در میان صدر و جہل بجبری اظہار دولت حق نشود چنانچہ مے آید در حدیث اول باب ہشتاد و یکم و گفتند در ما چیز را کہ نگفتیم در خود اشارت باین ست کہ خیال ایشان این ست کہ ما با وجود افشای سرار ادۂ خروج داریم و این باعث آزار ما می شود و حال آنکہ ما ارادۂ آن نداریم تا وقت ظہور مہدی موعود۔

یعنی یہ کہکر امام باقر ع کی آنکھون سے پانی جاری ہونے لگا اور فرمانے لگے کہ خدا فیصلہ کرنیوالا ہے ہمارے درمیان اور اون لوگون کے جنھون نے ہماری پردہ دری کی اور اون لوگون کے کہ جو اونکی راہ پر چلتے ہین اور ہمارے حق و اطاعت جو اونپر فرض ہے اوسکے منکر ہین۔ با صبر و تقیہ جسکا حکم ہے، اسکے سبب ہمپر انکار کرتے ہین۔ اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت اس بات کا ہوگا کہ حضرت زید شہید مدعی امامت تھے۔ اور امام باقر کی امامت سے منکر۔ اور امام باقر اپنے بھائی کو بوجہ دعوی امامت اور خروج بالسیف کے سبب قیامت کے دن مستحق عذاب الٰہی جانتے تھے اور اونکو

ابوبکر وعمر وعثمان سے کہ طریقون سے کہ تجاویز کرنیوالا اور منجملہ ائمہ ضلالت سمجھتے تھے۔

اب یہ امر دیکھنا ہے کہ حضرات علماء امامیہ حضرت زید شہید کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہین اور اس دعوی امامت کی نسبت جو اونھون نے کیا تھا کیا فرماتے ہین۔ اور باوجود اس دعوے کے اونکو فسق اور کفر سے کیونکر بچاتے ہین۔ اوسکی کیفیت یہ ہے کہ عام اعتقاد حضرات شیعہ کا نسبت حضرت زید شہید کے اچھا ہے اور اونکو بعد حضرت امام محمد باقر کے افضل اور صاحب ورع وعبادت سمجھتے ہین۔ اور دعوی امامت کی نسبت فرماتے ہین کہ اونھون نے اپنے لئے نہین کیا بلکہ وہ اپنے بھائی امام محمد باقر ہی کو امام سمجھتے تھے۔ اور اونکا خروج اپنی امامت کے لئے نہ تھا بلکہ اوس سے سبب ہی دوسرا تھا۔ جناب مولانا مولوی دلدار علی صاحب مرحوم تحفہ اثنا عشریہ کے جواب مین ضمن زید شہید کے دعوی امامت کا ذکر یہ فرماتے ہین۔ کہ شیخ مفید در ارشاد خود می فرماید کہ زید بن علی بعد امام محمد باقر افضل برادران وصاحب ورع وعبادت وفقاہت بودہ وبسخاوت وشجاعت موصوف۔ وخروج بشمشیر نمودہ وامر بمعروف ونہی از منکر می کرد وطلب خون جناب سید الشہدا می نمود۔ وبسیارے از شیعیان اعتقاد بامامت او داشتند ومنشای این اعتقاد آنہا این بود کہ چون دیدند کہ او خروج بشمشیر نمود ودعوی میکرد بطرف الرضا من آل محمد گمان کردند کہ مراد او ازین صرف نفس خود ش ست وچنین نبود چہ او عارف بود باینکہ منصب امامت حق برادر بزرگوار او جناب امام محمد باقر ست واو وصیت کردہ بود در آخر وقت بحضرت صادق۔ وسبب خروج او این بود کہ روزے پیش ہشام بن عبد الملک کہ خلیفہ وقت بود رفت خلیفہ امر نمود باہل شام کہ در مجلس او حاضر بودند کہ چنان در مجلس تنگی نمایند کہ زید تا پیش خلیفہ نرسد زید گفت کہ ہیچ یک از بندگان خدا فوق این نیست کہ وصیت بتقوی نماید ومن ترا وصیت می کنم بہ پرہیزگاری۔ ہشام گفت کہ تو خود را از اہل خلافت می پنداری وحالانکہ تو از ام ولدی۔ زید گفت با در جناب حضرت اسمعیل ام ولد بود وحال آنکہ مرتبہ نبوت نزد پاک خدا فوق تر از مرتبہ خلافت ست۔ وچون ہشام زید را از لشکر خود بیرون کرد زید حملہ

کوفہ آمدہ خروج نمود و مردان بسیار با وبیعت کردند و آخر نقض بیعت نمودند و او شہید شد و چون خبر
شہادت او بجناب صادق رسید بسیار غمگین و ملول گردید کسانیکہ با زید شہید شدہ بودند یک ہزار یک ہزار بورثۂ آنہا
حضرت صادق از مال خود تقسیم نمود۔ انتہی و چون عبد الکاذب الغاور سیان ہشام بن الحکم
ہشام بن عبدالملک اختیار نمودہ این مناظرہ را بہ مناظرۂ امامت زید بالغیب حمل نمودہ انتہی۔
اگرچہ جناب قبلہ و کعبہ نے حضرت زید شہید کو کفر سے بچانے کے لئے بہت کوشش کی مگر وہ
اس بات کے ثابت کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے کہ حضرت زید شہید نے امامت کا دعوی نہ کیا
تھا۔ اور نہ اس امر کے ثبوت پیش کرنے میں کہ حضرت زید شہید امام محمد باقر کو امام سمجھتے تھے۔ بلکہ
بعد دیکھنے اون روایتوں کے جو ہمنے اصول کافی سے اوپر نقل کی ہیں قبلہ و کعبہ کی تحریر پر
مقولہ الغریق یتشبث بکل حشیش صادق آتا ہے۔ اور حضرت زید شہید کا باوجود
فائز ہونے درجہ شہادت پر منکر امامت سمجھنا ایک ایسا قول ہے جو اون تاریخی واقعات سے
جو پایۂ ثبوت پر پہونچے ہوئے ہیں مطابق نہیں ہوسکتا۔ اور ایک زید شہید پر کیا منحصر ہے کون سا
امام ہے جسکی اولاد نے اپنے لئے امامت کا دعوی نہیں کیا۔ چنانچہ زید شہید کے بعد اون کے
بیٹے یحیی نے اور امام موسی کاظم کے بعد اونکے فرزند ابراہیم اور جعفر اور حسین ابن حسن مثنی
اور اونکے بیٹے عبداللہ اور اونکے فرزند محمد ملقب بہ نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ اور زکریا
ابن محمد باقر اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر
وغیرہ نے اولاد میں سے ائمہ کرام کے امامت کا دعوی کیا اور اکثر نے خروج فرمایا اور شہید ہوگئے
کیا ان تاریخی واقعات کی تکذیب ہوسکتی ہے۔ بلکہ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ کی وجہ سے
پڑا اور جسکے سبب سے شیعوں کے بہت سے فرقے ہوگئے وہ سب اس بات پر شاہد ہیں کہ ائمہ
علیہم السلام کی اولاد نے کبھی امامت کو اصول دین سے نہیں سمجھا۔ اور نہ منکر امامت کو

مثل منکر نبوت کے خیال کیا۔ اگر ائمہ کرام کی اولاد کا یہ عقیدہ ہوتا کہ امامت مثل نبوت کے ہے اور ہر امام نے اپنے بعد ایکسا ہی کو اپنی اولاد مین سے امام بنایا اور اوسی کے لئے امامت کی وصیت فرمائی۔ اور ہر ایک امام اپنی اولاد کو اوس وصیت سے اطلاع دیتا رہتا اور منکر امامت کو مثل منکر نبوت کے کافر ٹھہراتا تو کیا ممکن تھا کہ ائمہ کرام کی اولاد اطہار اپنے باپ کی وصیت نا نتی اور امام برحق کو امام برحق نسمجھتی۔ اور خود امامت کا دعوی کرتی۔ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ مین شیعون مین ہوا ہے اور جس سے بہت سے فرقے اس مذہب مین ہوگئے ہین نہوتا اور نہ اتنے مختلف فرقے پیدا ہوتے۔ حالانکہ اختلاف کی یہ کیفیت ہے کہ ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کے بعد اونکے بیٹے محمد بن حنفیہ امام ہین اور یہ کیسانیہ فرقہ ہے۔ پھر محمد بن حنفیہ کے بعد یہ اختلاف ہے کہ بعضے کہتے ہین کہ اونکا انتقال ہی نہین ہوا۔ اور بعض اونکے انتقال کے قائل ہین۔ مگر یہ کہتے ہین کہ امامت اونکے بیٹے ابو ہاشم کو منتقل ہوئی۔ اور جو لوگ محمد بن حنفیہ کو امام نہین سمجھتے بلکہ حسنین کو اونمین یہ اختلاف ہے کہ بعضے امام حسن کی اولاد مین امامت کو منتقل سمجھتے ہین اور اونکے بیٹے عبد اللہ اور اونکے بعد محمد۔ پھر اونکے بھائی ابراہیم کو امام سمجھتے ہین۔ اور محمد اور ابراہیم وہ ہین جنھون نے خلیفہ منصور کے زمانے مین خروج کیا تھا اور شہادت پائی تھی۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ بعد حضرت امام حسین امام حسنؑ کی اولاد مین امامت کبھی منتقل نہین ہوئی۔ اور جسنے دعوی کیا وہ کافر ہے اور امام حسینؑ کے بعد اونکے فرزند امام زین العابدین امام برحق ہین پھر اونکے بعد بھی اختلاف ہے۔ زیدیہ آپکے فرزند زید کی امامت کے قائل ہین اور اونکا یہ عقیدہ ہے کہ بنی فاطمہ مین سے جو شخص خروج کرے اور عالم زاہد شجاع اور سخی ہو وہی امام مفترض الطاعۃ ہے۔ پھر امام جعفر صادق کے بعد بھی امامت مین اختلاف ہے کیونکہ اون کے پانچ بیٹے تھے محمد و اسمعیل و عبد اللہ و موسی

وعلی - انہین سے ہر ایک کی امامت کا علیحدہ علیحدہ فرقہ معتقد ہے بعض محمد کی امامت کے قائل ہین جیساکہ عماریہ کہتے ہین بعض اسمٰعیل کی امامت کے معتقد ہین اور باپ کے سامنے اونکی موت کا انکار کرتے ہین اور یہ فرقہ مبارکیہ کہلاتا ہے - پھر انہین سے بعض ایسے ہین کہ انہین پر امامت کو ختم کر کے رجعت کے قائل ہین اور بعض ایسے ہین کہ اونکی اولاد مین آجتک امامت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہین اس فرقے کا نام اسماعیلیہ ہے - اور بعضے عبداللہ کی امامت کے قائل ہین اور اونکی موت کے بعد اونکی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہین - اور بعضے موسیٰ کو امام برحق سمجھتے ہین اس لئے کہ آپ کے دادا نے فرمایا ہے کہ تم مین ساتوان امام قایم ہے اور وہ صاحب توریت کے ہمنام ہوگا -

غرضکہ اسی طرح اس مسئلہ امامت مین صرف اس وجہ سے اختلاف ہے کہ کسی امام کی اولاد نے بالاتفاق کسی خاص ایک امام کی امامت پر اتفاق اور امامت کے دعوے سے احتراز نہین کیا - صرف حضرات اثنا عشری حضرت علی سے لیکر تا حضرت امام مہدی علیہ السّلام کے بارہ امامون کے معتقد ہین اور اونکے عقیدے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ باقی اور امام زادے جنھون نے امامت کا دعویٰ کیا یا امام برحق کو امام نہین مانا وہ سب کے سب نعوذ باللہ کافر اور مخلد فی النار ہین -
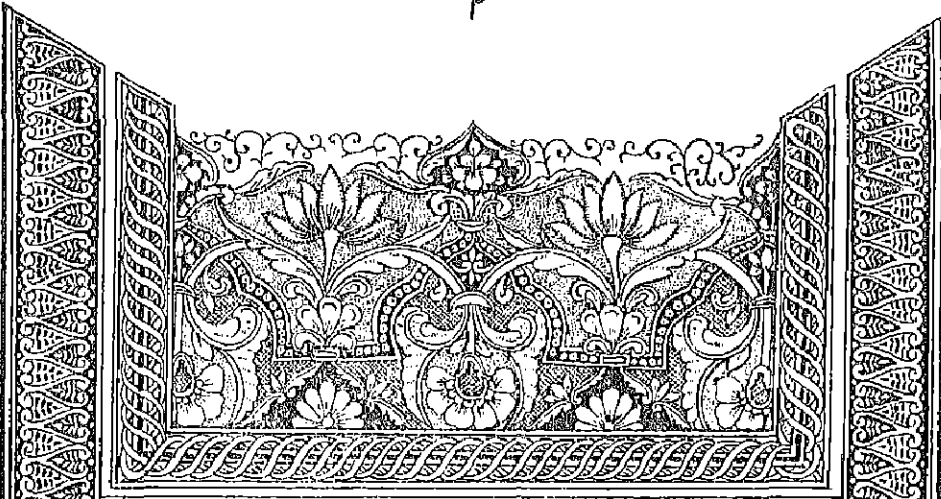
بحث فدک

اب ہم اصلی بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتون کو بیان کرین گے۔

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔

(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین۔

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن

ہے خیبر مین - اور بعض کہتے ہین کہ وہ حجاز کے ایک طرف مین واقع ہے - اوسمین چشمے تھے
اور کھجور کے درخت اور خدا نے اوسے اپنے پیغمبر پر فیے کیا تھا - اور مراصد الاطلاع علی اسما ر
الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۱۰۳ مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز
مین مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے - اور اوسے خدا نے اپنے رسول
کو فیے کیا تھا - اسلیئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا - اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت - اور
معجم البلدان یاقوت حموی مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو دن
کی راہ پر اور بعض روایت مین تین دن کی راہ پر - اور یہ گاؤن ہجرت کے ساتوین سال صلحاً
نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین آیا تھا - اور اوسمین بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے
کے درخت تھے - فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے کہ فدک
ایک قصبے کا نام ہے اوسمین اور مدینے مین تین دن کا فاصلہ ہے - قاضی نور اللہ شستری
احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤن مین
سے ایک گاؤن تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے
روایت کی ہے کہ عمر رض نے جو حجتین بیان کین اونمین سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لیے
صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا - اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام
کے دسوین باب کی فصل اول مین شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کرکے فدک
کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہین جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے -

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہین اور اوسکی حد بندی کا قصہ
اونھون نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے - ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھوین جلد کتاب الفتن
صفحہ ۱۰۱ مین فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق ع سے
یہ بیان کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہ ع کے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ جبریل ع
آئے اور کہا اے محمد اوٹھو خدای تبارک وتعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپکے لیے اپنے پرون سے

فدک کی حد بندی کر دوں - آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر میں لوٹ آئے - اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لیے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے -

ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبریل امین نے اپنے پروں سے جو حدود فدک کے مقرر کیے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤں مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے - یا وہ حدود مقرر کیے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت میں ہے - جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی - اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے - اور یہ وہ روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہیں -

بحار الانوار میں مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسی کاظمؑ سے کہا کہ آپ فدک لیجیے حضرت نے انکار کیا - اور جب کبھی ہارون رشید اونسے فدک کے لیے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے - آخر جب اوسنے بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ میں اوسے نہ لونگا جبتک مع اپنے حدود کے نہ دیا جاوے - ہارون رشید نے کہا اچھا اوسکے حدود بتلائو - امام نے فرمایا کہ اگر میں نے اوسکے حدود بتاے تو تم ہرگز نہ دوگے ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمھارے نانا کی ضرور دونگا - تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی عدن ہے - یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا - پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوسکی سمرقند ہے - یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا - پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوسکی افریقہ ہے - یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہو گیا - پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے - تب ہارون رشید نے کہا کہ آپنے ہمارے لیے تو کچھ بھی نچھوڑا - امام نے کہا کہ میں نے تمسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر میں فدک کے حدود

بتا وُنگا تو تم کبھی نہ دوگے - اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کر لیا - اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حد ادسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی گئی - اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے - اسپر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیون کے قبضے مین ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی - پس اوسکو خدا اور رسول نے اپنے لیے قبضہ بغیر جنگ و جدل کے کر لیا - اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہ ؑ کو دیدو -

ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دو نو حد بندیان جو بیان کی گئین اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعویٰ اون سب پر تھا - اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا - (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلئے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہان تک مسلمانونکا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا - اور حضرت فاطمہ ؑ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین - مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کر چکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جسطرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے - پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کر دیا تھا جن سے صلحاً لیا گیا تھا - اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوسمین سے نصف وہ لوگ لے لیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیا کرین چنانچہ مطابق اسکے ہر سال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کر کے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے - اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل و عیال کے لیے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کر دیتے -

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہر سال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حیات القلوب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کر لیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریباً تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابو داود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضہ مین آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ مین لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آنیکا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہو گیا تو ان لوگون نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمین امن دین ہم شہر کو چھوڑ کر چلے جاوینگے۔ اور ابو داود نے زہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہو گئے تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کر دیجیے اور ہمین چلے جانیکی اجازت دیدیجیے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسکو اہل فدک نے سنا اور اونھون نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابو داود نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے کہ اوسی اثنا مین فدک والون سے اور چند معین گاؤن والون سے صلح ہو گئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ مصر مین آیہ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ کی شان نزول مین لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اسلیئے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کر دیے گئے تھے اور اون کے سب گاؤن اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے مین آ گئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے مین سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکالکر باقی کو ہتیارون وغیرہ مین خرچ کر دیا کرتے تھے۔

امام ابو العباس احمد بن یحیی بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور اونھون نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اوس مال اور چیز کو کہتے ہین جو امام غنیمت مین سے اپنے لیے علیحدہ کر لے) اول بنی نضیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتون کے لیے روک لیے تھے اور فدک مسافرون کے لیے تھا اور خیبر کے تین حصے کر کے دو مسلمانون کو تقسیم کر دیے تھے اور ایک حصہ اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرا مہاجرین کو دیدیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اوسی کتاب مین یہ بھی روایت ہے کہ لوگون نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنیکو بھیجا اونکا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیون نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کر لی۔ مسلمانون نے سوارون سے اس قسم کا حملہ نہین کیا تھا اسلیے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اونکی صرف مین اوسکی آمدنی آیا کرتی تھی اوسکے باشندے وہین فدک مین رہا کیے یہانتک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوے اور اونھون نے حجاز سے یہودیون کو نکالدیا۔ ابو الہیثم مالک بن تیہان اور سہل بن ابی حثمہ اور زید بن ثابت انصاریون کو فدک مین بھیجا اونھون نے اوسکی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کرکے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اونکو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب اسیکی تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر مین بھی لکھا ہے جسکی اصل عبارتین ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔

قاضی نور اللہ شستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مولف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالی نے سنہ سات ہجری مین اپنے رسول پر صلح کے طور پر

م ولا رکاب یصرف ما یاتیہ منہا علی ابناء السبیل ولم یزل اہلہا بہا حتی استخلف عمر بن الخطاب واجلی یہود الی الحجاز فبعث ابا الہیثم بن التیہان

فتح کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر مین نازل ہوے اور اوسکے قلعون کو فتح کیا اور اوسمین کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اونپر حصار کی سختی ہوئی تو اونھون نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اونکے جلاوطن ہونے پر اونکو اجازت دیدین آپ نے اسکو منظور کرلیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پونہچی تو اونھون نے آپ کی خدمت مین قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہمسے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلین آپ نے اسکو بھی منظور کرلیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جسپر گھوڑون اور شترون کی دوڑ نہین ہوئی اسلیے یہ خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی۔

اور بحارالانوار مین بروایت امام جعفر صادق فدک کے قبضے مین آنحضرتؐ کے آنے کی کیفیت اسطرحپر لکھی ہے کہ ایک جہاد مین رسول اللہ صلعم تشریف لیگئے جب آپ اوس سے لوٹے اور راستے مین کسی جگہ ٹھرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ ای محمدؐ اوٹھو اور سوار ہو لو۔ آپ سوار ہوے اور جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے اور آپکے لیے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہین یہان تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک نے گھوڑون کا آنا سنا تو اونکو یہ خیال ہوا کہ اونکا کوئی دشمن چڑھ آیا اونھون نے شہر کے دروازے بند کردیے اور شہر سے باہر ایک گھر مین ایک بوڑھیا رہتی تھی اوسکو کنجیان دروازون کی دیکر خود پہاڑون پر جا چڑھے۔ جبریلؑ بوڑھیا کے پاس آئے اور اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے۔ پیغمبر صاحبؐ نے اوسکے گھر گھر مین دورہ کیا۔ جبریلؑ نے کہا ای محمدؐ یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالی نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگون کو۔ یہی معنی ہین اس قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الخ۔ پھر جبریلؑ نے دروازے بند کردیے اور کنجیان آپ کو دیدین۔ اور رسول اللہ صلعم نے اونکو اپنے سیف کے غلاف مین رکھ لیا اور وہ غلاف آپ کے کجاوے مین معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوے اور زمین آپ کے لیے لپیٹ دی گئی کہ آپ قافلے مین پونہچ گئے۔ اور لوگ اوس وقت تک اپنے مقامون پر بیٹھے ہوے تھے

متفرق نہوے تھے اور نہ کہین گئے تھے کہ استے مین آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے اور اللہ تعالی نے مجھی کو غنیمت مین اوسکو دیا ہے۔ منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیان ہین فدک کی اور انکو اپنے غلاف جیب مین سے نکالکر دکھلائین پھر لوگ سوار ہوے اور جب مدینہ مین پہونچے تو آپ فاطمہؑ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالی نے غنیمت مین فدک دیا ہے اور وہ تیرے باپ ہی کے لیے خاص ہے نہ اور مسلمانون کے لیے مین اوسمین جو چاہون سو کرون الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک عجیب غریب روایت نقل کرتے ہین جو اونکے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔ اور جسمین اونکو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران فدک کے قبضے مین پیغمبرؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیرؑ کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اوسنے عبید بن یحیی سے اور اوسنے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے بھی اپنے ہتیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونون آدھی رات کو اوس طرف چلے جسے کوئی نہین جانتا تھا اور جہان خدا نے اونکو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہان تک کہ وہ فدک مین پہونچے اوس وقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اوٹھا کر لیچلو یا مین تمکو اوٹھا کر لیچلون۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ مین آپکو اوٹھا کر لیچلونگا آپ نے فرمایا کہ نہین مین تمکو لیچلونگا پس آپنے علیؑ کو اپنے بازو پر اوٹھا لیا اور لیچلے یہان تک کہ قلعۂ فدک کی شہرپناہ پر پہونچگئے اور وہان سے علیؑ قلعے مین داخل ہوے اور اونکے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہان جاکر علیؑ نے اذان دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اوس آواز کو سنکر گھبرائے ہوے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ کھولکر باہر نکل گئے۔ پھر اونکے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی اونکی طرف پہونچگئے۔ پھر علیؑ نے

اٹھارہ آدمی اونکے سرداروں اور بزرگوں میں سے قتل کیے اور باقیوں نے اپنے آپ کو
حوالے کر دیا۔ اور آنحضرت نے اونکے بچوں کو اپنے آگے کر لیا اور جو اونمیں سے بچے اونکے
مال و اسباب کو اونکی گردنوں پر رکھکر ہنکا لیگئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے
فدک کے لینے مین تکلیف نہین کرنی پڑی۔ اسلیے فدک آپ کے اور آپکی ذریت سے مخصوص
ہوا اور مسلمانوں کا اوس مین کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر
بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اون اموال مین سے ہے جسکو فئے کہتے ہین اسلیے اب ہم
فئے کے معنے اور اوس کا مصرف بیان کرتے ہین۔

فئے کے معنے اور اوسکا مصرف

لسان العرب مین ہے کہ فئے اوس غنیمت اور خراج کو کہتے ہین جو مسلمانوں کو کفار کے
اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل مین فئے کے معنے رجوع کے
ہین گویا اصل مین مسلمانوں ہی کا تھا اونہیں کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اوس
سایے کو کہتے ہین جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی مغرب کی جانب سے مشرق کی
جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اوس کا
مصرف کیا ہے۔ آیہ مفصلہ ذیل مین جو سورہ حشر مین واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالے
فرماتا ہے۔ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۷۲ مین اس آیت
کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مبرد کا قول ہے کہ فاء یفیئ جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔
اور جب خدا کسی چیز کو لوٹا دے تو افاء اللہ بولتے ہین۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے اون مالوں کو

کہتے ہین جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانون کو دلواتا ہے۔ اسکی کئی صورتین ہین
یا مخالفین اپنے وطنون سے نکل جاوین اور اونکو مسلمانون کے لیے چھوڑ جاوین۔ یا جزیہ پر
صلح کرلین جسکو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کرین۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خونریزی
کے فدیہ مین دے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک
اونٹ کو علاوہ ہتیارون کے اور جس چیز سے چاہین بھر لین اور باقی ماندہ چھوڑ جاوین یہ
یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا جسکو خدا نے کفار سے مسلمانون کی طرف پھیر دیا۔
اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر
یجف وجفا وجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہین جب کوئی شخص کسی کو تیز روی
پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہین۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے
اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہین۔ عرب کے لوگ اونٹ کے
سوارہی کو راکب کہتے ہین اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ صحابہ
نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپنے مال غنیمت کو لوگونمین تقسیم کردیا ہے
ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کر دیجیے۔ اسپر خدا تعالی نے ان دونو چیزون مین فرق بیان
کر دیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جسکے حاصل کرنے مین تمنے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑون
اور اونٹون سے اوسپر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اسکے خلاف ہے اسکے حاصل کرنے مین تمکو کچھ تکان
نہین ہوئی اسلیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی مین رہیگا وہ جہان چاہین
اسکو صرف کرین۔

اسی آیت کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے
ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اونکے اموال لڑائی کے بعد ضبط کیے گئے تھے اسلیے چاہیے
کہ وہ مال غنیمت ہون نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مفسرین نے
دو وجہ بیان کی ہین۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیون کے متعلق نہین ہے بلکہ فدک کے

متعلق ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے گر جب اون سے لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانون کے پاس گھوڑون اور اونٹون کا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینہ سے صرف دو میل تھے مسلمان وہان سے پیادہ پا وہان چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔ اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی اور گھوڑے اور اونٹ توبالکل موجود ہی نہ تھے اسلیے خدا تعالی نے ان چیزون کے حاصل ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہین اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لیے خاص کر دیا۔ اسکے بعد ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالون کو مہاجرین مین تقسیم کر دیا تھا۔ انصار مین سے صرف تین آدمیون کو دیا تھا جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف اور حارث بن صمہ۔

اون اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ مین آتے اور بعد آپ کے خلفا اور ائمہ اوسپر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اونکے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے کیا جاتے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہین او سمین اور دیگر اقسام مین مثل غنیمت وغیرہ کے کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفا اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ چنانچہ اوسے ہم بیان کرتے ہین۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مین آیا ہے اوسکے دو معنے ہین ایک عام اور ایک خاص۔ کبھی وہ اپنے عام معنے مین اون اموال پر بولا جاتا ہے جو مسلمانون کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کامون مین صرف کرنے کے لیے تحصیل کیے جاتے ہین۔ اور ان معنی مین صدقہ زکوۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور خراج اور فیئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اور کبھی مخصوص معنی مین اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد صرف زکوۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔ اور وہ صدقہ جو اہلبیت رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے مین آتا اوسکی تین قسمین تھین۔ زکوٰۃ۔ غنیمت۔ فئے۔ زکوٰۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اوس کا ذکر سورۂ توبہ مین ہے اور اوسی مین زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے۔ غنیمت اوس مال کو کہتے ہین جو لڑائی مین ہاتھ آئے اور اوسی کو بعض انفال بھی کہتے ہین۔ اور اس کا ذکر سورۂ انفال مین آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ہ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہین فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نکرتے ہون اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہون اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لیے مقرر ہون اور وہ لوگ جن سے جہاد دین مین مدد مل سکتی ہو اور اونکی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلامون کے آزاد کرنے اور قرضدارون کے قرض چکانے اور خدا کی راہ مین مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جائے اور مسافرون کو دیا جاوے۔ پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم مین بعض منافقون نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولتمندون سے مال لیتے ہین اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہین اور عدل کی رعایت نہین کرتے۔ اسیلیے خدا نے اس آیت مین صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ اپنے لیے اوسمین سے کوئی حصہ لیتے ہین نہ اوسمین سے کوئی حصہ آپکے اقارب اور عزیزون کے لیے دیا جاتا ہے پیغمبر صرف اوسکے امین اور خازن ہین اور بموجب حکم خدا کے اوسکی تقسیم کرنے والے۔ فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ مین تمھین نہ کچھ دیتا ہون اور نہ روکتا ہون مین صرف خزانچی ہون جہان حکم ہوتا ہے وہان خرچ کرتا ہون۔

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع مین خدا تعالیٰ فرماتا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

رکوع ۸ سورۂ توبہ

رکوع ۱ پارۂ ۹ سورۂ انفال رکوع اول

وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی پوچھتے ہین تجھسے ای محمد مال غنیمت کی نسبت - کہدے
اونسے کہ یہ اللہ اور اوسکے رسول کا ہے - سو ڈرو اللہ سے آپس مین جھگڑا نکرو - اللہ اور
اوسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو - یہ آیت بدر کی لڑائی مین جو غنیمت ہاتھ
آئی تھی اوسکے متعلق نازل ہوئی - چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت مسلمانون
کو ہاتھ لگی تھی اسلیئے اوسکی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا - اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ مین
بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت مین غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا
کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لیے پسند کر لیتا اور اوسی پسند کی
ہوئی چیز کو صفی کہتے (جسکی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے - اور جابجا اس بحث مین آیا ہے)
اور بروقت تقسیم کے چوتھہ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنیوالون
اور فتح کرنے والون مین تقسیم ہوتا - اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اوسکو اپنی
ملکیت سمجھتا - اور اسطور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبون پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا
مال خود لے لیتے - مال غنیمت کی نسبت بھی انھین خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا - اور چونکہ
اسوقت تک مسلمانون کے لیے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہین ہوا تھا اسلیئے
لوگون نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھہ اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت
مین سے لے لین اور باقی چھوڑ دین تاکہ ہم آپسمین تقسیم کر لین اسپر خدا نے یہ حکم بھیجا
کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہین ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اسپر کچھ جھگڑا نکرو -

واضح ہو کہ اللہ والرسول سے یہ مدعا نہین ہے کہ خدا کے لیے نصف حصہ ہو اور
نصف رسول کے لیے بلکہ اوس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اوس کا امین
اور تقسیم کرنے والا ہے - رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہین ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت
اور خانگی مالیت ہے بلکہ اسطرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور
خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اوسپر دعوی نہین کر سکتا

بلکہ خدا جسطرح پر حکم دیگا اوسطرح پر کیا جائیگا - پھر اسی سورت کی بیالیسوین آیت مین یہ حکم آیا وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ لہ کہ مال غنیمت مین سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لیے ہے جو قرابت مندون اور غریبون اور یتیمون اور مسافرون کی مدد پہونچانے اور اون کی حاجت بر لانے کے لیے رہے گا - اور چار خمس اون لوگون مین جو لڑنے تھے یا لڑائی کے متعلق کامون مین مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا -

الفاظ لذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لیے خدا نے مقرر نہین کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اسلیے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورتون مین آپ کی اور آپ کے رشتہ دارونکے خرچ ہو اور جو کچھ بچے وہ یتیمون اور مسکینون اور مسافرون مین تقسیم کیا جائے - اور اسمین خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اوسنے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اوس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال و متاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے - اور اسی لیے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت مین اپنی ذات خاص کے لیے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اوس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اوسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت مین سے نکالا گیا ہے اوسمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربی سب شریک ہین اور انھین کی امانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیے وہ اوسکے تصرف مین بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے - اور یہ وہ امر ہے کہ جسکو دیکھکر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہین لگا سکتا اور یقین کرسکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اوسکے احکام کسی کی ذاتی آسایش

اور آرام کے لیے نہین ہین اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیون نہو اور جو کچھ اوس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اسلیئے کہ اپنی اور اپنے رشتہ دارون کی معمولی ضرورت پوری کرنیکے بعد وہ یتیمون اور غریبون اور مسافرون کی خبرگیری مین خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس مین سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل و عیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ مین خرچ کر دیا کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہجاتا تو جب تک خدا کی راہ مین وہ خرچ نہو جاتا آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی مین ہے کہ قل الانفال للہ والرسول مختصة بهما یضعانها حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہان وہ چاہین اوسے صرف کرین۔ تہذیب مین امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اوس مال کو کہتے ہین جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فئے اور انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتین ہین وہ سورۂ حشر مین بیان کی گئی ہین۔ پہلی آیت یہ ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اوسے دلاتا ہے اوسمین تقسیم نہین ہو سکتی اسلیئے کہ تم اونٹ اور گھوڑون پر سوار ہو کر جنگ کے لیے نہین گئے اور تمکو لڑائی نہین کرنی پڑی اسلیئے اوسمین مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہین ہو سکتی۔ اسکے بعد دوسری آیت مین فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہوا وہ خدا اور اوسکے پیغمبر اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام مین لانے کے لیئے ہے۔

سلہ اسکا ترجمہ صفحہ ۱۵ مین دیکھو ۱۲

فئے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ
آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار میں تھا کہ خدا کے حکم کے
مطابق اوسکو کام میں لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانوں کے فائدے اور دیگر ضروریات
شرعی میں خرچ کرتے۔ جو بات آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ
آپ تصرف تو کرسکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنی جہان خدا کا حکم ہوتا تھا وہین صرف فرماتے۔
مالک خود مختار نتھے کہ جسکو جی چاہتا دیدیتے اور جسکو چاہتا ندیتے۔ بلکہ اوسمین ایسا تصرف
کرتے تھے جسطرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہان اوسکے مولی کا حکم ہو وہان صرف کرے۔
اور اوسکی تشریح خود آپ نے فرما دی ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی
قسم مین اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہون اور نہ منع کرتا ہون۔ مین تو ایک تقسیم کرنے والا ہون
جہان مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہون اور جہان نہین ہوتا نہین دیتا۔ اور جسطرح آپ فئے کے
مال کو صرف فرماتے اوس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اسلئے کہ جو کچھ اون زمینون سے آتا
جو فئے تھین اوسمین سے آپ اپنی ذات خاص کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک
سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریون اور سامان لشکر کی تیاری مین صرف
فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے
ہے اوس سے مراد یہ ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا ساتھیون مین سے حصہ نہین ہوسکتا۔ اور
نہ غنیمت کے مال کی طرح اوسکی تقسیم ہوسکتی ہے وہ رسول کے قبضے مین رہیگا کہ اوسکو
اسلام کے ضرورتون اور لشکر کے کامون اور اقارب اور یتامی اور مساکین اور محتاجین
کی حاجت براری مین صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنیکی ضرورت پیش
آتی تھی اور اوسکے انتظام کے لیے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال مین سے
چار خمس لشکریون پر تقسیم ہوجاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری
کے لیے کافی نہوتا اسلئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنون سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار

ہین رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتون مین کام آئے۔

تفسیر صافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے مین وہ مال داخل ہین جو بغیر لڑائی کے دار الحرب سے حاصل ہون اور وہ زمین جسکے رہنے والے نکالدیے گئے ہون اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہون کی جاگیرین اور لاوارث کا مال یہ سب فئے مین داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اوسکے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اوس کا جو اوسکے قائم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہین تھی بلکہ خاص اہتمام مین رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اوسکے اختیار مین ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وھی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" کے جو حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوے جاتے ہین۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی مین منقول ہین یہ ہین "وفی الجامع عن الصادقؑ الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اھلھا عنہا بغیر قتال وسماھا الفقھاء فیئا والارضون الموات والآجام وبطون الاودیۃ وقطائع الملوک ومیراث من لا وارث لہ وھی للہ وللرسول ولمن قام مقامہ بعدہ" اور پھر دوسری حدیث اوسی مین کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ "الانفال ما لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیھم وکل ارض خربۃ وبطون الاودیۃ فھو لرسول اللہ وھو للامام من بعدہ یضعہ حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگون کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد اونکے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے" اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اونکے بعد امام کے اختیار مین ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعون کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے مین تقسیم میراث کے معتقد ہونگے

یہ نفرماتے کہ انفال و فئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا میں جاری ہے کہ شاہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد اوسکے قبضہ میں ہوتی ہے وہ اوسکا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اوسکی آمدنی بیت المال میں داخل کیجاتی ہے۔ جسکو اس زمانے میں اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہیں۔ پہلے مال میں میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اوسکے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ میں جہاں خمس کے مصرف کا بیان ہے وہاں صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہیں وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ھذہ الآیۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ھو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو للامام کہ حضرت امام موسیٰ رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للہ خمسہ وللرسول میں جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لیے ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہیں تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہوسکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اوسی میں بیان کیا گیا ہے کہ سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام۔ خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لیے ہونیکا سبب یہ ہے کہ جو باتیں پیغمبر کو کرنی پڑتی تھیں یعنی مسلمانوں کی مدد اور قضاء دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج وجہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہیں کما قال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسہم سہم اللہ

وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ
اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم وانما
صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالیٰ قد الزمہ ما الزم النبی
من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونہم وحملہم فی الحج والجہاد -

تفسیر منہج الصادقین میں ذیل آیہ ما افاء اللہ علی رسولہ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اوس
مال کو کہتے ہیں جو کفار سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سواروں نے
اوسپر حملہ نکیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لیے ہوتا ہے اونکی زندگی میں اور بعد اونکے اوس
آدمی کے اختیار میں جو ائمہ دین سے اونکا قائم مقام ہو اور اونکو اختیار ہے کہ جسکو چاہیں
دیں اور جس کام میں مناسب جانیں صرف کریں اور یہ قول امیر المومنینؑ کا ہے - چنانچہ اوسکے
الفاظ یہ ہیں "سوم فئے است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ و ولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی
است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل و رکاب وآن رسول را باشد
درحیات وی وبعد از وی کسی راکہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین وایشان بہرکس کہ خواہند
دہند وبہرچہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیر المومنین ست صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ"
اور یہ قول جو جناب امیر المومنینؑ کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف
اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ - اور آپکے بعد
اوسکی تقسیم میراث کے طور پر نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپکے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار
میں رہتا تھا - اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسکے آگے یہ لکھا ہے کہ "ابن عباس وعمر
وفقہای ما برانند کہ مستحقان فئے وخمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابوطالب وعباس" اور
اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہیں سمجھتے بلکہ
وہ اوسکا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہیں جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے
نہ صرف بنی فاطمہ - قطع نظر روایتوں اور اقوال اور حدیثوں کے خود قرآن مجید سے معلوم

ہوتا ہے کہ فیئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہین ہوسکتا اسلئے کہ آیت ما
افاءاللہ علی رسولہ من اہل القری مین جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فیئے خدا اور رسول اور یتامی اور
مساکین اور مسافرین کے صرف کے لیے ہے اونمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اسلیے
ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہین ہے بلکہ ان لوگون کی خبرگیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اسکے
ہے کہ بادشاہ اپنے کسی علاقہ کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اوسکے مصارف بتا دے۔
بلاشبہ اوس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اوسکی ذات کے لیے مقرر ہے وہ اوسمین سے
نکالکر باقی آمدنی کو اپنی راے اور صوابدید کے مطابق اون مصارف مین صرف کرے جو
اوسکے بادشاہ نے بتا دیے ہین نہ یہ کہ اوسکے اختیار مین آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب
ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہان چاہے خرچ
کرے اور اوسے بطور میراث کے اپنے ورثہ پر تقسیم ہونے کے لیے چھوڑ جاوے۔ اسیطرح
فیئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار مین دیا اور اوسکے مصارف بتا دیے کہ اپنی ذاتی ضرورتون مین
صرف کرنیکے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام
مین خرچ کرے اگر یہ منظور نہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا
اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اوسکے شریک نہ کیے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ
صراحت سے بیان کردیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم یہ
حکم ہمنے اسلیے دیا ہے کہ مال فیئے مالدارون ہی کے ساتھ مخصوص نہو جاوے کہ دست بدست
اونمین پھرتا رہے اور یہ اسی صورت مین ہوسکتا ہے جبکہ فیئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہوجاتا
اور ابا عن جد ایک سے دوسرے کو پہونچتا ہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین مین اسی آیت
کے ذیل مین لکھا ہے کہ حق سبحانہ آنرا (یعنی فیئے را) خاصہ پیغمبر گردانید و قسمت آن بر وجہیکہ
مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ برین طریق کہ حکم فیئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فیئے
دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیاء منکم میان توانگران

ازشما کہ بان مکاثرت کنید ولقوت وغلبہ زیادہ از حق خود بردارید وفقرا اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود۔ اسکے بعد مفسر موصوف لکھتے ہین کہ خطاب باہل ایمان ست غیر از پیغمبر واہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین لیکن اس قول کی کوئی سند نہین ہے اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت مین سے کسی کا ذاتی ہے کہ اوسمین حکم میراث جاری ہوسکے اور ہمارے قول کی تصدیق اوس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدی کا تفسیر منہج الصادقین مین نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربی سے بھی مراد امام ہے نہ تمام قرابتدار اسلئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اوسکے اختیار مین ہونا چاہیے جیسا کہ وہ لکھتے ہین کہ از علم الہدیٰ نقل ست کہ ذی القربی کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند برانکہ مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربی واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر مین ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہین کہ الدولۃ اسم للشیء الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لہذا مرۃ ولہذا مرۃ ای لئلا یکون الفیء متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاہلیۃ وہذا خطاب للمؤمنین دون اہل بیتہ علیہم السلام وفی ہذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولہذا اقسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابہم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاہم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریہم ونسائہم وقسم اموالہم علی المہاجرین ومن علی اہل مکۃ یعنی اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہون سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور اونکی جانون کے باب مین اونپر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دیکر جلاوطن کر دیا۔ اور بنی قریظہ کے مردون کو قتل کیا اور اونکے بچون اور عورتون کو قید کیا اور اونکے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے
مال سے صرف اس بات مین فرق رکھتا ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح
نہین ہوتا۔ اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار مین رکھا گیا تھا تاکہ اوسپر آپ متولیانہ قابض
رہین۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اوسے کام مین لاوین۔ پہر آپ کے خلیفہ وقت
اور امام زمان کے قبضے اور اختیار مین دیا گیا تاکہ وہ بھی اونھین مصارف مین اوسے صرف
کرین جس مین رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ فئے کے مال مین بسبب اسکے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہین ہوسکتی تھی۔
اور چونکہ فدک اموال فئے مین سے تھا اسلئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ مین بالفرض میراث
بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنی بھی ہوتی تاہم فدک
بوجہ نہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرا احکام میراث سے مستثنی رہتا

اسی سے بعض دوراندیش امامیہ نے فاطمہؓ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود
رکھنا مناسب نہ جانکے اوسکا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؓ کا دعوی ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا
فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضہ مالکانہ ممکن
نہین ہے۔ مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہین اور اوسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان
کرنا مناسب جانتے ہین جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علما نے اسکی
نسبت سُنّیون کی روایتون سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبہ فدک

اسکے متعلق جو کچھ شیعون کے اون بزرگون نے لکھا ہوگا جنکا زمانہ ائمہ کرام۴ کے
قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہین گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہوگا جسکو جہانتک
علم ہے سب سے اول کتاب جسمین یہ بحث تفصیلا بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے۔ جسکو جناب
سید مرتضی ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مغنی کے جواب مین لکھا ہے۔

یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچویں صدی کے شروع مین تالیف ہوئی ہے۔ اسلئے کہ اوسکے مولف ۳۵۵ھ ہجری مین پیدا ہوئے اور ۴۳۶ھ ہجری مین انتقال فرمایا۔ ۱۳۰۱ھ ہجری مین یہ کتاب ایران مین چھاپی گئی اور اوسکی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابدا ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا لان اجدادہ الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہ لھم ھادیا و مؤیدا و نصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جسکے مانند گذشتہ زمانے مین کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکیگا اسلئے کہ اسکی تصنیف مین ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اوس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمے پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری مین لکھی گئی۔ اسکی تعریف مین بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کاصلہ لم یات مصنف ولا مولف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مولف نے ایسی کتاب کو رچشم علما اہل سنت کے رد مین نہین لکھی۔

اسکے بعد کتاب کشف الحق ونہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکما والمتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جنکی نسبت قاضی نور اللہ شستری اپنی کتاب احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اوبجایتو خدا بندہ کے سامنے علما اہل سنت سے جو مختلف شہرون سے جمع کئے گئے تھے مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ اونکے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اسطور پر ثابت کی کہ علما اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہوجاتے۔ اور اوسکے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق ونہج الصدق والصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علما اور اکابر کے شیعہ ہوگیا اور باوجودیکہ اوس زمانے مین علما اہل سنت مین سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے

کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین گر کسی سے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نکی۔ یہ کتاب غالباً ساتوین صدی کے اخیر مین لکھی گئی ہے۔ اوسکے مصنف سنہ ۶۳۴ھ ہجری مین پیدا ہوئے اور سنہ ۷۱۰ھ ہجری مین وفات پائی۔

ساتوین صدی مین ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جسکا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلّی ہین۔ جناب ممدوح سنہ ۵۸۹ھ ہجری مین پیدا ہوئے اور سنہ ۶۶۴ھ ہجری مین اونھون نے وفات فرمائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃً ایک ذمی کے نام سے لکھا ہے اور اوسکا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز مین کتاب کے ایک تمہید اوس ذمی کی طرف سے لکھی ہے کہ مین نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبون کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کرون۔ سب سے اول مین نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر اونمین اکثر کو مالکیؔ۔ حنفیؔ۔ شافعیؔ۔ حنبلیؔ مذہب پر پاکر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نبی کے زمانے مین تھے نہ اونکے صحاب اور نہ عقائد مین باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہین۔ پھر شیعون کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہین۔ پھر مین نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اونسے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہین ہین اور اونکے مذہب کی برائی اونہین کی کتابون سے ثابت کی۔ گویا اس پیرایے مین علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب مین بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر مین ادا کیا ہے۔ اوسکی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام مین بہت بڑا حصہ اونکی تقریر کا بحث فدک مین نقل کیا ہے۔

اسکے بعد قاضی نور اللہ شستری نے نہایت مشہور کتابین اس فن مین تالیف کین اونمین سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے۔ جو جواب مین ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب مین لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارھوین صدی مین جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی راس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابین لکھین جن مین سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتون اور وقائع کا گویا ایک دریا ہے۔ اسکی آٹھوین جلد کتاب الفتن مین ایک خاص باب فدک کی بحث مین ہے جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ۔ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب مین جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک نیا دور شروع اور ہندوستان مین شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونیکے بعد علماء شیعہ نے اس فن مین اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنو کے علما و مجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابین تصنیف کین۔ جن مین سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط و مشرح کتاب عربی زبان مین ہے۔ اور جس مین جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اوسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اوسکے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات مین تشیید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی اون کتابون سے ہین جنپر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اوسمین لکھا ہے اوسکی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اوس کا جواب ہی نہین ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علیخان صاحب اپنے بعض رسائل مین فرماتے ہین کہ ازانجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا ومقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد درکتاب معدوم النظیر موسوم بطعن الرماح این معضلۂ دلدوز مخالفین راچنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر ازان بلکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ برہان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ناچری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد۔

سوا اسکے ایران مین بھی چند کتابین بالفعل ایسی طبع ہوئی ہین جنمین فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ منجملہ اونکے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جسکے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہین جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے مین تھے۔ دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سید اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جسکی دوسری جلد خاص امامت کی بحث مین ہے۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جسکے ۶۰۷ صفحہ مطبوعہ ہین اور اوسمین حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع اون روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہین۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جسمین مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہؑ کا حال لکھا ہے جسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اسکے سوا اور جو اور فارسی اور اردو مین رسالے لکھے گئے ہین اونمین صرف جمع شدہ چینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اوسی کے اقوال اور مضامین اولٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہین۔

ان کتابونمین جنکے نام ہمنے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق مین میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہبہ کا بعد اوسکے اور اس سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اوسکے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے۔ اور فدک کی بحث مین پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اول میراث کا دعوی کیا تھا یا ہبہ کا۔ عموماً علماء امامیہ یہ فرماتے ہین کہ حضرت سیدۃ النساءؑ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اول یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک اونھین ہبہ کردیا تھا اور وہ اوسپر متصرف اور قابض تھین۔ جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوے تب اونھون نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کرلیا۔ یہ سنکر وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئین اور یہ دعوی کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور مین اوسپر قابض تھی تمنے کیون میرا قبضہ اوٹھا دیا۔ اسپر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اونسے شہادت طلب کی۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرات علیؓ اور حسنین اور ام ایمنؓ کو شہادت مین

پیش کیا۔ اور ان سب حضرت فاطمہؑ کے دعوی کی تائید مین گواہی دی مگر ابو بکر صدیقؓ نے
یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا اونکی گواہی کو رد کیا۔ اور فدک اونھین واپس کیا۔
اسپر وہ خفا ہوگئین اور بعد اسکے میراث کا دعوی کیا۔ اسلئے سب سے پہلے اس بحث مین
یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسوین باب کے
چوتھے فائدے کے چوتھے مسئلے مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت
خاص بحث فرمائی ہے "کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ ع ھل ادعت المیراث اولا ثم
ادعت النحلۃ او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحلۃ ظھرت منہا
بعد دعوی المیراث وقالت الامامیۃ بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؑ نے
پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اسکے برعکس کہتے ہین"۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین کہ ہبہ
کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت
فاطمہؑ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی
ثابت ہی نہین اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہین کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی
کیا تھا۔ اسلیے جو عمارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت
فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی اور اونھون نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت
مین پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اوسکو نمانا اور یہ عذر کرکے کہ از روے احکام شریعت کے
شہادت کافی نہین ہے فاطمہؑ کے دعوی کو رد کیا اور پھر اسپر بہت طرح سے حضرت ابو بکر صدیقؓ
پر ملامت کی ہے اور اونکا ظلم و ستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیون کے نزدیک فاطمہؑ اور علیؑ
اور حسنینؑ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی
شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہوجاتی ہے جب نفس دعوی کی نسبت

کوئی صحیح روایت ہی سنیون کے یہان نہین ہے تو جو کچھ زور قلم اس باب مین حضرات علماء امامیہ نے دکھایا ہے اوسپر ثبت العرش ثم انقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریرین اور وہ پر جوش اور زبردست تحریرین جو اس باب مین کی ہین ہبا منثورا ہو جاتی ہین۔ اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی ہبہ فدک کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین فرمایا ہے وللہ درہٗ و علی اللہ اجرہٗ و ہیچ نادرۂ تعلیم یاد بدارید کہ شیعہ در اول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند و چون از اہل ائمہ معصومین و از روی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند و طعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکرؓ فدک را بفاطمہؓ نداد حالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود۔ و دعوی فاطمہؓ را مسموع نمود و از وی گواہ و شاہد طلبید الی قولہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہراؓ و شہادت دادن حضرت علیؓ و ام ایمنؓ یا حسنینؓ علی اختلاف الروایات درکتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ خود علماء شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ مین لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لا محالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ یعنی بعض روایات مین جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا بشرط صحیح ہونے اسکے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اوسکی مستحق تھین جب اوسمین ایک روایت نقل کرکے شبہ ڈالدیا تو جو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اوس کا دعوی کیا۔ مگر چونکہ علماء امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی

بعد اسکے اسلئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہین کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر
زیادہ اثر نہین ہوتا خصوصًا اوسوقت جبکہ ہبہ کا دعوی فی نفسہ ہمارے نزدیک بیش ہی نہو

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہ؏ کو ہبہ کیا تھا یا نہین

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہین کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اوسی
بنا پر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کر لیا گیا ابو بکر صدیق رضؓ کے سامنے دعوی کیا اسلئے بار ثبوت
اونکے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتون سے ان دونون دعوون کو ثابت کرین اگر وہ
اسے ثابت کرسکین تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ
پر لگاتے ہین اور اوسکے متعلق جو باتین پیش آئین اونسے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہین
اونکے جوابات دین۔ لیکن اگر وہ اپنا دعوی ہی ثابت نکرسکین تو ہمین ضرور نہین کہ بر بنا ر فرض
و تسلیم کے اون لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دین اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کرین
اسلئے ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابون پر جنکے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین
کو دکھاتے ہین کہ کیا ثبوت اونکی طرف سے ان دونون دعوون کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس
قسم کی روایتین کس قسم کی کتابون سے بتائید اپنے دعوے کے اونھون نے بیان فرمائی ہین۔
شافی مین متعلق فدک کے ہبہ کئے جانیکی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیون کی کتابون سے
پیش نہین کی گئی بلکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی مین جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہین کہ
ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ
صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہؑ پر اوسے رد کیا"
اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعون کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبدالجبار نے
لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب مین روایت پیش کرتے ہین وہ صحیح نہین ہے اوسکی تردید مین ہبہ فدک
کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہین کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدی
کے نزدیک سوا اوس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعون مین مشہور ہوئی تھی

کوئی صحیح روایت سنیوں کی معتبر کتابوں مین اونکو ن سے نہین پائی ورنہ اوسے پیش فرماتے۔
تلخیص شافی مین بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید مین پیش نہین کی گئی۔
علامہ مطہر ابن حلیؒ کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق مین بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ
کے نظر نہین آئی۔
طرائف مین ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے
روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا
الی محمد صلعم نبیہم انہ لما فتح خیبر اصطفیٰ لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبرئیل
بھذہ الآیۃ فآت ذا القربی حقہ فقال محمد صلعم من ذا القربی وما حقہ قال فاطمۃ فدفع
الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذالک فاستغلتہا حتی توفی ابوہا محمد صلعم
کہ ان لوگون نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود
کے دیہات کے ایک گاؤن اپنے لیے علیحدہ کرلیا پھر جبریلؑ یہ آیت لائے کہ اپنے ذا القربی
کو اونکا حق دیدو اوسپر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ذا القربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے جبریلؑ
نے کہا کہ ذا القربی فاطمہؑ ہین اسپر آپ نے فدک اونھین دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات
اور عطا کیے کہ اوس کا غلہ حضرت فاطمہؑ لیا کرتین تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اسکے علاوہ اسی کتاب مین ایک اور روایت سید الحفاظ
ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین ومن طریف مناقضاتہم ما رووہ فی
کتبہم الصحیحۃ عندہم برجالہم عن مشائخہم حتی استند وا عن سید الحفاظ ابن مردویہ
قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی
ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا
عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت
آیۃ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہؐ فاطمۃؑ فاعطاہا فدک کہ سنیون کے عجیب مناقضات

ہین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر اور صحیح کتابون مین اپنے مشائخ سے روایت
کی ہے اور اوسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورۂ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول
ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انکو دیدیا۔
بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وآت
ذاالقربی حقہ کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار
من طرق الخاصۃ والعامۃ۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین
نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان
المراد قرابۃ الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذاالقربی کا لفظ ہے اوس سے
مراد قرابت رسولؐ سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مہدی
بن نزار الحسنی باسنادہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذاالقربی حقہ
اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃؓ فدک قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ
بن موسی یسئالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبید اللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل
بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدک علی ولد فاطمۃ انتہی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مہدی
بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے
ہین کہ جب آیت وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔
اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ
دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے
فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؓ کو دیدیا۔ اس روایت مین
ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذاالقربی حقہ کی تفسیر مین جو سورۂ
بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مہدی
بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمسی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید بن خیثم وابو علی القاسم الکندی یحییٰ بن یعلی وعلی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذا القربیٰ حقہ الخ

اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اسطرح بیان کیا ہے۔

ونیز سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبید اللہ الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد الاحمسی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری کہ گفتند چون آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویۃ عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ ع واعطاھا فدک۔

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قولہ تعالیٰ وآت ذا القربیٰ حقہ عن عشرین طریقا فمنہا ما رواہ عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وہیثم بن خلف الدوری وعبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ومحمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ ع واعطاھا فدک کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تفسیر مین بہت طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک دیدیا۔

قاضی نور اللہ شستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتتح خیبر اصطفے قری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف مین مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین "فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک"

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین "وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ

ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" یعنی کنز العمال میں شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم میں ابوسعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک تمہارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ میں اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب میں تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے کما یقول "وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قوله تعالی وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة فاعطاها فدك"

اور اوسی کتاب میں چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہیں "وما فی معارج النبوة الشهیر بسیر مولنا الهروی فی وقائع السنة السابعة بعد واقع خیبر بهذه العبارة" "در مقصد قصی مذکور است کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بر دست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص از آن رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد و گفت کہ حق تعالی می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را باو دہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وی حجتی نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خدا است برای من و حسن و حسین"

ان چار روایتوں کو نقل کر کے آپ فرماتے ہیں "وقال السید المرتضیؒ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکره صاحب الکتاب انه لما نزل قوله تعالی وآت ذا القربی حقه دعا النبی فاطمة فاعطاها فدك واذا کان ذلك مرویا فلا معنی لدفعه بغیر حجة انتهی کلام السید" یعنی سید مرتضی شافی میں کہتے ہیں کہ سوا

ابو سعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقون سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت ہر دی ہے پھر بغیر دلیل کے اوسکے ناننے کی کوئی وجہ نہین ہے فقط"

لیکن نہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین اور نہ جناب سید مرتضی نے اپنی کتاب شافی مین اون روایتون کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہین جن مین یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتون مین بھی یہ منقول ہے کافی اور شافی نہین ہے خصوصاً جبکہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین اس روایت کو شیعو کی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا قالوا فقد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ الباک کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اوسکی نسبت اپنے جواب مین یہ لکھا تھا الجواب عن ذالک ان اکثر ما یروون فی ھذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعون کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب مین وہ روایت کرتے ہین اکثر غلط ہے۔

آگے چلکر قاضی عبد الجبار نے صاف لکھدیا تھا وان صح عقد الھبۃ کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے مین ہونا چاہیے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبد الجبار اس روایت پر یقین نہین رکھتے تھے۔ ایسی حالت مین جناب علم الہدی کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقون سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور اونکے دعوی کے ثبوت کے لیے کافی نہین تھا۔ اونکو چاہیے تھا کہ اون طرق مختلفہ سے جس کا اونھون نے بالاجمال دعوی کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور اون تمام روایتون کو بیان کرکے اپنے دعوی کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح مین جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہین کما یقول فقد روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالی وآت ذاالقربی حقہ اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری

قال لما نزلت هذه الآیة وآت ذا القربی حقه دعا رسول اللّٰه صلعم فاطمة فاعطاها فدك۔ واین روایت صریح ست در آنکه هرگاه آیه وآت ذا القربی حقه یعنی عطا نما صاحب قرابت را حق او نازل گردید آنجناب فاطمه را طلب فرموده فدک را بآنحضرت عطا فرمود۔ شیخ علی متقی درکتاب کنز العمال در باب صله رحم از ابو سعید روایت کرده قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه قال النبی یا فاطمة لك فدك۔ وسید الحفاظ ابن مردویه درکتاب خود مسنداً از ابو سعید روایت سابقه را نقل کرده۔ ونیز صاحب روضة الصفا و معارج النبوة از مقصد اقصی روایت اعطای فدک ونوشتن وثیقه را نقل کرده چنانچه آنفاً عبارت آن بمعرض بیان در آمد وعقل هیچ عاقل باور نمی کند که با وصف اعطای فدک وهبهٔ آن ونوشتن وثیقه برای آن از زمان فتح خیبر تا هنگام وفات سرور کائنات اقباض آن بوقوع نه پیوسته باشد بلکه لفظ اعطا نیز بران دلالت دارد کما لا یخفی۔ وصاحب تاریخ آل عباس که از معتمدین اهل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنه نوشته که بعد از انکه جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود دو صد کس از علمای حجاز وعراق وغیر ایشان را وتاکید کرد که کتمان صواب نا نموده از متابعت حق ورو راستی سر نه پیچند پس ایشان روایت واقدی وبشر بن الولید وغیره نقل کردند که بعد از فتح خیبر جبریل با آیه وآت ذا القربی حقه نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربی وچیست حق او جبریل گفت فاطمه است وفدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد۔

صاحب تشیید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورۂ بالا کے علاوہ پیش نہین کی۔

کفایہ موسوم عصمت الولایہ کے جلد دوم مین صفحہ ۳۰۵ سے تا صفحہ ۳۱۳ بہت تفصیل سے فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذا القربی حقہ کی نسبت صفحہ ۳۰۶ مین یہ لکھا ہے۔ کہ از برای احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را دران حقی نبود از امت۔ واخبار طرفین از خاصہ وعامہ ناطق باین امر ست۔ ونیز ظاہر آیہ وآت ذا القربی حقہ

بہ تصدیق کثیرے از علما و مفسرین در روایات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ و عطیہ داد بحضرت فاطمہؑ
چون ثعلبی و جوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل عباس
و واقدی و بشر بن الولید و عبد الرحمن بن صالح و عمر بن شبہ و ابن حجر درصواعق و ابن ابی الحدید
و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابو القاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغداد
و قاضی عبد اللہ ابن موسی انہ لما نزلت اٰیۃ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمہؓ
فدک فقط۔ اس مین مؤلف نے روایت ہبۂ فدک اور دعوی فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور اونکی
روایتون اور اقوال کو نقل نہین کیا مگر سوای ثعلبی کے کسی جدید راوی کا جن کا ذکر اوپر ہوچکا نام
بھی نہین لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۳۵۱ مین اوس کتاب کے بایں الفاظ بیان کی گئی ہے
کما فیہ" و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سدی و دیلمی روایت کردہ است کہ
حضرت علی ابن الحسین بیکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل
این آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربی کہ حق سبحانہ و تعالی
امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے"

ان کتابون کے علاوہ ایک اور کتاب ایران مین بالفعل چھپی ہے اور اوس کا نام
غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام اوسکے
مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہین اور انکی نسبت صاحب الحدائق شیخ یوسف بحرانی نے
اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین مین یہ لکھا ہے کان السید المذکور فاضلاً محدثاً جامعاً
متتبعاً للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسیؒ وکانت وفاتہ للسنۃ
السابعۃ بعد المأتہ والالف ۔ وصنف کتبا عدیدۃ تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ۔ یعنی
سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار پر ہین کہ مثل انکے
اگلے لوگون مین سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہین ہوا اور انکی بہت تصنیفات ہین جن سے
اونکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت

کرنے مین لکھی ہے اور اوسمین تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتین
اور حدیثین ہین خواہ اہل سنت کی خواہ شیعون کی اون سب کو نقل کیا ہے اور اونھون نے
اس کتاب کے دیباچہ مین اون تمام کتابون کے نام لکھے ہین جن سے اونھون نے روایتین
نقل کی ہین - اور بلاشبہہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اوسکے مولف کی غزارت علم اور کمال فوقیت
کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے ستر دوین اور اٹھارہوین باب مین آیہ وآت ذا القربی
حقہ کے متعلق جتنی حدیثین اور روایتین فریقین کی ہین وہ نقل کی ہین مگر باوجود اس جامعیت
کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اونھون نے سنیون کی طرف سے بیان
نہین کی - البتہ گیارہ حدیثین شیعونکی نقل کی ہین چنانچہ اوسکے صفحہ ۱۲۳ مین یہ لکھا ہے الباب
السابع عشر قولہ تعو وآت ذا القربی حقہ والمسکین الآیۃ من طریق العامۃ وفیہ حدیث
واحد الثعلبی فی تفسیرہ فی ہذہ الآیۃ قال عنی بذلک قرابۃ رسول اللہ صلعم ثم قال الثعلبی
روی عن السدی عن ابی الدیلمی قال قال علی بن الحسین لرجل من اہل الشام اقرأت
القرآن قال نعم قال فما قرأت فی بنی اسرائیل وآت ذا القربی حقہ قال وانکم القرابۃ التی امر
اللہ تعو ان یؤتی حقہ قال نعم فقط اس کا ترجمہ جو کفایہ مین بزبان فارسی ہے وہ ابھی اوپر ہم
لکھ چکے - اسکے بعد وہ لکھتے ہین الباب الثامن عشر فی قولہ تعو وآت ذا القربی حقہ
والمسکین الآیۃ من طریق الخاصۃ وفیہ احدعشر حدیثا کہ امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق
گیارہ حدیثین ہین اور اوسمین عطیہ عوفی کی وہ روایتین بھی منقول ہین جسکو بعض سنیون کی
کتابون سے علما امامیہ نے نقل کی ہین - جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہین
الثامن العیاشی باسنادہ عن عطیۃ العوفی قال لما فتح رسول اللہ خیبر وافاء اللہ علیہ
فدکا وانزل اللہ علیہ وآت ذا القربی حقہ قال یا فاطمۃ لک فدک - التاسع العیاشی
باسنادہ عن عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبد اللہ بن موسی العبسی یسأل
عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبد اللہ بن موسی بہذا الحدیث - العاشر العیاشی باسنادہ

عن فضیل بن مرزوق عن عطیة ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمہ ع

منشی سبحان علی خانصاحب نے جو فن ادب مین مشہور ہین ایک کتاب امامت مین لکھی ہے اوسکے دوسرے حصہ کے صفحہ ۹۴ مین فدک کی بحث ہے مگر اسمین خانصاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اوسی کے مضمون کو اولٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہین کہ این فاقد الادراک باستیعاب دلائل اثبات حق بضعۃ الرسول برہان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجدد نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتقاد مشار الیہ است می سازد فقط۔ اسمین کوئی روایت جدید منقول نہین ہے جو قابل النقل ہو۔

ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اوس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھوین صدی تک جتنی مشہور کتابین شیعون کی اس بحث کے متعلق تھین اون سب سے ہمنے اون روایتون کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابون سے اونھون نے نقل کی تھین بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابین ہونگی جو ہمین نہین مل سکین مگر ایسے مشہور اور نامور عالمون نے جیسے کہ جناب علم الہدی اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً انکے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ گئی ہوگی خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اسلئے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ اونھون نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اونکے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت مین داخل کرنیکے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ اوس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے مین چھپا ہوا ہے جسکے مختلف رنگ دوسرون نے لئے ہین اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہرین نکلی ہین اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہان سے ساری شاخین پھوٹی ہین۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ علماء شیعہ جنکو ان روایتون پر بہت کچھ

تا زہ ہے اور جنھون نے اوسکی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت سے
الزام حضرات شیخین رضہ پر لگائے ہین اور بہت دردناک تقریرونمین اونکا ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور
جناب سیدۃ النسا فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوے کے ہین دل ہلانے والی باتین
بنائی ہین اپنے پیش کیے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اوسے فاش کرتے ہین
حیران اور ششدر ہوجائینگے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نوراللہ شستری نے کشف اونکے
شائع ہونیکے بعد سنیون کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھینگے ای بہتر زان
یکونوا جمادا او شجرا او بیوتون کا فہم النقوا حجرا یعنی تمنا کرینگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت
ہوجائین اور ایسے مبہوت ہوجائینگے گویا اون پر پتھر پڑ گئے ہین۔

علما امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابونمین جو حدیثین اور روایتین پیش کی گئی ہین جنکو وہ
سنیونکی روایت کہتے ہین اونکی تکرار اور نقل در نقل کو حذف کرکے دو قسم کی مندرجۃ الذیل روایتین
پائی جاتی ہین۔ ایک وہ جنمین پوری تفصیل راویون کی لکھی گئی ہے۔ دوسری وہ جسمین یا صرف منقول عنہ
کتاب کا نام ہے یا بجاے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویون کے نام لکھدیے ہین۔ اول
قسم مین چار اور دوسری قسم مین پانچ روایتین ہین۔ اول قسم کی روایتین یہ ہین۔

ایک ۱ وہ روایت جو طرائف مین سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جسکو عماد الاسلام
اور دوسری کتابونمین بھی نقل کیا ہے اسکے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہین۔ اول حاکم الی...
ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابونصر شعیب بن علی تیسرے موسی
بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتوین
فضیل آٹھوین عطیہ نوین ابوسعید جنپر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری ۲ وہ روایت جو بحارالانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بہ تفصیل
اسناد بیان کی گئی ہے اور اوسکے راوی یہ ہین۔ اول سید ابوحمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے
حاکم ابوالقاسم بن عبداللہ الحسکانی تیسرے حاکم الوالد ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان

پانچوین عمر بن حسین ابن علی بن مالک چھٹے جعفر بن محمد حسنی ساتوین حسن بن حسین آٹھوین ابو معمر بن سعید نوین ابو علی قاسم کندی دسوین یحیی بن یعلی گیارھوین علی بن مسہر بارھوین فضیل بن مرزوق تیرھوین عطیہ کوفی چودھوین ابو سعید خدری -

تیسری - وہ روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے - اسکے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہین دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت مین علی بن عباس ہے) ساتوین جعفر بن محمد حسنی آٹھوین علی بن منذر طریقی نوین فضیل بن مرزوق دسوین عطیہ عوفی گیارھوین ابو سعید خدری -

چوتھی - وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے - اوسکے اول راوی محمد بن عباس ہین دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ پانچوین فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابو سعید خدری -

اور دوسری قسم کی روایتین یہ ہین -

پہلی وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام مین نقل کی ہے - اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور راویین اور راویون کے نام منقول ہین ایک ابراہیم بن محمد بن میمون دوسرے علی بن عابس بن النجار - ان راویون نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچایا ہے -

دوسری وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ مین درمنثور سیوطی سے بلا حوالہ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح مین دوسیرا تنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے -

تیسری جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو اونھون نے اسی حدیث کو جسکا

دیکھو صفحہ ۱۶ سطر ۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ
دیکھو صفحہ ۱۶ سطر ۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ
دیکھو صفحہ ۱ اس کتاب ۱۲ منہ
دیکھو صفحہ ۱
۱۲ منہ
دیکھو صفحہ ۱

ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اوسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اسمین دو نام مذکور ہین ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف مین بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس مین سلسلہ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق مین نقل کیا ہے۔

پانچوین وہ روایت جو معارج النبوۃ اور مقصد اقصی سے عماد الاسلام وغیرہ مین نقل کی گئی ہے یہ ہے کل مایۂ ناز علماء امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اون تمام روایتون کا جسکو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیون کے مقابلہ مین ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہین۔ اور چونکہ یہ روایتین مختلف طور سے اور مختلف مواقع پر بحث فدک مین بیان کی جاتی ہین بیچارے ناواقف سنی اونھین دیکھکر گھبرانے لگتے ہین اور یہ سمجھکر کہ یہ روایتین تو ہماری ہی کتابون سے نقل کی گئی ہین اور غالباً صحیح ہونگی حیران رہجاتے ہین۔ اور اکثر لوگون کو خلجان اور اپنے عقائد مین شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہمنے اون سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والون کو معلوم ہوسکیگا کہ سلسلہ ان تمام روایتون کا ابوسعید پر ختم ہوتا ہے اور ابوسعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انھین سے اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اسمین لگائے گئے ہین اوسکی جڑ ابوسعید ہین۔ مگر ابوسعید کے نام مین ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری ہین جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہین ہین بلکہ یہ وہ ابوسعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہین۔ اونکے بہت سے نام اور مختلف کنیتین ہین۔ اور اسی سبب سے لوگون کو اکثر انکے نام مین دھوکا ہوجاتا ہے کبھی انکا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہین۔ اور اونکی تین کنیتین ہین ایک ابونصر اور دوسری ابوہشام اور تیسری ابوسعید۔ اور انھین سے

عطیہ عوفی روایت کرتے ہین۔ اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثون کو اپنے تشیع ابوسعید کلبی سے اسطور پر روایت کرتے ہین کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابوسعید خدری صحابی سے روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابوسعید کہکر چپ ہوجاتے ہین کلبی یا اور مشہور نام اونکا نہین لیتے تاکہ لوگون کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہین وہ ابوسعید خدری صحابی ہین چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہوگیا اور اونکی یہ ہوشیاری کھل گئی۔ تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال اور اصلی اعتقاد ظاہر ہوجائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابوسعید کلبی سے ہے نہ کہ ابوسعید خدری سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابوسعید کلبی کا حال اسمار الرجال کی کتابون سے بیان کرتے ہین۔ اور اوس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتون پر پڑا ہوا تھا اوٹھاتے ہین عطیہ جنھون نے اس روایت کو ابوسعید سے بیان کیا ہے اونکی نسبت تقریب مین جو معتبر کتاب اسمار الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت مین خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے تھے اور شیعہ بھی تھے کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شیعیا مدلسا اول تو انکی روایت بہ سبب اسکے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہین دوسرے بوجہ تدلیس کے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بلحاظ شیعہ ہونیکے یہ روایت شیعونکی ہے نہ سنیونکی۔

روایت مین خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزین محتاج بیان نہین ہین مگر تدلیس کیا چیز ہے اور راوی مین یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکین۔ ابن جوزی تدلیس کو روایت مین اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہین کہ وہ تلبیس ابلیس مین لکھتے ہین ومن تلبیس ابلیس علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منہم علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثہم وکثرۃ روایاتہم وقد قال النبیؐ من روی عنی حدیثا یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع

وهذا اقبح لانه يجعل المنقطع فی مرتبة المتصل انتهی یعنی علما محدثین کو تدلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے مین یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہین کرتے کہ یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات اونکی شرع مین خیانت ہے اور اونکا اپنی احادیث کا جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ خود بھی جھوٹون کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث مین روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی یہ کہے فلان نے فلان سے یا فلان نے کہا فلان سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلان نے فلان سے سنا ہے حالانکہ نہین سنا تو یہ بہت بری بات ہے اسلیے کہ راوی حدیث منقطع کو (جس کا راوی بیچ مین سے چھوٹا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر سلسل ہون) برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے عطية بن سعد العوفی الكوفی تابعی شهير ضعيف۔ قال سالم المرادی كان عطية يتشيع وقال احمد ضعيف الحديث وكان هشيم يتكلم فی عطية وروی ابن المدينی عن يحيی قال عطية وابو هارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطية كان ياتی الكلبی فياخذ عنه التفسير كان يكنيه بابی سعيد فيقول قال ابو سعيد قلت يعنی يوهم انه الخدری وقال النسائی وجماعة ضعيف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہین کہ اونکی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہین کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ مین کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک برابر ہین۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور اونسے تفسیر لیتے اور اوسے ابو سعید کے نام سے لکھدیتے اور یون کہتے کہ ابو سعید نے

ایسا کہا ہے - ذہبی کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود اونکا یہ ہوتا کہ لوگ یہ سمجھین کہ یہ
ابو سعید خدری ہین - اور نسائی اور ایک جماعت نے اونکو ضعیف بتایا ہے - اور سخاوی نے
رسالہ منظومہ جزری مین جو اصول حدیث مین ہے باب من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ
مین جہان کلبی کا ذکر لکہا ہے وہان یہ بیان کیا ہے وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ
العوفی موھما انہ الخدری کہ یہی کلبی ابو سعید کی کنیت سے بہی پکارے جاتے ہین - اور عطیہ عوفی
اونسے جو روایت کرتے ہین وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابو سعید کہکر روایت کرتے ہین -
تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ ابو سعید خدری ہین -

اس حقیقت سے جو ہمنے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب روشن کے یہ بات کہل گئی کہ یہ
روایت ابو سعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہین ہے - بلکہ ابو سعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے -

اب ہم ابو سعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جاے کہ یہ حضرت جن پر
ان تمام روایتون کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جہوٹے اور حدیثون کے بنانے والے اور شیعہ تھے -
انکی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری مین اوس باب مین جسکا اوپر ذکر ہوا
یہ لکہا ہے کہ اون لوگونمین سے جنکے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتین ہین ایک محمد بن
سائب کلبی مفسر ہین اونکی کنیت ابو نضر ہے - اور اس کنیت سے ابن اسحاق اون سے
روایت کرتے ہین - اور اونکا نام حماد بن سائب ہے اور ابو اسامہ اسی نام سے
اونسے روایت کرتے ہین اور اونکی کنیت ابو سعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی
اونسے روایت کرتے ہین تاکہ لوگون کو شبہ مین ڈالین کہ یہ ابو سعید خدری ہین - اور انکی
کی کنیت ابو ہشام بہی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اونسے روایت کرتے ہین
اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہین - ان من امثلتہ (ای من لہ اسماء مختلفۃ ونعوت متعددۃ)
محمد بن السائب الکلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحق وھو حماد بن
السائب روی عنہ ابو اسامۃ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ الکوفی موھما

انه الجندری وهو ابو هشام روی عنه القاسم بن الولید اور تقریب مین اوسکی
نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابة المفسر
متهم بالکذب ورمی بالرفض من السادسة مات سنة ست واربعین کہ محمد بن سائب
کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹا اور رفض سے متہم ہین اور میزان الاعتدال
مین اونکی نسبت لکھا ہے محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابة الاخباری
قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنه قال انا اعرف صدقه من کذبه قال البخاری
ابو النضر الکلبی ترکه یحیی وابن مهدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن
سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فهو کذب وقال یزید بن زریع
حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویة قال الاعمش اتق هذه السبائیة فانی
ادرکت الناس وانما یسمونهم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک
الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملأها عدلا کما ملئت جورا وان
رأوا سحابة قالوا امیر المؤمنین فیها وعن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان
جبرئیل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی
وقال احمد بن زهیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال
الجوزجانی وغیره کذاب وقال الدارقطنی وجماعة متروک وقال ابن حبان وضوح
الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس
التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه اخرجت له
الارض افلاذ کبدها لا یحل ذکره فی الکتب فکیف الاحتجاج به کہ محمد بن سائب کلبی جنکی
کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہین اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہین۔ امام ثوری
اونکی نسبت کہتے ہین کہ کلبی سے بچنا چاہیے اسپر اونسے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اون سے
روایت کرتے ہین تو اونھون نے جواب دیا کہ مین اوسکے جھوٹ کو اوسکے سچ سے جدا کرتا

جانتا ہون۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اوسکی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور اونھون نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو مین تمسے روایت کرون وہ جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا کے فرقے کا تھا۔ اور ابو معاویہ کہتے ہین کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہین۔ اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی اون لوگون مین سے جو کہتے ہین کہ علی کرم اللہ وجہہ نہین مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کرین گے اور اوسے انصاف سے اوسی طرح بھر دین گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی مین ہین۔ اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبرئیل پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لیے بیت الخلا جاتے تو جبرئیل علی رض پر اوس وحی کو املا کرتے یعنی اوسے کہتے۔ اور احمد بن زہیر کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے اونھون نے کہا نہین۔ اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اوسکی روایت لینے کے لائق نہین ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ اوس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنیکی حاجت نہین ہے۔ اور ان حضرت کے صفات مین سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہین حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سنا۔ مگر جب اونکو تفسیر مین کچھ بیان کرنیکی حاجت ہوتی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب مین جائز نہین ہے نہ کہ اوس سے سند لینا۔ اور تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا حال

بیان لکھا ہے وہان انکے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور انکے فرزند کو اس قسم کے متروکین مین سے کہ جسکو حفاظ حدیث مین داخل کبھی نہین کیا جیسا کہ وہ کہتے ہین ہشام بن الکلبی الحافظ احد المتروکین لیس بثقة فلهذا لم ادخله بین حفاظ الحدیث وهو ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابہ اور یاقوت حموی نے معجم الادبا مین جہان محمد بن جریر طبری کی کتابونکا ذکر کیا ہے لکھا ہے ولم یتعرض ای الطبری لتفسیر غیر موثوق به فانه لم یدخل فی کتابه شیئا عن کتاب محمد بن السائب الکلبی ولا مقاتل بن سلیمان ولا محمد بن عمر الواقدی لانهم عنده اظنّاء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب مین بیان نہین کی اور اسی لیے اپنی کتاب مین کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی کتابون سے نہین لیا کیونکہ یہ لوگ اونکے نزدیک مشکوکین مین سے ہین - اور محمد طاہر گجراتی نے تذکرة الموضوعات مین کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر الکلبی من اوله الی آخره کذب لا یحل النظر فیه -

یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ عقائد کے عبد اللہ بن سبا کے فرقے مین سے ہین اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلون مین چھپے ہونے کے معتقد - اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلیٰ درجے پر ہین کہ جنکو نہ دیکھا اور جن سے نہ کچھ سنا اوںسے برابر روایت کرتے ہین - اور جس موقع پر چاہا اوسے اپنے دل سے گڑھکر بیان کر دیتے ہین - اور اعتبار کی کیفیت یہ ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری کے اپنی کتاب مین اونکی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہین سمجھتے اور یہی ہین واضع یا ناقل حدیث ہبۂ فدک کے جسکو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلّس اور شیعی تھے اپنے مذہبی عقائد کی حمایت کے لیے انسے روایت کیا اور انکے دیگر نام اور کنیتین چھوڑ کر حدثنا ابو سعید کہکر لوگون کو اس شبہ مین ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہون گے -

اس بات کا ثبوت کہ ابو سعید جنپر سلسلہ ان حدیثون کا ختم ہوتا ہے ابو سعید خدری نہین ہین صرف خیالی نہین ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریرون اور روایتون سے بھی ملتا ہے - مثلاً کنز العمال مین جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرالفنا و عماد الاسلام وغیرہ مین منقول ہے اور در منثور سیوطی اور بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم کی روایتون مین صرف ابو سعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اوسکے آگے نہین ہے یہ لفظ اوسی وہم کے سبب سے جس کا ہمنے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھا یا گیا -

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور ثابت بھی اسطور پر کہ اوسمین کچھ شبہ نہین رہا - اور اس بات کی ضرورت باقی نرہی کہ اور راویون سے بحث کی جاے مگر ہم ہر روایت اور راویون سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم وبیش بھرے ہوے ہین - اور جسکو دیکھیے اوس مین کچھ نہ کچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے -

پہلی روایت جو طرالف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہمنے نقل کی اوسکے آخری راوی ابو سعید ہین اور جسنے اونسے روایت کی ہے یعنی عطیہ اونکا حال تو معلوم ہوگیا - اب فضیل کا حال سنیے جنہون نے عطیہ سے روایت کی ہے - انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے - اور تہذیب التہذیب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یھم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ کٹے شیعہ تھے - اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے - اور تہذیب مین انکی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ قال النسائی ضعیف کہ انکی

حدیث لکھ لیجاوے مگر قابل حجت نہیں ہے اور نسائی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔ اور
میزان الاعتدال میں ہے قال ابو عبداللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من
شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا
کان ممن یخطئ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ
قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ وروی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن
معین ضعیف یعنی ابو عبداللہ حاکم کہتے ہیں کہ فضیل بن مرزوق میں شرط صحت نہیں ہے۔
اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ انہوں نے اوسکو ثقہ لوگوں میں
بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا
کرتے تھے۔ اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں عطیہ تو انسے
بھی زیادہ ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب
ثقات کی موافقت کریں تو انسے احتجاج کیا جاسکے۔ اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین
سے انکا ضعیف ہونا روایت کیا ہے۔

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے۔ انکا
حال سنیے۔ میزان الاعتدال میں ہے علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء
بن المسیب ابن ابی سلیم وغیرہما روی عباس عن ابن معین لیس بشئ وقال الجوزجانی
والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک ....
القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ
عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ رض فاعطاہا
فدک قلت ھذا باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ رض تطلب شیئاً ھو فی حوزھا وملکھا
وفیہ غیر علی من الضعفاء کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علا بن مسیب
اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہیں۔ اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے

کہ یہ کچھ نہیں ہیں اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی اونکو ضعیف کہتے ہیں۔ اور ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ایسی خطائیں فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوئے۔ قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہمسے بیان کیا اور اونسے علی بن عباس نے اور اوس سے فضیل بن مرزوق نے اور اوس سے عطیہ نے اور اوس سے ابو سعید نے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فدک دیدیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نفرماتیں اسلیے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک میں ہوتا۔ اور اس حدیث میں سوائے علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہیں ان حضرت کا حال معلوم کیجیے۔ تقریب میں یہ لکھا ہے عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورۃ والنون الخفیفۃ ابوسعید الکوفی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے انکی ایک حدیث بخاری میں ہے جسکی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مؤلفہ صاحب مجمع البحار میں ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثہ فی البخاری مقرون فقیل علیہ ھو یستحق الترک اور تذہیب التہذیب میں ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابوسعید الرواجنی احد رؤس الشیعۃ... قال ابن عدی فیہ غلو روی احادیث منکرۃ فی فضائل اھل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعوں کے بڑے لوگوں سے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ انمیں تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت میں بہت سی حدیثیں منکر روایت کرتے ہیں۔ اور صالح بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ہے عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاۃ الشیعۃ ورؤس البدع لکنہ صادق فی الحدیث

عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنه البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا باخر وقال ابن خزیمۃ حدثنا الثقۃ فی روایتہ والمتھم فی دینہ عباد وروی عبدان الاھوازی عن الثقۃ ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث فی الفضائل انکرت علیہ وقال صالح جزرۃ کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعتہ یقول اللہ اعدل من ان یدخل طلحۃ والزبیر الجنۃ قاتلا علیا بعد ان بایعاہ وکان داعیۃ الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاہیر فاستحق الترک وقال الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور بدعتیون کے رئیسون مین سے ہین لیکن حدیث مین صادق ہین شریک اور ولید بن ابی ثور اور بہت سی خلق سے روایت کرتے ہین اور انسے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے مقرون ہے روایت کی ہے۔ اور ابن خزیمہ کہتے ہین کہ ایسا شخص جو روایت مین ثقہ اور دین مین متہم ہو کر ہمسے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے۔ اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت کی ہے کہ یہ سلف کو گالیان دیا کرتے تھے۔ اور ابن عدی کہتے ہین کہ یہ فضائل مین احادیث منکر روایت کرتے ہین۔ اور صالح جزرہ کہتے ہین کہ عباد عثمان غنی رضہ کو گالیان دیتا تھا۔ اور مین نے اوسکو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالی اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت مین داخل کرے کیونکہ اونھون نے حضرت علی رضہ سے بیعت کرنیکے بعد قتال کیا۔ اور یہ رفض کی طرف لوگون کو بلایا کرتا تھا۔ اور باوجود اسکے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اسیلیے مستحق ترک ہوا۔ دارقطنی کہتے ہین کہ عباد پکا شیعہ ہے۔

اس روایت کے سلسلے مین جن لوگون کے نام اسماء الرجال کی اون کتابون مین ہمکو ملے جو ہمارے پاس ہین اونمین پانچ نام پاے گئے اور خدا کے فضل سے پانچون شیعہ نکلے۔ یعنی عباد بن یعقوب۔ علی بن عباس۔ فضیل۔ عطیہ۔ ابوسعید۔ اور ان سب کے بزرگ جو بانی اس روایت کے ہین وہ ابوسعید کلبی ہین جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے

کہ وہ حضرت علیؓ کی موت سے کبھی قائل نہین بلکہ اونکی رجعت کے معتقد ہین۔

دوسری روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بہ تفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پہ منتہی ہوتی ہے اوسکے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہین جنکو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے مین ایک یحیی بن یعلی ہین اونکی نسبت تقریب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعة اور تذہیب التہذیب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی ابو زکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبة قال ابن معین لیس بشیء وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی ابن یعلی شیعی ضعیف ہین اور ابن معین کہتے ہین کہ کچھ نہین ہین اور ابو حاتم کہتے ہین کہ ضعیف الحدیث ہین۔ باقی راویون کی حقیقت نہ موجودہ کتابون سے نکلی اور نہ اونکے تحقیق کی ضرورت ہے اسلیے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہون تاہم سلسلہ روایت اون تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہین اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہین اور جنکو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا۔ سوا اسکے یہ روایت جو بحار الانوار مین لکھی ہے اوسمین کسی کتاب کا حوالہ نہین کہ جسکی طرف رجوع کیجاے کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ یہ روایت شیعون ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے یہان کی کتابون سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اسکی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہین۔ منتہی المقال فی اسماء الرجال[۱] کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما اور مفسرین شیعہ مین سے ہین جیسا کہ انکے ترجمہ کتاب مذکور مین لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماہیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف

[۱] یہ کتاب اسماء الرجال مین شیعون کے یہان نہایت معتمد ہے اور اوسکا وہی مرتبہ ہے جو میزان الاعتدال کا سنیون کے یہان ہے۔ منہ

ابان الحجام ثقة ثقة فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث له کتاب المقنع فی الفقه
کتاب الدواجن کتاب ما نزل من القرآن فی اهل البیت وقال جماعة من اصحابنا
انه کتاب لم یصنف فی معناه مثله وقیل انه الف ورقة حتی صار الاذکار الکتابین الاولین
وفی ست اجیز ثابکتبه وروایاته جماعة من اصحابنا عن ابی محمد هارون بن موسی التلعکبری
عنه اقول فی مشکا ابن عباس بن علی بن مروان الثقة عند التلعکبری محمد بن عباس ثقہ ہین
اور ہمارے اصحاب مین سے ہین نہایت کثیر الحدیث ہین روایت کرتے ہین اور بہت کتابین
انکی تصنیفات ہین ہین اونمین سے ایک تفسیر ہین اون آیات قرآنی کے ہے جو اہل بیت کی
شان مین نازل ہوئین اور جسکی نسبت ہمارے بہت عالمون نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب
اس باب مین کبھی تصنیف نہین ہوئی اور اوسکے ہزار ورق ہین " اسلیے اس تفسیر مین
لکھا ہونا تو صرف شیعون کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیون کو ۔ اور ان حضرت نے اپنی تفسیر مین یہ لکھا
نہین کہ اس روایت کو سنیون کی کتاب سے لیا ہے یا شیعون کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جسکو
ہم اوپر بیان کرچکے اسلیے کہ اسمین دو طریقون سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک تو محمد بن
محمد اور ہیثم بن خلف اور عبد اللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چارون کہتے ہین حدثنا
عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث اونکو عباد بن یعقوب سے پہونچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن
عباس سے (جسکو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی
روایت کرتے ہین علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہین علی بن عباس سے
پس یہ دونو سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہین اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر
اور اونکا عطیہ پر اور اونکا ابو سعید پر ۔ اور ان تینون کا حال بخوبی معلوم ہوچکا ہے ۔ اسنیے
ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق
تھے مگر شیعہ جیسا کہ تقریب مین لکھا ہے علی بن منذر الطریقی بفتح المهملة وکسر الراء بعدها
تحتانیة ساکنة ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال مین ذہبی انکی

نسبت کہتے ہین قال النسائی شیعی محض ثقة اورجبکہ علی بن منذر شیعہ تھے تو اون کی
ایسی روایت پرجو اونکے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے
اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے - اور یہ نہ صرف
معمولی شیعہ ہین بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعون کے ہین جیسا کہ منتہی المقال
مین جو اسماء الرجال مین نہایت معتبر کتاب شیعونکی ہے اونکی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد
بن ابراهیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنه التلعکبری وکان سماعه عنه سنة
اربعین وثلاث مأئة بمصر وله منه اجازة وزاد فی بعض النسخ ابو القاسم فی الاول فالظ
انه یکنی به وکنا به الشیخ ایضا فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنه بالشریف الصالح وفی عبد الله
بن احمد بن نهیک ایضا کونه من مشائخ الاجازة وذلك امارة الوثاقة اور عبد الله بن
احمد بن نہیک کے ذکر مین لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقة اور اونھین کے تذکرے مین
لکھا ہے اخبرنا القاضی ابو الحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازة
ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراهیم الموسوی انتهی
دوسرے سلسلے مین ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہین اونکی نسبت تقریب مین
لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبه کاو کذبوه یعنی یہ حضرت
جھوٹون مین داخل ہین - اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے اس سے بڑھکر انکے تشیع کی
اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی
عن علی بن منذر الطریقی وجماعة تکلم فیه وقیل کان یؤمن بالرجعة وقد حدث بکتاب
النهی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن له فیه سماع ومات سنة ست وعشرین
وثلاث مأئة اور ایک راوی اس مین محمد بن محمد بن سلیمان ہین یہ وضع حدیث مین متہم ہین - اور
میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر
موضوع اتهم به اور ایک راوی عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث ہین انکی نسبت میزان الاعتدال

ہین لکھا ہے کہ یہ اول ہین منسوب بناصبیت تھے اسلیے یہ بغداد سے نکالدیے گئے مگر پھر علی بن عیسی کے زمانے مین واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لیے اپنے خیال سے بنا بنا کر فضائل کی حدیثین بیان کین اور اونہین کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہین عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقة صاحب التصانیف وثقه الدار قطنی فقال ثقة الا انه کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکره ابن عدی وقال لولا ما شرطنا والا لما ذکرته الی قوله سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبد اللہ کذاب قال ابن سعد کفانا ما قال ابوه فیه ثم قال ابن عدی سمعت موسی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت ابراهیم الاصبهانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء ینسب الی شیء من النصب فنفاه ابن الفرات من بغداد فرده علی بن عیسی فحدث واظهر فضائل علی ثم تحنبل فصار شیخا فیهم

یہ حال تو ہے اون دو طریقون کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ بیس طریقون سے یہ حدیث منقول ہے غالبا یہی کیفیت باقی سلسلون کی بھی ہوگی بشرطیکہ کوئی اور سلسلے تام کے لیے بھی بیان کیے گئے ہون ہمکو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے یقین نہین آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب بحار الانوار مین جو ایک دریا ناپید اکنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے والون کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے اوسکے اول محمد بن عباس ہین دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ بن ہشام پانچوین فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابو سعید خدری ہین۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابو سعید پر منتہی ہوتا ہے اسلیے ہم اس روایت کو بھی اگرچہ اسکے درمیانی راوی دوسرے ہین دوسری روایت نہین خیال کرتے اور کیونکر خیال کرین جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابو سعید ہین۔ انہین سے ایک

درمیانی راوی ابوکریب ہین وہ بھی مجاہیل سے ہین جیسا کہ تذہیب التہذیب مین لکھا ہے
ابوکریب الاسدی قال ابوحاتم مجہول۔

قسم اول جس مین چار روایتین تھین اونکا حال ہم بیان کر چکے اور یہ بات ہمنے صاف صاف دکھا دی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہین۔ دوسرے قسم کی روایتون کا بھی یہی حال ہے۔

کنز العمال سے جو روایت عماد الاسلام مین نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے عن ابی سعید۔ نہ لفظ خدری کا ابوسعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اوسمین مذکور ہے۔ اور صاحب کنز العمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری روایتون کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوے اور اونکی کتابونمین موضوع حدیثین منقول ہین اور الفاظ رافضی خبیث بھی اونکی نسبت استعمال کیے گئے ہین جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین لکھا ہے قال الخطیب ابوبکر ابوعبداللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراھیم بن محمد الارموی وکان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انھا صحاح علی شرط البخاری ومسلم منھا حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرھا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولاریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجھا فیہ قال ابن طاھر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاھر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور اونھون نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود اونکے تشیع کو ثابت کرتی ہے اسلیے کہ انکی نسبت منتھی المقال فی اسماء الرجال مین جو کہ شیعون کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال مین اجلاء شیعہ سے

لکھا ہے کما قال فی کتاب میزان الاعتدال انہ من اجلاء الشیعۃ روی عن علی بن
عابس انتہی ولعلہ ابن میمون الالانی اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ابراہیم بن میمون
الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمۃ عبداللہ بن مسکان ان ابراہیم ھذا احد رواۃ مسائل عبداللہ
بن ابی عبداللہ فیظہر ان الامام کان یعتمد علیہ فھو معتمد علیہ فافا لجمیع اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے بلکہ امام جعفر صادق ع کے معتمد علیہ تھے - ان حضرت نے روایت
کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت میں علی بن عباس ہیں اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے
کہ انہ کان من الضعفاء والمتروکین - اور ان حضرت کا سلسلہ ابوسعید تک پہونچتا ہے اور
خیریت ہے اسمین خدری کا لفظ بھی نہیں ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابوسعید
ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ وہی ابوسعید کلبی ہیں -

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام میں تفسیر در منثور سیوطی سے اور طعن الرماح میں
تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور
لکھا ہے کہ ابوسعید خدری سے یہ روایت منقول ہے - اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہیں ہے
مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی - اور مولوی
حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف میں اسکی اسناد بیان کی ہیں اور وہ یہ ہیں حدثنا
عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل بن مرزوق عن عطیہ عن ابی سعید
اسمین بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہیں ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے
جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابوسعید کلبی ہیں - اور عطیہ انھیں سے روایت کرتے ہیں اور سوا ابو یحیی تیمی
سب آدمی اسکے شیعی ہیں جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی - اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب
میں لکھا ہے ضعفہ ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا میں سے ہیں غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت
نہیں ہے بلکہ وہی ابوسعید کلبی کی روایت ہے -

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ میں لکھی ہے کہ عبدالرحمن بن صالح کہتے ہیں

کہ ماموں کے پہونچنے پر ہبہ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسی نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعوں کی روایت ہے۔ ابتدا اسکی شیعی سے اور انتہا بھی اوسکی شیعی پر ہوتی ہے۔ اسلیے کہ روایت عبد الرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے اونکی نسبت میزان الاعتدال ذہبی مین لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابۃ رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنۃ خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب مین انکی نسبت لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابۃ کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع مین غرق تھے یہانتک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن مین حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر اسمین کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کرین۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہین بشرط صحت اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماموں کو جو جواب عبید اللہ ابن موسی نے لکھا اوسمین وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے۔ اوران حضرات کا حال ہم اوپر بالتفصیل بیان کر چکے۔ اسلیے وہ روایت قابل سند نہین ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق مین واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالبا یہ بھی وہی روایت ابو سعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق مین بیان کیا ہے اسلیے اسکی طرف توجہ کرنیکی بھی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ واقدی اون بزرگوار مصنفون مین ہین کہ اونکی کتابین نہ صرف ضعیف روایتون بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبرون سے بھری ہوئی ہین اور اونکی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہانتک کہ اونکو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

اول واقدی کا حال سنیے انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے محمد بن واقد الاسلمی المدنی القاضی

تذیل البغداد متروک مع سعۃ علمہ کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونیکے متروک ہین - اور تذکرۃ الحفاظ
مین ذہبی انکی نسبت لکھتے ہین محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ العلم احد اسوق ترجمتہ
ہنا لاتفاقہم علی ترک حدیثہ وہو من اوعیۃ العلم لکنہ لا یتقن الحدیث وہو راس فی
المغازی والسیر ویروی عن کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہین - مین
انکے ترجمے کو یہان اسلیے نہین لکھتا کہ محدثین نے انکے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے
اگرچہ یہ زبردست عالم ہین لیکن حدیث مین احتیاط نہین کرتے - مغازی اور سیر خوب جانتے ہین
مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہین - اور تذہیب التہذیب مین بھی یہی انکی صفت لکھی
ہے اور پھر لکھا ہے قال البخاری متروک اور تہذیب مین ہے وقال احمد ہو کذاب وقال
ابن معین ہو ضعیف اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن عمر بن واقد
الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیۃ العلم علی ضعفہ وحسبیات ان ابن ماجۃ لا یجسر ان
یسمیہ قال احمد بن حنبل ہو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزہری
علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ لا یکتب حدیثہ وقال البخاری وابوحاتم
متروک وقال ابوحاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر
محفوظۃ والبلاء منہ وقال ابو غالب بن بنت معاویۃ بن عمرو سمعت ابن المدینی
یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابوداؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان
الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرۃ بن محمد المہلبی سمعت
ابن المدینی یقول الہیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی لا ارضاہ فی الحدیث
ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملۃ من اخبار الواقدی وجودہ وغیر ذلک
فی تاریخی الکبیر ومات وہو علی القضاء سنۃ سبع ومأتین فی ذی الحجۃ واستقر الاجماع
علی وہن الواقدی - ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور
بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہان تک کہ اونکی وہن اور متروک الحدیث ہونے پر سب

متفق ہین اور اس سے زیادہ اور کیا عجیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور بیس ہزار
حدیث غریب او نسے منقول ہین انکی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین
انکی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہین
کہ اوسکی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر مین نہین لیا اسلیے کہ یہ لوگ ضعیف اور
غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضون نے بیان کیا ہے کہ اسکے
نام سے جو کتابین مشہور ہین وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحاق مدنی کی ہین جو کہ
رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہین اونکی کتابون کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اوسے
مشہور کیا اسلیے اسکی کتابین درحقیقت شیعونکی کتابین سمجھنا چاہیین جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء
الرجال مین جو معتبر کتابونمین سے شیعونکی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل مین لکھا ہے
کما یقول ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی
عبد اللہ وکان خصیصا والعامۃ لھذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین
ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وفی فہرست
الشیخ ابن محمد بن یحیی ابو اسحق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ
وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسبابہ
تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی
سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ
کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ واما من العامۃ تضعفہ لذلک
ویشہد لہ ما من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۲۵ منتہی المقال
مطبوعۂ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت مین پیش کرنا اور اوس سے ایسے معرکۃ الآرا
بحثون مین استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب مین حضرات
امامیہ کو نہین ملی اور ملے کیونکر جبکہ اوس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی

کتابونکی نسبت یہ مانا جاے کہ اوسنے ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی کی کتابون کو نقل کرکے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابین اصل مین شیعون کی ہین۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سن لیجیے۔ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے

بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لا ینبغی ان یروی عنہ قال ابو النضر ہاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یہودیا قصابا صباغا فی سویقۃ نصر بن مالک قال المروزی سمعت ابا عبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یہودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتہی او تفسد خشبۃ یعنی تصلب وقال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اہل العلم قولہم فیہ وکفرہ اکثرہم لاجلہا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہین کہ اوس سے روایت کیجاوے۔ ابو نضر ہاشم بن قاسم کہتے ہین کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار مین تھا اور مروزی کہتے ہین کہ مین نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس مین استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئیگا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدینگے اگر تو باز نہ آئیگا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہین کہ اس سے بُرے اقوال منقول ہین جنکی وجہ سے علماے اسکو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہین کہ یہ زندیق تھا۔

پانچوین روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہمکو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند مین پیش کرتے ہین۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالب علم تک جانتے ہین کہ مولود کے رسالون سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اوسکی علما کے نزدیک نہین ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لیے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اوسکی وقعت

نہین ہے - یہ اوس قسم کے مؤرخین مین سے ہین کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لیے جو خشک دفتر
ایندھن اونکو ملا اوسے کام مین لاے اور سامعین کے متعجب اور مسرور اور محظوظ کرنے کے لیے
اوسے عمدہ الفاظ مین بیان کیا - مگر اوسکو آجتک کسی نے اس قابل نہین سمجھا ہے کہ اوس
کوئی سند پیش کیجاے نہ سواے رسالون مولوی کے کسی بحث مین آجتک اوس سے کوئی سند
پیش کی گئی لہذا اوس مین مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علما
سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اوسکا مصنف معتبر و معتمد ہوسکتے تو اس روایت
استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اوسمین اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف
بوجوہ اشارہ موجود ہے وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے
اس روایت ہبہ کو واقعہ نہین قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت
کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعا موخر
اور اوسکے منافی روایت کو وضعا مقدم کیا ہے وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے
اور اسکے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصی لکھا ہے وجہ چہارم اس روایت کو بغیر عنوان قصہ
و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر
دال ہے اور اسکی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر
دال ہے پس بخوبی واضح ہوگیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار
ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ کردیا ہے لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونیکی تقدیر پر بھی
اوسمین موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ اس قابل نہین ہے کہ ہم اوسکی
نسبت کچھ بھی لکھین بجز اسکے کہ اوسکو علما کی شان سے بعید سمجھین -

ہمنے تمام روایتونکی حقیقت بیان کردی اور سب راویونکا حال لکھدیا اور شافی کے
تصنیف ہونے کے زمانے سے ابتک جسکو نو سو برس ہوے جتنی روایتین ہبہ کی تائید مین
پیش کی گئی تھین اون سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہر گاہ دم بریدہ اشتر مادہ برآمدن و ایتون ثابت کردی

اسلیے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہونچتا ہے اور اوسکی روایت بسبب اون عیبون کے جو اوسمین تھے ہرگز قابل لحاظ نہین اور باوجود اسکے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضی علم الہدی اور جناب مولانا دلدار علی صاحب محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما انزل قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمة فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجة کیا یہ بات تعجب انگیز نہین ہے کہ سید مرتضی ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نفرمائین اور صرف اوس روایت کو جو باعث جد شیعون مین مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی مین کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدین کہ اور مختلف طریقون سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اوس سے کم یہ بات تعجب کرنیوالی ہے کہ علم الہدی کے زمانے سے لیکر اب تک باوجودیکہ ہزارون عالم اس مدت مین گذرے اور سیکڑون کتابین اس بحث مین لکھی گئین اور بڑے بڑے دعوی کیے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور درد انگیز تقریرونمین یہ دعوی بیان کیا گیا اور علماء شیعہ نے سنیون کی ساری کتابین چھان ڈالین نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت مین اہل سنت کی کتابون سے پیش نکر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر مین لیگئے۔ اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جنکے علم و فضل کا غلغلہ آسمان تک پہونچا اور جنھون نے اپنے گروہ مین سنیون پر فتح و ظفر حاصل کرنیکی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریرین کرنے اور زور قلم دکھانیکے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون ہوتا۔ مگر ایسا نکرنے سے خود انھون نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہین ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے مین صحیح اور قابل اعتبار قرار دیکر پیش کر سکتے

شافی - اور کشف الحق - اور طرائف - اور بحار الانوار - اور عماد الاسلام - اور طعن الرماح - اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اسکے اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی اور آیندہ مشہور کی تھی اوسی کو پیش کرتے اور اوسی سے استدلال کرتے - اور ہم نہ صرف پچھلے لوگون پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام دیتے ہین بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہین اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعون کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہین کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جسکے بانی اور راوی شیعہ نہون اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ○

چونکہ اب ہم اچھی طرح اون روایتون کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابون سے شیعون نے پیش کی تھین اب ہم اوس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہین جو خود شیعون کی روایتون مین ہے اور جس سے اونکا دعوی خود اون کے یہان کی روایتون سے ثابت نہین ہوتا -

تناقض اور اختلاف شیعون کی اون احادیث و اخبار مین جو اس باب مین بیان کی گئی ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اون حدیثون کو بیان کرتے ہین جسمین فدک کے دیے جانیکا ذکر ہے - بعد اوسکے اوس کا تناقض اور اختلاف بیان کرین گے -

(۱) جب آیہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؓ کو بلاؤ وہ بلائی گئین آپ نے کہا کہ اے فاطمہؓ فدک اونمین سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہین کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانون کا اوسمین کچھ حق نہین ہے اور مین وہ تمھین دیتا ہون اسلیے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے لو - (بحار الانوار کتاب الفتن باب دول

الآیات فی امر فدک تفسیر صافی مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ ای محمدؐ اوٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوئے اور جبرئیلؑ آپ کے ساتھ تھے زمین آپکے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جسطرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک میں پہونچ گئے۔ اہل فدک نے ڈر کر دروازے بند کر لیے اور کنجیاں ایک بوڑھیا کو دیدیں جبرئیلؑ نے اوس سے کنجیاں لیکر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہوکر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اوس وقت جبرئیلؑ نے کہا کہ یا محمد هذا ما خصك الله به واعطاكه دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپکے لیے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اسمین آپ کا شریک نہین پھر جبرئیلؑ نے دروازے شہر کے بند کر دیے اور کنجیاں آپ کے حوالے کین۔ جب آپ مدینہ مین داخل ہوے تو فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ای میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون وانه قد كان لامك خديجة على ابيك مهر وان اباك قد جعلها لك بذالك وانحلتكها لك ولولدك بعدك کہ تمھاری ماں کا مہر تمھارے باپ پر واجب الادا ہے اوسمین مین تمھین اور بعد تمھارے تمھاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔ پھر حضرت علیؑ کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لیے لکھدو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کیطرف سے علی نے لکھا اور اوسپر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور اونکو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اوسکا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۰۔

(۳) تیسری روایت مین بعد بیان اس امر کے کہ کسطرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا لکھا ہے کہ آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اوس وقت جبرئیلؑ نے فرمایا اعط فاطمة فدكا وهي من ميراثها من امها خديجة ومن اختها هند

بنت ابی ھالہ کہ فاطمہ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی ماں خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث میں سے ہے۔ پھر آپنے جو کچھ اوس میں سے مال لیا تھا اوسکو لیکر فاطمہ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہ نے جواب دیا کہ میں آپکی زندگی میں کوئی شئی کارروائی نکرونگی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار ہے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تیرے عار رکھکر اسکو میرے بعد تجسے چھین لیں اور تمکو ندیں۔ فاطمہ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ آپنے لوگونکو اونکے گھر میں بلاکر سب کہدیا کہ یہ مال فاطمہ کا ہے اور پھر اوسکی اونمیں تفریق کردی اور ہر سال ایسا ہی کرتے کہ فاطمہ کی قوت کے بقدر لے لیتے۔ اور جب آپ کی وفات قریب پہونچی تو آپ نے فدک بالکل اونکو دیدیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱ از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جبریل سے پوچھا کہ اسکی میں تو میں جانتا ہوں ذوالقربی کون ہیں۔ جبریل نے کہا ہم اقاربک=وہ آپ کے رشتہ دار ہیں تب آپ نے حسن و حسین اور فاطمہ کو بلا کر کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو خدا نے مجھ پر عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمھیں دون۔ اسلیے میں تمھیں فدک دیتا ہون۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادق سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جسکو ہم مفصل دعوی ہبہ فدک میں نقل کرینگے اوسمیں جہاں شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے اوسمیں یہ لکھا ہے کہ جب آپکو جبریل فدک کے حدود بتانے کے لیے لیگئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ آپ کہاں تشریف لیگئے تھے آپنے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے لیگئے تھے اسپر حضرت فاطمہ نے عرض کیا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدك فصدق بها علی فقال هی صدقة علیك فقبضتها کہ اے میرے باپ میں بعد آپکے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہون فدک مجھے دیدیجیے آپنے فرمایا اچھا یہ تمھارے اور پر صدقہ ہے یعنی تمھارے لیے عطیہ ہے

پس فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتین جو اوپر ہمنے بیان کین کچھ جزئی اور غیر ضروری باتون ہی مین باہم مختلف نہین ہین بلکہ اونکا تخالف اون اہم امور مین ہے جو نفس واقعہ پر موثر ہے۔ اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتین بنائی ہین مگر اونکی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کردیا کہ اوسکا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت مین جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئین۔ اور دوسری روایت مین جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ غنیمان فدک کی لیکر مدینہ مین داخل ہوے تو خود فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمھاری ماں کے مہر مین جو مجھپر واجب الادا ہے تمھین اور تمھاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔

اور نیز پہلی روایت مین یہ ہے کہ آپنے فاطمہ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تمکو فدک دیدون۔ اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لیے مخصوص کردیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون اور اس اختیار کی وجہ سے آپنے کہا کہ تمھاری ماں کے مہر مین اسے دیتا ہون۔

تیسری روایت مین جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہمنے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکورہ کے نازل ہونے پر آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربی کا کیا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی ماں خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی میراث مین فدک فاطمہ کو دیا گیا اور دوسری روایت مین لکھا ہے کہ ماں کے مہر مین دیا گیا۔ غالباً جبریل امینؑ نے میراث اور مہر کو ایک تصور

کیا ہوگا۔ یا اونسے سہو ہوگیا ہوگا۔ سوائے اسکے یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار
دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔ اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا بیان کچھ ذکر نہین شاید چوبیس ہزار
دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر مین قرار پائی ہوگی۔
پھر اسی تیسری روایت مین یہ ہے کہ جب آپنے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو اونھون نے عرض
کیا کہ آپ کی زندگی مین مین کوئی شی کا رروائی نہین کرنی چاہتی آپ کو میری جان ومال کا اختیار
ہے اسپر آپنے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تمکو نہ دین تب فاطمہؑ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے
ہین کیجیے اسپر آپنے لوگون کو اونکے گھر مین بلاکر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگون کو آنحضرت صلعم نے جمع کرکے فدک کے دینے کا اعلان فرمادیا تھا
مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اون روایتون مین جن مین یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی
یہ لکھتے ہین کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضی اور حسنینؑ کو شہادت مین پیش کیا اور کسی دوسرے
مرد کو شہادت مین پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگون کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ
اوسوقت زندہ اور موجود ہونگے پھر طلب کرنیکے وقت اونمین سے دو چار کے نام آگے لیے جاتے
اور وہ اگر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اونکی حجت ابوبکرؓ پر تمام ہوجاتی۔ کیونکہ وہ تو جیسا
کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیون نکردی گئی۔ اس تیسری
روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے مین نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین رہا اوسکا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور
اوسکی آمدنی آپ ہی جس مصرف مین چاہتے تھے صرف کرتے تھے اور حضرت
سیدہ کو اوسکی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہذا
اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہین ہوسکتا ہے اور جس روایت مین بعد ہبہ فدک
پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور اونکی طرف سے وکیل کا اوسپر مامور ہونا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کا اوس وکیل کو نکالدینا مذکور ہے وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہوگئی

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کو فاطمہؑ کے گھر پر بلا کر کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ہبہنامہ فاطمہؑ کے نام لکھا دیا تھا اور اوسپر شہادت علیؑ اور ام ایمن کی کرائی تھی۔ تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آئندہ لوگون کو موقع فاطمہؑ کے محروم کرنے کا باقی نہ رہے یہان تک تو آپنے دور اندیشی فرمائی کہ لوگون کو بلایا اور اونکو جتایا کہ یہ مال فاطمہؑ کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہنامہ حضرت علیؑ سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اون لوگون سے جو بلائے گئے تھے کسیکی گواہی نہ لکھوائی حالانکہ اونمین سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا تاکہ شہادت پر بقول شیعون کے جو اعتراض ہوا وہ نہوتا اور غیرون کی گواہی سنکر شیخین رضکو بھی دعوی تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت مین یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو واپس کردیا مگر پھر اوسکی کوئی تفصیل نہین بیان کی گئی کہ کسطرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہؑ کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعون پر ہے کہ یہ کارروائی فدک پر فاطمہؑ کے قبضہ کرانیکی کسوقت اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے اسلیے کہ اور حدیثون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربی کے معنی آپ نے جبریلؑ سے پوچھے تو جبریلؑ نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہؑ کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہین لیا بلکہ اسقدر تخصیص ظاہر کردی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہین یعنی امت کے اقارب مراد نہین۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہین اور کنکو اونکا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپکے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنینؑ اور فاطمہؑ ہی کو وہ دیدین۔ اور حدیثون مین تو حضرت فاطمہؑ کی تخصیص کا یہ جواب ہو سکتا تھا کہ آنحضرت صلعم نے تخصیص نہین کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اوسکی تعمیل کرنے والے تھے۔

مگر اس حدیث مین جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اوس کا جواب کچھ ہو ہی نہین سکتا اسلئے
کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائین اور تمام اقارب مین سے صرف اپنے نواسون اور
ایک بیٹی کو منتخب کر لین ۔ اور معاذ اللہ اس طور پر دوسرون کے حقوق تلف کیے جائین ۔
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو اونکے اس قول اور خیال سے لگتا ہے
کیونکر دور کر سکین گے ۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبر کے عدل اور انصاف اور بے طرفداری اور
بے غرضی کی بھی شان تھی کہ وہ اورون کو چھوڑ کر چند رشتہ دارون کو صرف اسلیے کہ اونکو
زیادہ چاہتے تھے چن لین اور جو کچھ اوسوقت اونکو ملا ہو وہ سب کا سب اونھین کو دیدین ۔
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ اسکا کیا جواب دینگے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے
ہین اور پیغمبر کی شان مین ایسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اون پر ایک قسم کا اعتراض
سمجھتے ہین نعوذ باللہ منہا ۔ سوا اسکے اکثر روایتون مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ
کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؑ نے حسنینؑ کو بھی پیش کیا اور اونھون نے بھی گواہی دی
اسکا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے ۔ اسلیے کہ اس حدیث کی رو سے تو فقط فاطمہ دعوی کرنے والی
نہین ہو سکتی تھین بلکہ حسنین کا بھی مدعیون مین شریک ہونا چاہیے تھا پھر وہ کیونکر مدعی
ہو کر گواہ ہو کر پیش کیے جا سکتے تھے ۔

پانچوین روایت تو سارا بنا بنایا گھر شیعونکا گرجاتا ہے اور سارا تانا بانا اونکا ٹوٹ جاتا ہے
اسلیے کہ جو شہادت ام ایمن کی اوسمین بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے
کہا کہ ای میرے باپ مین آپکے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہون فدک مجھے عطا کر دیجیے
آپ نے فرمایا اچھا یہ تمپر صدقہ یعنی عطا ہے ۔ اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ ای ام ایمن اور ای علی
تم گواہ رہنا ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے خود فدک کی درخواست کی وہ آپکے
کے بعد مفلسی کا خوف بتا کر آپ سے فدک مانگا اور اونکے مانگنے پر آنحضرت نے فدک اونکو دیدیا ۔
اس روایت آیہ وآت ذا القربی حقه کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبریلؑ سے ذوالقربی کے معنے

پر چونکہ بحکم آیہ وآت ذا القربی حقہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک ہبہ کر دینا باطل ہو گیا۔ اور وہ روایتیں بھی جن میں یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہ کو اونکی ماں کے مہر یا میراث میں دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی روایتوں کے ہوتے ہوئے حضرات امامیہ کس طرح فدک کے ہبہ کو ثابت کر سکتے ہیں اور کس منہ سے باوجود ان متناقض روایتوں کے ہبہ فدک کا نام زبان پر لاتے ہیں۔

ان متناقض اور مختلف روایتوں کے علاوہ ایک اور روایت کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربی سے مراد علی تھے اور حق اونکا وہ وصیت تھی جو اونکو کی گئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اونکو دیے گئے۔ یہ حدیث باب شصت وچہارم کتاب الحجۃ میں کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیت اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن میں اونکی نسبت بیان ہوا ہے اوسے ظاہر کرتے۔ آپنے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی اور اسکے بعد آپنے فرمایا جسکو بالفاظ ذیل کافی میں بیان کیا ہے ثم قال جل ذکرہ وآت ذا القربی حقہ فکان علی وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر ومیراث العلم واثار علم النبوۃ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی میں ان لفظوں سے کیا ہے۔ بعد از ان گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیک تر را حق او پس حاضر شد علی برای اخذ حق خود وبود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او ومعنی اینکہ آن حق با و رسانیدہ شد واسم اکبر ومیراث علم وآثار علم نبوت۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے حق ادا کرنے کے لیے نازل ہوئی اور ذوالقربی سے بھی وہی مراد ہیں اور اس صورت میں وہ روایتیں باطل ہوتی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لیے نازل ہوئی

شاید حضرات شیعہ یہ فرمائیں کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ذوالقربی سے فاطمہؑ بھی مراد ہیں اور اونکا حق فدک۔ اور جناب امیر المؤمنین بھی مقصود ہیں اور اونکا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہوگا اسلیے کہ اور روایتوں سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربی اور حق ذوالقربی کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اسلیے آپنے جبرئیلؑ سے پوچھا اور جبرئیلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اوس سے مراد فاطمہؑ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونوں روایتیں کسی طرح سے مطابق نہیں ہوسکتیں۔ اس حدیث کو تفسیر صافی میں ذیل آیہ وآت ذا القربی سورۂ بنی اسرائیل میں بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتیں متناقض ہیں اسلیے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لا تنافی بین هذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینها وبین تفسیر العامة كما يظهر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن وبمعنى الحقوق ومن الذي الحقوق ومن الذي لا حق له والحمد لله کہ کچھ اختلاف اس حدیث میں اور پچھلی حدیثوں میں نہیں ہے اور نہ ان حدیثوں میں اور سنیوں کی تفسیر میں اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنیوالے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی الحمد للہ کہکر ساکت ہوگئے اور متدبر وعارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا۔ مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتیں غلط اور یہ تمام باتیں بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہیں۔

چونکہ ہم شیعوں کی روایتیں بیان کرکے اس بات کو ثابت کرچکے کہ اون روایتوں میں باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ناممکن ہے اسلیے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کریگا اور جسکو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے مدنی وہ اون بیانات کو جو حضرات امامیہ نے اس آیت کے متعلق کیے ہیں ایک نوع کی تحریف معنوی سمجھیگا۔

آیہ وآت ذا القربی حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبۂ فدک کا ثابت نہونا

جو روایتیں ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہاں منقول تھیں اونکو نقل کرکے ہمنے ثابت

کردیا۔ اور کہیں ایسا اور اتنا مختصر ہے کہ از روئے اصول شہادت کے وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔
اب ہم اس بات کو دکھاتے ہیں کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ بوجوہ مفصلہ ذیل شیعوں کے
دعوی کے مفید یا اوس سے متعلق نہیں ہے۔

وجہ اول۔ یہ آیت دو جگہ قرآن مجید میں آئی ہے ایک سورۂ بنی اسرائیل میں دوسرے سورۂ روم
میں اور یہ دونو سورتیں مکی ہیں۔ اور مکے میں فدک کہاں تھا۔ فدک تو ساتویں سال ہجرت کے
آنحضرت صلعم کے قبضے میں آیا تھا۔

تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دوم میں کید سی و دوم کے ذکر میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے
لکھا ہے کہ جمعی کثیر از علماء ایشان سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب احادیث کہ شہرت ندارند مثل آن کتب
ستعار دبرست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیان باشد الحاق نمایند چنانچہ
تقریبی کہ در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنین روایت کردہ اند و لما نزلت و
آت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاہا فدک الخ۔ و حکم آنکہ دروغ گو را حافظہ
نمی باشد بیاد شان نماند کہ این آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود۔ اور حاشیہ پر اسکے تفسیر مجمع البیان
سے نقل کیا ہے السورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالی فسبحان اللہ حین تمسون وحین
تصبحون۔ بجواب اسکے تقلیب المکائد میں مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہیں کہ مجمع البیان میں
جو ہے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مستند رہیں اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت
پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اسکی نظیر قرآن میں بہت ہے۔ اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ
نازل ہوئی ہو۔ مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ
فاتحہ کے شان نزول میں کہا ہے۔ اور یہ بھی کہ مکی اوسکو کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام
اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے۔ فتح مکہ کے سال میں یا حجۃ الوداع کے سنہ میں۔ اور پھر
یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ان سب باتوں سے درگذر کریں تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ
فدک مکے میں نہ تھا لیکن چونکہ خدائے تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے

مدینے میں اور بعد فتح خیبر کے جو امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہوگی فدک ملیگا حکم
اوس کا پہلی ہی نازل کر دیا اور نزول حکم میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آیندہ زمانے میں آنیگی قبل
اوسکے وقوع کے کچھ حرج نہیں ہے ۔ اور اسکی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں وَمَا
جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم
نے بنی امیہ کو خواب میں دیکھا تھا اسطور پر کہ بندر آپکے منبر پر اوچھلتے کودتے ہیں اور پھر فخرالدین رازی
کہتے ہیں کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اسمیں یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکے میں منبر نہ تھا
اور پھر اسکا جواب اس طور پر دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاوے کہ یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ مکے
میں اونکو دکھایا جاوے کہ مدینے میں منبر قائم ہوگا ۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اسلیے اوسی کے
الفاظ ہم یہاں نقل کرتے ہیں باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳ کیدسی و دوم تقلیب المکائد
مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے ۔

"اگر ازین ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب داده شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن
چون حق تعالی شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست
حق پرست امیر المومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کرده و نزول
حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آن مانعی نیست و امثال آن بسیار ست ۔ و فخرالدین
رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ گفتہ
القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیۃ ینزلون علی
منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباس فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الآیۃ
مکیۃ وما کان لرسول اللہ صلعم بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان
یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبرا یتداولہ بنو امیۃ"

یہ کہنا کہ مجمع البیان میں بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور ہیں کافی

جواب نہیں ہے کم سے کم اپنے ہی یہاں کی روایتوں سے اسکو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورۃ مکی نہیں ہے بلکہ مدنی ہے۔ تیسرا جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورۃ پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تا وقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جائے کہ کونسی آیتیں مکی ہیں اور کونسی مدنی۔

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہو مرتبہ اول مکے میں اور مرتبہ دوم مدینے میں تعجب انگیز ہے اسلیے کہ دو مرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم میں اور دوسری بنی اسرائیل میں۔ اور یہ دونوں مکی ہیں اسلیے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

اور یہ فرمانا کہ مکی اوسے کہتے ہیں جو مکے میں نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکے کے سال میں یا حجۃ الوداع میں۔ کچھ مفید مطلب نہیں ہے اسلیے کہ مکے میں فدک فاطمہ کو نہیں دیا گیا بلکہ مدینے میں اور فوراً بعد قبضے میں آنے فدک کے اسلیے ان سب جوابوں سے بہتر ایک جواب صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا جو اخیر میں فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ اگرچہ فدک مکے میں نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمھارے قبضے میں آوے تو اوسے فاطمہ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہیں ہوتا اسلیے کہ جو روایتیں حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہیں اونسے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اوسی وقت آپ نے جبریل سے پوچھا کہ ذوالقربیٰ کون ہیں اور اونکا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہیں کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے میں آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اوسکے۔ جیسا کہ تفسیر صافی میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث له مع المهدی ان الله تعالی لما فتح علی نبیه فدک وما والاها لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب فانزل الله علی نبیه وآت ذا القربی حقه ولم یدر رسول الله صلعم من هم فراجع فی ذلک جبریل وراجع جبریل ربه فاوحی الله الیه ان ادفع فدک الی فاطمة الخ یعنی امام موسیٰ کاظم سے یہ حدیث

منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبر پر یہ آیت نازل کی کہ وآت ذا القربیٰ
حقہ۔ اور پیغمبر خدا نہیں جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہیں تب آپ نے جبرئیل سے پوچھا اور جبرئیل
نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہ کو دیدو۔ اس حدیث اور دیگر حدیثوں جو عیون اخبار رضا
وغیرہ میں منقول ہیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے میں آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔
اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیشبندی قبل از قبضۂ فدک کے یہ آیت نازل
ہوئی ہوگی احادیث ائمہ کی تکذیب کرتا ہے۔

غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہیں بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہیں ہوسکتی۔ اور
مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وآت ذا القربیٰ حقہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی
صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے نہ مخصوص ہے صرف آپ کی
ذات مبارک پر۔ اسلیے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اسمیں توحید اور احسان اور صلۂ رحم
اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل و مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں تخصیص نہیں ہے
بلکہ تعمیم ہے چنانچہ آیات ماقبل و مابعد یہ ہیں وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ
قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۰ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۰ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ
غَفُوْرًا ۰ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۰ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۰ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۰ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ
وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۰ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۰ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ کہ تیرے رب نے

یہ حکم دیا ہے کہ اوسکے سوا تم کسیکی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دونوں ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو نہ کہہ اونسے ہوں اور نہ اونکو جھڑک اور کہہ اونسے ادب کی بات۔ اور جھکا اونکے سامنے بازو عاجزانہ اور نیاز مندانہ اور یہ دعا مانگ کہ اے رب ان پر رحم کر جسطرح کہ اونھوں نے مجھے چھوٹے پن میں پرورش کیا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشتا ہے۔ اور رشتہ قرابت والے کو اوسکا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اوڑا فضول خرچی میں۔ فضول خرچ بھائی ہیں شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ اور اگر کبھی تو اون سے تغافل کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جسکی تجھے امید ہے تو اونسے بات نرمی کی ہی کہہ دے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن میں (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نکرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب توجسکو چاہتا ہے رزق خوب سا دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار رہے۔

ان آیتوں سے پہلے بھی وہ آیتیں ہیں جن میں شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خداوند تعالی کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہوکر بیٹھ رہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالی نے شرک اور معاصی کی برائیاں بیان کیں اور بعد اوسکے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اوسکے پیچھے احسان اور صلہ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس سورت میں جو یہ آیتیں ہیں وہ بیان میں توحید اور عبادت و صلہ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہیں اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ اور گویا وہ ایک قانون ہے جسمیں انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اوسپر عمل کرنیکی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ سب آیتیں تو عام ہوں اور اونکا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی

وآت ذالقربی حقہ صرف مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی
موجود نہو۔ مجمع البیان طبرسی مین بھی ان آیتون کے معنی مین علامہ طبرسی فرماتے ہین کہ
تقدم النهی عن الشرک والمعاصی عقبه سبحانه بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانه
وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاه اور پھر وآت ذالقربی حقہ کی آیت
لیکر آیہ انه کان بعباده خبیرا بصیرا جو پانچ آیتین ہین انکی تفسیر مین علامہ موصوف
فرماتے ہین ثم حث سبحانه نبیه علی ایتاء الحقوق لمن یستحقها وعلی کیفیة الانفاق
فقال وآت ذا القربی حقه معناه وآت القرابات حقوقهم التی اوجبها الله لهم فی اموالکم یعنی
خداوند تعالی نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اوسکے بعد توحید و عبادت کا حکم بیان فرمایا
پھر اپنے پیغمبر کو اون لوگون کے حقوق کو جو اوسکے مستحق ہین دینے اور خرچ کرنے کے طریقون
پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربی کو انکا حق عطا کر یعنی رشتہ دارون کو اونکے حقوق جو
خدا نے اونکے لیے تمہارے مالون مین مقرر کیے ہین عطا کر“ پس ان سب آیتون کے دیکھنے
اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کوئی موقع کسی خاص بات مین پیغمبر
صاحب کی تخصیص کا نہین ہے۔ اور اگر خاص آیہ وآت ذالقربی حقہ کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ
کیجاے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذالقربی حقہ
مین صرف ایک بات سے اسکا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کرین
اور وہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب بصیغہ واحد ہے لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے
ایک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہین
کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے
مگر درحقیقت مراد اوس سے امت ہوتی ہے۔ بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے
کی بھی ضرورت نہین ہے اسی رکوع مین جو طرز بیان خدا کا ہے اوس سے اسکا ثبوت ہوتا ہے
جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لا تجعل مع الله الها آخر فتقعد مذموما مخذولا ۰ کہ خدا کے

ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا نہیں تو ذلیل اور عاجز ہو جائیگا۔ کیا ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی
مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لیے مفسرین شیعہ
نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامہ طبرسی فرماتے ہیں ان الخطاب للنبی والمراد
به امته کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی
رکوع میں ہے إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا
وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا کہ اگر پہونچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ماں باپ میں سے ایک
یا دونوں تو اونسے اف کرکے بات نکر اور نہ اونکو جھڑکی دے اور اونسے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی نادان
اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھیگا جبکہ آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع و اعلی
تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لیے نصیحت کیجاتی۔ آپ کے والدین بچپن میں
ہی میں گذر گئے تھے اور اونکے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو
صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوائے اسکے اور آیتیں جو بیان
کی گئی ہیں مثلاً وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ کہ اسراف نکر اور اپنے ہاتوں کو باندھ نلے۔ یعنی بخل نکر اور نہ زیادہ فضولی
انمین سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ خطاب
بصیغۂ واحد آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہیں اور انمین کوئی موقع اور محل شیعون کو بھی انکار
کا نہیں ہے۔ پس ان تمام آیتوں میں سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے
بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصاً جبکہ آیہ وآت ذا القربی کی پہلی آیت کو
دیکھا جاوے جسمین والدین کے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل
بیان اوس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور اوسکے حقوق کے متعلق
کی گئی ہے۔ اسمین اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نکرنی چاہیے اوسکے
بعد بتایا کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اوسکے بعد فرمایا قرابتدارون اور مسکینوں

اور مسافرون کے حق ادا کرنے چاہئین اور پھر اوسکی ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ خرچ
ایسی ہو کہ اسراف کے درجہ پر پہونچ جاے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندہ لے اور پھر
اوسکے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہو کہ اونکے ساتھ کچھ سلوک کیا جاسکے تو اون سے
اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنا چاہیے جیسا فرمایا ہے فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ اگر یہ وآت
ذاالقربی مین مراد خدا کی یہ ہوتی کہ فدک فاطمہ کو دیدیا جاے تو معلوم نہین کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا
کیون کہا جاتا۔ اور پھر تبذیر کی برائی اور اوسکا خوف بھی نہایت سخت لفظون مین کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ کیون دلایا جاتا۔ اور یہ کیون کہا جاتا کہ اگر تمھارے پاس دینے کو نہو تو او
وعدہ ہی کر لو کہ جب خدا تمکو دیگا تو تم اون سے سلوک کروگے۔ اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے
متعلق سمجھے تو آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا
مَّيْسُوْرًا ۝ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے۔ مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی
معنی لکھے ہین جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے
ہین وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمْ ای وان تعرض عن ہولاء الذین امرتک باداء حقوقہم
عند مسالتہم ایاک لانک لاتجد ذالک حیاء منہم ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا
ای لتبتغی الفضل من اللہ والسعۃ التی یمکنک معہا البذل یامل تلک السعۃ و
ذلک الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ ای عدھم عدۃ حسنۃ وقل لہم
قولا سہلا لینا یتیسر علیک وروی ان النبی کان لما نزلت ہذہ الایۃ اذا سئل ولم یکن
عندہ ما یعطی قال یرزقنا اللہ وایاکم من فضلہ یعنی اگر ان لوگون کے حقوق ادا کرنے اور
اونکے دینے سے تم مجبور ہوا اور اونکے سوال پورا کرنے کے لیے تمھارے پاس کچھ نہو اور
شرم کے مارے اونسے اعراض کرو تو تمھین چاہیے کہ خدا کے فضل پر امید رکھکر اونسے وعدہ
کرو اور اچھے لفظون مین اونسے کہدو کہ جب خدا تمھین دیگا تو تم اونکے ساتھ سلوک کروگے۔
اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا

اور آپکے پاس کچھ دینے کو نہو تو یہ فرمانے کہ اللہ اپنے فضل سے ہمکو اور تمکو رزق دے۔

یہ بیان تو سورۂ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہیے کہ وہان یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل و مابعد یہ ہین وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ یعنی جب لوگون کو ہم رحمت پہونچاتے ہین تو وہ اوس سے خوش ہوجاتے ہین۔ اور اگر اونکے اعمال کے سبب اونکو کوئی برائی پہونچ جاتی ہے تو وہ ناامید ہوجاتے ہین کیا وہ نہین دیکھتے کہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے۔ اسمین نشانیان ہین ایمان والون کے لیے۔ پس دے رشتہ دار کو اوسکا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہین اور یہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہین۔

اسمین بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالی نے اسکو اسطرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے اور جسپر چاہے تنگ کر دے۔ یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چلکر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو قرابتیون اور مسکینون اور مسافرون کو اونکا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین تعمیم مراد ہے۔ خصوصًا اس آیت کے اخیر لفظون سے تو تعمیم مین کوئی شک ہی نہین باقی رہتا۔ اور وہ الفاظ ہین ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ کہ یہ بات بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہین اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہین۔ یہ ارشاد اوسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حکم عام ہو اور خطاب مومنین سے۔ ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائیگا۔ اسلیے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہین سکتا کہ

وہ اون حقوق کے دینے مین تامل فرماتے یا اونکو اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ترغیب اور ترہیب
کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○
کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اوسی وقت با موقع سمجھا جا سکتا ہے جبکہ خطاب عام مومنین
کی طرف سمجھا جاوے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لیے
ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے
لیے اس قسم کے بیان سے اون کو نصیحت کیجاتی ہے۔ پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے
دیکھے گا اور اس آیت کے ما تقدم اور ما تاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کریگا وہ ذرا
شبہ نہین کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہین۔ کما قیل انہ خطاب لہ ولغیرہ
والمراد بالقربی قرابۃ الرجل وھو امر بصلۃ الرحم بالمال۔

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعون کے خیال کے موافق تسلیم کیا جاوے کہ آیہ وات ذا القربی حقہ
مین ذا القربی سے مراد فاطمہؑ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیہ کے حکم کی پوری
تعمیل یا تو آنحضرت صلعم نے معاذ اللہ خود نہین کی یا خدا نے نہین کرائی۔ اسلیے کہ اس آیت مین
تین لوگون کے حق ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربی دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربی
کی نسبت تو شیعون نے یہ بات بنائی کہ آپ اسکے معنی نہین سمجھے اور جبریلؑ سے پوچھنے پر مجبور
ہوے۔ اور وہ بھی اوس سے جاہل تھے اونکو بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ
ذوالقربی فاطمہؑ ہین اور اونکا حق بھی دریافت کر لیا اور ادا بھی کر دیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے
ہی محروم چھوڑے گئے۔ پھر ذوالقربی کا حق جسطرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ
لفظ تو ذوالقربی کا عام ہے اور سب رشتہ دارون کو مشتمل۔ اور تخصیص کر دی گئی صرف ایک کی۔
سوا اسکے ذوالقربی کا لفظ قرآن مجید مین اسی آیت مین نہین آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد
آیتون اور مختلف سورتون مین آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہان کہ اوسکے حقوق
کی ہدایت اور اوسکی ترغیب ہے اور اکثر اوسکے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ

شرکیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہاں مراد ان کے
ساتھ نیکی کرنا اور ان کی خبر لینا اور ان کی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے
وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۔ یعنی جبکہ عہد لیا ہم نے
بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور
غریبوں کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا۔ پھر تم
پھر گئے اس عہد سے مگر تم میں سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہم نے ان باتوں کا عہد لیا تھا کہ خدا کے
سوا عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ
بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا چونکہ بنی اسرائیل نے
اس عہد کو توڑ دیا تھا اسلیے خداوند تعالیٰ نے اس موقع پر اس کا ذکر اسلیے کیا کہ آنحضرت صلعم
کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نہ کرے۔ اور پھر اوسکی تشریح اور تصریح سورۂ بنی اسرائیل میں کر دی
یعنی بتا دیا کہ جن باتوں کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ انھیں کے ساتھ مخصوص نہیں
بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لیے یہ باتیں ہر انسان پر لازم ہیں
اور ان کا کرنا ضروری ہے اور پھر انھیں باتوں کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے آپ کی امت
کو بتایا اور ان لفظوں سے وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا الخ
فرمایا۔ کہ خدا نے تمھارے اوپر لازم اور واجب کر دیا ہے کہ اوسکے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو
اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوالقربی اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتیں انھیں
آیتوں کا صاف صاف بیان ہیں جو سورۂ بقر میں بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھیں۔ وہاں و
اذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہاں وقضی ربک جسکے معنی قریب قریب

ایک ہوسکتے ہین یعنی ان باتون کا کرنا واجب کر دیا گیا پھر وہان فرمایا لا تعبدون الا اللہ اور یہان ارشاد کیا ان لا تعبدوا الا ایاہ پھر وہان تو فرمایا تھا وبالوالدین احسانا یہان بھی وہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اوسکی اور بھی زیادہ تشریح کر دی اور احسان کا ادنی درجہ تک بھی بیان کر دیا کہ اوسنے اف تک نکہو۔ پھر وہان بیان فرمایا وذی القربے والیتمی والمسکین یہان فرمایا وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہان نصیحت فرمائی کہ لا تبذر تبذیرا الخ اور پھر وہان فرمایا وقولوا للناس حسنا اور یہان فرمایا فقل لھم قولا میسورا بس دیکھو کیا مسلسل اور مرتب بیان ان دونون آیتون کا ہے۔ اور سورہ بنی اسرائیل کی آیتین کیسی تشریح اور تصریح اونھین احکام کی ہین جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے۔

ذوالقربی کا لفظ سورہ بقر مین ایک اور آیت مین آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۝ یعنی نیکی یہ نہین ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف مونہہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور آخرت اور فرشتون اور کتاب اللہ اور پیغمبرون پر ایمان لاے۔ اور خدا کی محبت مین مال رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون اور مسافرون اور مانگنے والون کو اور غلامون کے آزاد کرنے مین دے۔

اسمین بھی بر اور احسان کا بیان حق تعالی فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسری لفظون مین اونھین احکام کا تذکرہ ہے جو سورہ بنی اسرائیل مین بیان کیے گئے ہین کہ نیکی یہی نہین ہے کہ اپنے مونہہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتون اور کتاب اور پیغمبرون پر ایمان لاو۔ اور خدا کی محبت مین اپنا مال ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلامون کے آزاد کرانے مین صرف کرو۔

سورۂ نسا مین بھی ذی القربی کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالی

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا یعنی بندگی کرو اسکی

اور اوسکا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور

مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست و رفیق اور مسافر اور باندی غلام تک

بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہین معلوم ہوتا وہ شخص جو اترا تا ہے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل مین بھی یہ لفظ آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ

اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝

یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ دارون کے دینے کا اور منع کرتا ہے

بی حیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے تمکو نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتون کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم

احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کی گئی ہے۔ اور اس

سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہین جنکی تعلیم خدا کو منظور رکھی اور جسکو

طرح طرح سے بیان کیا۔ کبھی پچھلی امتون کے میثاق اور عہد کی یاد دلا کر۔ کبھی اوسکی خوبیان

بتا کر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جبکہ لفظ ذی القربی کا متعدد جگہہ آیا ہوا اور

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے معنی کبھی پہلے استفسار نفرمائے ہون تو اس موقع

پر کوئی سبب معلوم نہین ہوتا کہ آنحضرت صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی

ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنو نمین استعمال کیا گیا ہو اور جس مین خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر

ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا مغلق اور مشتبہ ہو جاے کہ آنحضرت صلعم کو اوسکے معنی معلوم

نہون اور پھر اونکے ساتھ احسان کرنا اور اونکے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] مخصوص سمجھا جاے اور تمام اقارب مین سے ایک بڑی رشتہ دار مستثنیٰ کرلیا جاے یہ بات
خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام آیت
کے سراسر منافی ہے۔

سورۂ انفال مین بھی ذوالقربیٰ کا لفظ آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ
مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ
وَابْنِ السَّبِیْلِ الآیہ یعنی جو کچھ غنیمت مین تمھارے ہاتھ آئے اوسکا پانچوان حصہ خدا اور رسول
اور ذوی القربیٰ اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے لیے ہے۔ اس آیت پر اگر حضرات امامیہ
غور فرمائین تو اونکو اس کہنے مین کہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ سنہ مین خیبر کے فتح ہونیکے
بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آویگی بلکہ اونکا سارا عقیدہ بگڑ جاوے گا۔ اسلیے کہ کوئی اس
بات مین شبہہ نہین کرسکتا کہ آیہ واعلموا انما غنمتم فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی۔ اسلیے کہ
غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اوسکی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس
آیہ واعلموا انما غنمتم مین اوسکی تفصیل یہی ہے۔ پس جنگ بدر سے لیکر خیبر کے فتح ہونے
تک پیغمبر خدا صلعم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مطابق غنیمت کے حصے مین سے اقارب
اور مساکین اور مسافرین کو اونکے حقوق دیا کرتے تھے۔ اور یہ نہین سمجھا جاتا کہ معلوم
نہ تھا کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہین اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربیٰ کے معنی
اور یہ کہ اقارب کون ہین معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریل
سے ذوالقربیٰ اور حقہ کے معنی دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ
واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہوسکتی تھی تاکہ غنیمت کی تقسیم مین غلطی نہو
اور اگر تسلیم کیا جاے کہ آیہ وآت ذا القربیٰ مین مراد ذوی القربیٰ سے صرف حضرت فاطمہ ہین تو
آیہ واعلموا انما غنمتم مین بھی جو لفظ ذوی القربیٰ کا آیا ہے اوس سے بھی مراد حضرت فاطمہ
ہونگی۔ اور خمس بھی صرف اونھین کا حق ہوگا۔ اور بجز اونکی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے

محروم ہونگے ولم یقتل بہ احد لہ بخود نہ تجویز ہوسکے خلاف ہے - وہ خود فرماتے ہیں کہ خمس
میں سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامی اور مساکین اور ابن السبیل کا ہوتا ہے جیسا
کہ اس آیت کی تفسیر میں مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس
ومن یستحقہ علی اقوال احدہا ما ذہب الیہ اصحابنا وہو ان الخمس یقسم علی ستۃ
اسہم فسہم للہ وسہم للرسول وہذان السہمان مع سہم ذی القربی للامام القائم
مقام الرسول وسہم لیتامی آل محمد وسہم لمساکینہم وسہم لابناء سبیلہم لا یشرکہم
فی ذلک غیرہم لان اللہ سبحانہ حرم علیہم الصدقات لکونہا اوساخ
الناس وعوضہم من ذلک الخمس - روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین
زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربی فقیل ہم بنو ہاشم خاصۃ من ولد
عبد المطلب لان ہاشما لم یعقب الا منہ عن ابن عباس ومجاہد والیہ ذہب اصحابنا یعنی
کیفیت قسمت خمس میں علما کا اختلاف ہے اور اون لوگوں میں کہ اسکے کون کون مستحق ہیں -
ہمارے علما کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کیے جائیں - ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ
رسول کا - اور یہ دونوں حصے مع ایک حصہ ذی القربی کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے -
اور ایک سہم آل محمد کے یتیموں کا اور ایک اونہیں کے مساکین کا اور ایک اونہیں کے مسافرین
کا - آل محمد کا کوئی اور شریک اسمیں نہیں ہوتا - اسلیے کہ اللہ تعالی نے صدقات کو بوجہ لوگوں کے
میل ہونے کے آل محمد پر حرام کر دیا ہے اور اوسکے عوض میں اونکو یہی خمس دیا ہے - طبری نے
امام زین العابدین اور امام باقر سے یہ روایت کی ہے - دوسرا اختلاف ذوی القربی
میں ہے کہ اوس سے کون مراد ہیں - بعضے کہتے ہیں کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب
ہیں - کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے - یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد
سے - اور یہی مذہب ہے ہمارے علما کا -

اور تفسیر قمی میں ہے فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسہم سہم

سہم للہ وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون
للامام ثلاثة اسہم من ستة وثلاثة اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلہم

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہیں بیٹھتی کہ ذو القربی کے معنی پیغمبر خدا کے ہوں اور ان
اقارب کا جن کا حق دینا چاہیے آپ پر سمجھے جاتے ہوں اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے
جو متعلق احسان ذوی القربی کے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذا القربی کے نازل
ہونے پر جبریل امین سے پوچھنے پر مجبور ہوئے ہوں اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذو القربی سے مراد
فاطمہ ہیں اور فدک جسکی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی اون کو دیکے پیغمبر خدا صلعم اولے
حقوق سے سبکدوش ہوگئے ہوں اور باقی تمام رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں
کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا او یبدل کلام
اللہ من تلقاء نفسہ ویحرفہ عن مواضعہ سبحانک ھذا بہتان عظیم

کیا یہ بات قیاس میں آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک
جسکی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو

روایتوں اور حکایتوں کو ایک طرف رکھکر اور اونکے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی
قطع نظر کرکے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اوسپر
غور کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ آیا اوس زمانے میں جبکہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو
ہبہ کیا غنیمت یا فے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی ووافی تھی کہ جس سے اخراجات
جو اوسوقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی حفاظت اور کفار کے حملوں سے بچانے اور
اونپر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے اور تحفہ و ہدایا دینے کے لیے
ضروری تھے بغیر کسی دقت کے ادا ہوسکتے۔ اور موجودہ حالت اوس زمانے کی ایسی تھی کہ
پیغمبر خدا صلعم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخشدیتے۔ اور

جو کسی گروہ کی سرداری کا دعوی کرتا ہو یا کسی قسم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے
گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اوسکو ملے وہ بجاے اسکے کہ اون
اغراض و مقاصد مین کام مین لاوے جو اوسکے پیش نظر ہون اپنے رشتہ دارون کو دیدے
اور پھر رشتہ دارون مین بھی سب کے ساتھ انصاف نکرے بلکہ سب کے حقوق تلف اور
ضائع کرکے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دیدے۔ تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے
بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھیگا یا اوسکے لشکری اوسے سردار مانینگے۔ یا کچھ بھی ایسے
شخص کی عزت اونکے دلمین ہوگی۔ یا سواے خودغرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال
اوسکی نسبت کیا جائیگا۔ چہ جاے اسکے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جاے
جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق مین برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جسکو
خدا نے اخلاق مکارم کی تکمیل کے لیے بھیجا ہو۔ اور جس نے خودغرضی اور نفس پروری کو بیخ
دین سے اوکھاڑ دیا ہو۔ اور جسنے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزون اور
رشتہ دارون کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور اوسنے ہمیشہ اسکی
تعمیل کرائی ہو۔ اور جسکے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہون جنکے زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا
پر خداوند تعالی نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور
دوسرون کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہون اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت
رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے مین زمین پر انسانونمین ضرب المثل اور آسمانون مین خدا کے
فرشتون کے سامنے ممدوح اور بےغرضی اور نفس کشی مین سارے دنیا کے لیے ایک نمونہ ہون۔
کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑکر جو کچھ ملے وہ اپنے
ایک عزیز کو دیدے۔ اور کیا اوسکے عزیزون سے یہ امید ہوسکتی ہے کہ اور سب کو عسرت
و تنگی کی حالت مین چھوڑکر جو کچھ اوسکے باپ کا حصہ ہو اوسے تنہا اپنے لیے اور اپنی اولاد
کے لیے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہین ہرگز نہین۔ درحقیقت اگر ہبہ فدک کی روایت صحیح مانی جاے

اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جاے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت میں
شک کے پیدا کرنے کا اچھا موقع ملیگا - اور دشمنوں کے ہاتھ میں گویا ایک عمدہ ہتھیار دیا ہوگا
حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت میں گو ایسے مستغرق ہوں کہ اونکو اس قسم کی باتوں کے
نتائج سمجھنے میں ذرا غور ہے - اور صحابہ کرام سے اونپر الزام لگانے کے لیے جیسی روایتیں چاہیں
بنا کر پیش کریں - مگر چاہیے تو یہ کہ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں - اور ہم تو اس قسم کے خیال سے جس میں
پیغمبر خدا کی شان میں ذرا بھی فرق آئے الگ ہوں کوسوں بھاگتے ہیں -

اب ہم اسکو ثابت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لیے
کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا - چنانچہ خود
شیعوں کے یہاں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور اونکی تواریخ میں لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے جو سنہ ۹ھ میں ہوا - اسوقت ایسی تنگی اور مصیبت نازل
پڑتی تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہوگیا - اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل
ہونے لگیں - اور مسلمان جو ایمان میں صادق تھے وہ کرنے لگے چنانچہ جب آیہ انْفِرُوا خِفَافًا
وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
نازل ہوئی - اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے دینے کی ترغیب شروع
کی تو مدینے میں ایک ہلچل مچ گئی - حضرت عثمان رضی اللہ نے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی کے
شام کی تجارت کے لیے جمع کیے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کے سامنے تجہیز لشکر کے لیے حاضر
کر دیے - جس پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا لا یضر عثمان ما عمل بعد هذا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ
تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اس پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا
اللهم ارض عن عثمان فانی عنه راض حضرت عمر رض نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلعم کے سامنے
حاضر کیا - آپ نے پوچھا کہ تمنے اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے - حضرت عمر رض نے
جواب دیا کہ اتنا ہی اونکے لیے چھوڑ دیا ہے - پھر حضرت ابوبکر آئے اور کل مال و متاع اپنا تمام

راضی ہو عثمان سے پس تحقیق میں اوس سے راضی ہوں ۱۲

جو کچھ تھا سب آپکے سامنے رکھدیا۔ آپنے پوچھا کہ اپنے اہل و عیال کے لیے کیا رکھا ہے۔ جواب مین عرض کیا اذخرت اللّٰه ورسوله یعنی خدا اور رسول کو اونکے لیے چھوڑا ہے۔ عبد الرحمن بن عوف نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت مین چار ہزار درہم پیش کیے اور عرض کیا کہ میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل و عیال کے لیے چھوڑا۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبد المطلب اور طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن عبادہ اور محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور جہاد کے سامان جمع کرنے کے لیے آنحضرت صلعم کو نہایت فکر تھی اسلیے جن مسلمانون کے پاس روپیہ نہ تھا نہ مال و متاع اونھون نے کھانے کا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کر دیا۔ چنانچہ عاصم بن عدی انصاری نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لیے پیش کیے۔ اور ابو عقیل انصاری نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوارے ہی حاضر کیے اور کہا کہ کل صبح تک مین نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی جسمین مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر چھوارے ملے جن میں ایک اپنے عیال کے لیے رکھا ہے اور دوسرا آپکے سامنے حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اوسکے پیش کیے ہوئے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھ دین اسپر منافقون نے بنظر حقارت اوسکے صدقے کو دیکھا اور اوسکی کمی پر عیب لگایا۔ اوسپر یہ آیت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اور آخر کار یہان تک نوبت پہونچی کہ عورتون نے اپنا زیور اوتار اوتار کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی رہگئے جنکے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت۔ اور لشکر کے ساتھ جانے کے لیے سواری تک نہ تھی۔ چنانچہ اونہین سے سالم بن عمیر و علبہ بن زید و ابو لیلی و عمرو بن عنمہ اسلمی اور عبد اللہ بن مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا یا رسول اللہ لیس بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپکے ساتھ ہم

چل سکیں ہر طرح کی قوت و ثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ ہمیں کچھ سواری عنایت فرمایئے

تاکہ ہم ہمراہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے یعنی بوجہ تنگی

اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ اونکو دیتے چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سنکر روتے

ہوئے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوئے۔ اور یہ آیت اونکی شان میں نازل

ہوئی وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ

مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ

لَا يَعْلَمُونَ ۝ آخر ابن یامین نے ابو لیلی اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تاکہ باری باری وہ

اوسپر بیٹھیں اور اونکی زادراہ کے لیے ایک صاع یعنی ڈہائی سیر خرمے بھی دیے۔ غرضکہ

اسطرحپر سامان جمع کیا گیا اور لوگوں نے مدد کی اسپر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار

آدمیوں کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ

آنحضرت صلعم کا ایسی تکلیف کا تھا اور اخیر زمانے میں آپ پر اور آپکے لشکر پر ایسی تنگی اور

تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لیے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجود

ہر طرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہو سکتا اور لوگ بوجہ سواری نملنے کے لشکر کے ساتھ

نجا سکتے۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہوکر روتے رہجاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نکر سکتے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت

عمر رض آئے اور آنحضرت صلعم کی اوس کوٹھری کو دیکھا جسمیں آپکا سامان رہتا تھا تو سوا ے

ڈہائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالوں کے کچھ ندیکھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے

ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو اونھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسول ہیں

اور یہ کل خزانہ آپ کا ہے حالانکہ قیصر و کسرے اور مردمان روم و فارس کے کیسی زندگی

بسر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدائے زمانہ میں تھی اور اخیر میں غنائم اور فدیہ وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہوگئی ہوگی بلکہ اخیر وقت تک حضرت کا وہی حال رہا۔ اور اگرچہ کسی قدر داخل غنائم اور فدیہ سے ہونے لگے لیکن خرچ اسقدر بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہ ہوتے تھے۔ اور شب و روز آنحضرت صلعم کو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی چنانچہ اسکے ثبوت میں ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے آپ کی مالی حالت کیسی تھی۔ کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجہ کے باب شصت و چہارم میں جسکا عنوان ما نص الله و رسوله على الائمة واحدا واحدا ہے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے درج ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے میں داخل ہوئے تو انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خداوند تعالیٰ نے ہمکو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائے اور اپنے آنے سے ہمکو مشرف کیا۔ اور آپکی بدولت خدا نے ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا۔ آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہیں اور آپکے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ انکو کچھ عطا فرما دیں اسپر آپ کے دشمن ہنستے ہیں اور شماتت کرتے ہیں اسلیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمائیے تاکہ آپ ان ایلچیوں کی مدارات اور دعوت اور تحفوں اور ہدایا میں خرچ کریں آپ نے یہ سنکر انتظار فرمایا اور جبریل امین یہ آیت لائے قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الآیۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنیکی بھی نہ تھی تو کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے میں اور ایسی تکلیف کے وقت میں پیغمبر خدا صلعم فدک کے مال میں سے ایک بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدیں۔ اور ان

تکالیف کا کچھ لحاظ کرین - اگر حضرات شیعہ یہ کہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر
حضرت فاطمہؑ کو بخشدی تھی مگر آمدنی اوسکی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت لا یموت
کے بقدر لیکر سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا کرتین - مگر یہ جواب قابل اطمینان نہین کیونکہ پیغمبر خدا صلعم
کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اوس سے متمتع ہون یا فراغ حال کرین تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام
کے لیے جاگیر اونکے نام کرتے - اور آیندہ کے خیال سے اپنا اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم
کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا - اور نیز آیندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر
دینے کا آپ کو خیال کیون ہوتا جبکہ خود خدا وند تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے جیسا کہ خود شیعون کی
روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمد ان احببت ان تکون اورع الناس فازهد فی الدنیا وارغب
فی الآخرة وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولا تدخر لغد وادم
نومک صلوة وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبة للفقراء والتقرب
الیهم فقال یا رب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا
علی الرخاء ولم یشکوا جوعهم ولا ظماهم - اور نیز من لا یحضره الفقیه مین مجملہ اون وصایا
کے جو آپ نے حضرت علیؑ کو کی تھین ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے یا علی ثلاث من حقائق
الایمان الانفاق من الاقتار وانصافک الناس من نفسک وبذل العلم للمتعلم - اور نیز یہ حدیث
بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثة اطباق اما الطبق الاول فلا
یحبون جمع المال وادخاره ولا یسعون فی اقتنائه واحتکاره وانما رضوا من الدنیا
سد جوعة وستر عورة وغناهم فیها ما بلغ بهم الآخرة فاولئک الآمنون الذین
لا خوف علیهم ولا هم یحزنون - یعنی میری امت دنیا مین تین قسم کی ہوگی اول وہ کہ جمع
مال اور ثروت کو پسند نکرینگے اور دنیا کی اشیا سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کرینگے
اور دولت عقبیٰ کو شرط غنا جانینگے - یہی لوگ ایمان والے ہین جنپر نہ کچھ خوف اور نہ غم ہوگا
اگر بالفرض ہم ان باتون مین سے کسی بات کو خیال مین نہ لاوین اور یہ سمجھکر کہ رسول خدا صلعم

سے آیندہ کا خیال فرمایا اور خلیفون کے ظلم و ستم سے جسکا علم اونکو شیعون کے قول کے موافق تھا
اندیشہ کرکے کہ حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا ہو اور اس سے گو یہ مقصود نہو کہ وہ خود اپنی ذات مین اسے
صرف کرین بلکہ آپکو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ مین خرچ کر دیا کرینگی مگر عزت اور حرمت
قائم رکھنے کے لیے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل مین
آنے نہین دیتی اسلیے کہ جب ہم دیکھتے ہین کہ آپکا برتاؤ اپنے عزیزون کے ساتھ کیا تھا اور اونکے
لیے کچھ آیندہ کی فکر نہین فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے کبھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے
سوا اپنے کچھ اونکے واسطے جمع نکرتے تھے تو ہمارے خیال مین کسی طرح نہین آتا کہ آپنے اسی خیال سے
کبھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کر دی ہو۔ جب ہم آپکی سیرت پر غور کرتے ہین تو آپکی ساری
زندگی مین ہم یہی دیکھتے ہین کہ آپنے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم
کیا اور اپنے رشتہ دارون اور عزیزون کو بھی اوسکا عمدہ سبق سکھلایا۔ اگر خمس ملا تو اوسمین سے صرف
بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزون کے لیے لیکر باقی سب خدا کی راہ مین صرف کر دیا۔ اور
ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتون مین صرف فرمایا۔ اگر فئے مین سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اوسکی آمدنی
بھی خدا کی ہی راہ مین خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعون کے عقیدے کے مطابق ہم آپکی سیرت مین یہ پاتے
ہون کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ دارون کے لیے مخصوص کر دیا۔ اگر فئے مین سے بڑی آمدنی
کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی ہی پیارون کو دیدی۔ اور ایسے وقت مین جبکہ مصیبت اور تنگی چارون
طرف سے مسلمانون کو گھیرے ہوے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آرہی تھی۔ ایک طرف تو
مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرا
اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ اونکے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے
اور نہ اونکے پاس ہتھیار تھے کہ جہاد مین شریک ہوتے۔ ایسی حالت مین پیغمبر خدا صلعم اور پیغمبر
بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دیتے ہون اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو
سکھاتے ہون اس فکر مین کہ اونکے رشتہ دارون کو آیندہ تکلیف نہو اور اونکے بچے اونکے بعد

تکلیف نہ اوٹھاوین اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر اونکے لیے علیحدہ کردین ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ باتین آپکی سیرت مبارکہ سے کیونکر مطابق ہونگی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوگی۔ اور دنیا پر آپکی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا۔

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہم نے نقشہ کھینچا ہے۔ ایک ایسی بات ہے کہ شیعون اور سنیون کی کتابین اس سے بھری پڑی ہین۔ اور کوئی بات اسکے خلاف معلوم نہین ہوتی۔ چنانچہ اور باتون کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؑ سے پیش آیا وہی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ اسکی تصدیق مین ہم چند روایتین لکھتے ہین۔

(۱) کتاب قرب الاسناد مین امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جناب امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہؑ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے کہ گھر کی خدمت باہم انکی تقسیم کردی جاوے۔ آپنے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؑ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونو حضرات کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنون تک مدد دینے کے لیے بھی نہ تھے۔

(۲) کتاب علل الشرائع مین حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ مین نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب مین کھڑی نماز پڑھ رہی ہین اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہین۔ بعد ختم نماز کے آپ نے مومنین و مومنات کے لیے دعا کی تو مین نے کہا کہ اماں مادر مہربان آپ اپنے لیے کچھ دعا کیون نہین مانگتین حضرت سیدہؓ نے جواب دیا کہ یا بنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیے پھر اپنا فقط۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؓ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہان تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسایے کے کام کو مقدم سمجھتی تھین۔ اور اون کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھین۔

(۳) علل الشرائع مین حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلہ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ مین تمھین اپنے اور فاطمہؑ کے حال سے خبر دیتا ہون کہ اونکو پیغمبر خدا صلعم سب سے

زیادہ چاہتے تھے اور اسپر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھین۔ یہان تک آپکے پانی کے گھڑے اوٹھانے کہ آپکے سینۂ مبارک پر اوسکا نشان پڑگیا۔ اور یہان تک چکی پیسی کہ آپکے دستہائے مبارک کی کھال سخت پڑگئی۔ اور یہان تک گھر مین جھاڑو دی کہ آپکے سب کپڑے غبار آلود ہوجاتے تھے اور کھانا پکانے کے لیے اسقدر آگ سلگانے کی محنت فرماتین کہ اوسکے دھوئین سے آپکے کپڑے سیاہ ہوجاتے تھے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اوٹھاتین۔ تب مین نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمھاری یہ تکلیف کم ہوجائے۔ اسپر وہ پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوئین مگر آپکو لوگون سے بات چیت کرتے دیکھکر مارے شرم کے واپس چلی آئین۔ حضرت رسولخدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہ کسی غرض سے آئی تھین اور بے کہے لوٹ گئین۔ دوسرے دن آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ اے فاطمہ کل تم کس غرض سے آئی تھین۔ یہ سنکر مین نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لیے آئی تھین تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو انکو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے مین ہوتی ہے کچھہ نجات ملے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا مین تم دونو کو وہ چیز نہ بتادون جو خادم سے تم دونو کے حق مین بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اسپر تین دفعہ حضرت فاطمہؑ نے کہا رضیت عن اللہ و رسولہ کہ مین خدا اور اوسکے رسول سے راضی ہوئی فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس محبت کے جو اونکین حضرت فاطمہؑ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو اونھین گھر کے کام کاج کرنے مین ہوتی تھی نہین چاہتے تھے کہ مسلمان غریبون اور مسکینون کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کے لیے آسایش کا سامان مہیا کردین اور ایسے وقت مین جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس ومحتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور اہلبیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھین باتون سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار مین حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی

ہیں کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لاے اور اونکی گردن میں ایک گلوبند
سونیکا دیکھا جسے علی ابن ابی طالبؑ نے فیئ میں سے انکے لیے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے
حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ کیا لوگ کہیں گے کہ فاطمہ محمدؐ کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیرون
کا سا زیور پہنتی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اوسی وقت اوسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا اور
اوس سے ایک غلام خرید کرکے اوسے آزاد کر دیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نہایت خوش ہوے۔

(۵) کافی میں زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ
سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ
کو الوداع کہتے اور اونہیں کے گھر سے سفر کو تشریف لیجاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے
حضرت فاطمہؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم کسی سفر پر گئے اور
جناب امیرؑ نے فیئ سے کچھ حصہ پایا اور اوسے فاطمہؑ کو دیدیا اور پھر خود پیغمبر صلعم سے جا ملے۔
جناب امیر کی غیبت میں حضرت فاطمہؑ نے دو کنگن چاندی کے بناے اور ایک پردہ اپنے دروازہ
پر لٹکایا۔ جب پیغمبر خدا صلعم پھر مدینے میں واپس تشریف لاے اور مسجد سے موافق اپنی عادت
کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر میں آے۔ فاطمہؑ خوش خوش آپ کی طرف دوڑیں۔ رسول خدا صلعم
نے جون ہی آپ کے ہاتھ میں وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اسکے
کہ بیٹھیں واپس تشریف لیگئے۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھکر رونے لگیں اور سوچیں کہ ان چیزون
سے پہلے تو رسولخدا صلعم کی یہ عادت نہ تھی اسلیے فوراً پردے کو دروازے سے اوتار لیا اور دونو
کنگن ہاتھ سے نکال لیے اور حسنینؑ کو بلا کر ایک کے ہاتھ میں کنگن اور دوسرے کے ہاتھ
میں پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلعم کی خدمت میں لیجاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے
عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزون کے سوا ہمنے کچھ نہیں بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت میں
حاضر ہیں جو چاہیے کیجیے۔ جب حسنینؑ ان چیزون کو لیکر پہونچے اور اپنی مان کا پیغام ادا کیا

تو آپ نے دونون کے ہتھ چومے اور زانوے مبارک پر بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونو کنگن چاندی کے
توڑ دیے جائین اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے مین بوجہ بیکسیت
اور نہونے گھر کے پڑے رہتے تھے بلایا اور اون پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دیے۔ پھر اون
صحاب صفہ مین سے ایک آدمی کو کہ ننگا تھا جسکے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لیے بھی نہ تھا
آگے بلایا اور اوس دروازے کے پردے مین سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اوسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک
کو تھوڑا تھوڑا اندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اوس پردے کا عنایت کیا اور پھر آپ نے
فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہ پر اور اونکو حلہای جنت عطا کرے بعوض اس بخشش کے جو اونھون نے
کی اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانون کی ستر پوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنا
بعوض اون کنگنون کے جو اونھون نے غربا مین تقسیم کیے۔

جسطرح پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہ کو خادم کے مانگنے کے بدلے تسبیح سکھائی اور اوسے
نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیار رض کے ساتھ بھی کیا
اور اوسکا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا حضرت جعفر بن ابی طالب رض جو مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے
تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ اونکا آنا اور خیبر کا فتح ہوتا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا
صلعم کو خیبر کی فتح اور اوسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالب رض کے آنیکا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا
کہ مین نہین سمجھ سکتا کہ ان دونو خوشیون مین سے کسکو ترجیح دون جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونیکو
جب جعفر رض آپ کے پاس پہونچے آپ نے اوٹھکر اون کو گلے لگایا اور اونکی آنکھون کو چوما اور
فرمایا کہ اے جعفر کیا تمھین کچھ نہ دون اور کیا مین تمھین کچھ عطا نکرون۔ جعفر رض نے کہا ضرور یا رسول اللہ
اسپر لوگون نے گمان کیا کہ آپ اونکو سونا چاندی دینگے اور لوگ مشتاق ہوے کہ دیکھین آپ
کیا عطا فرماتے ہین۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اے جعفر مین تمکو ایسی نماز نہ سکھاؤن کہ اگر تم اوسے پڑھو اور
گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کی جھاگ کے گناہ ہون تب بھی وہ اوسکے پڑھنے
سے بخشدیے جائین۔ حضرت جعفر رض نے عرض کیا کہ ہان۔ اسپر آپ نے اونکو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیار رض

کی صلوٰۃ سے مشہور ہے۔ اوسمین چار رکعتین ہین دو سلامون سے۔ جسکی پہلی رکعت مین بعد الحمد کے سورہ زلزال اور دوسری مین بعد الحمد والعادیات تیسری مین سورہ النصر اور چوتھی مین قل ہو اللہ۔ اور بعد قرات کے ہر رکعت مین پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور پھر رکوع مین اور سجدے سے سر اوٹھانیکے بعد اوسیکو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس برتاؤ کو جو آپ اپنے عزیزون کے ساتھ تھا دیکھکر ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خیال کر سکیگا کہ وہ پاک رسول جو دو چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ مین دیکھکر اون کے پاس سے چلے آوین اور اوسکا دکھنا گوارا نکرین۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردہ کا پڑا ہونا دیکھ نہ سکے اور اوسے ناپسند کرے۔ اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پر دیکھکر اور اوسکے مبارک اور پیارے ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادم سے مدد نکرے۔ اور اپنے بھائی جعفرؓ کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوش نہوا اور اوس خوشی مین بجاے دراہم و دنانیر دینے کے اونھین خاص نماز کی تعلیم دین اور اوسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھکر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اسی بات مین دیکھے اور اونکو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور وجدانی اطمینان حاصل کرنے کے لیے عبادت اور تسبیح سکھاوے۔ اور اوسی کو تمام رنجون اور مصیبتون کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اوسے ملے وہ فقرا اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور اوسکے فرائض جہاد وغیرہ مین صرف کرے۔ اوسکی نسبت کوئی یہ گمان کر سکیگا یا اوسکی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدے اور سب کو اون کے حقوق سے محروم کرے۔ لا واللہ لا واللہ لا واللہ ہرگز نہین ہرگز نہین

إِنْ هٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّبِينٌ ○

چونکہ آیہ وآت ذالقربی حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اسلیے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کے قبضے میں تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کر لیا گیا۔ اور حضرت سیدہؑ نے اسکا دعوی ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کیا اور اون سے شہادت مانگی گئی اور وہ ردی گئی اور فدک اونکو واپس نہ دیا گیا۔ اسکے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہان کی روایتون سے پیش کرتے ہین اور خود اونکے یہان اسکے متعلق کیا روایتین بیان کی گئی ہین

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے مین تھا

علماے امامیہ اس بات کا دعوی کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلعم نے فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تو اوسکا ہبہ نامہ بھی لکھدیا اور قبضہ بھی کرا دیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؑ کا قبضہ تھا سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی مجرد دعوی ہی کیا گیا ہے جناب سید مرتضی علم الہدی شافی مین فرماتے ہین کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبدالجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہین کہ فدک حضرت سیدہؓ کے قبضے مین تھا ہم اوسکے اس انکار پر کوئی حجت نہین دیکھتے۔ اور گو جیسا وہ کہتے ہین یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے مین ہوتا تو وہ اونکا ہی سمجھا جاتا لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اونکے قبضے سے نہین نکال لیا گیا۔ اور جبکہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وآت ذالقربی حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دیدیا تو بغیر حجت کے اوسکے آپ کے قبضے مین ہونے سے انکار نہین ہو سکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؑ کا قبضہ تھا اور اونکی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لیے مامور تھا اور اوسکی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کیا۔

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام مین بیان نہین فرمائی جو کچھ اونھون نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے المسئلۃ الثانیۃ ان فدک کانت فی ید فاطمۃ یدل علیہ اطباق الامامیۃ ورِوایاتھم کما عرفت وایضا یدل علیہ انک قد عرفت ان روایات العامۃ والامامیۃ تدل علی ان النبی کان

ماموراً باعطاء فاطمة فدك وكان واجباً عليه ان يرفع يده عنها ويجعلها تحت يد فاطمة وعقد الهبة بدون تسليم فدك لها لا يصح ولا يخرج رسول الله صلعم عما في ذمته من اداء امر الله تعالى لان الهبة بدون القبض والتسليم كلا هبة وايضاً يدل عليه ما مر من عبارة علمائهم المسطور في الطرائف وايضاً يدل على كون فدك في يد فاطمة ان استشهد ابوبكر فاطمة على ما ادعته من النحلة فلو لم يكن في يدها لكان الاستشهاد عبثاً لانه معلوم ان الهبة بدون القبض كلا هبة فكان كافياً لابي بكر ان يقول انك وان كنت صادقة في ذلك لكنك تعلمين ان الهبة بدون القبض لا تفيد بل كان هذا اولى لان في الاستشهاد من بنت رسول الله ورد شهادة امرأتين من اهل الجنة قباحة لا يخفى احد على اخفائها یعنی دوسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ فدک حضرت فاطمہ رضی کے قبضہ مین تھا اور اسپر تمام امامیہ متفق اور اونکی روایتین اوسپر شاہد ہین اور نیز یہ بات بھی اوسپر دلالت کرتی ہے کہ سنیون اور شیعون کی روایت سے یہ معلوم ہوچکا کہ پیغمبرؐ مامور تھے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا کرین اور اون پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اوٹھا کر اوسے فاطمہؑ کے قبضہ مین دیدین کیونکہ عقد ہبہ بغیر اسکے کہ فدک فاطمہؑ کو تسلیم کردیا جاوے پورا نہین ہوسکتا تھا اور نہ پیغمبر خدا صلعم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اسکے سبکدوش ہوسکتے تھے اسلیے کہ ہبہ بغیر قبض و تسلیم کے مثل ہبہ نکرنے کے ہے۔ اور سوا اسکے اس بات کے ثبوت مین وہ بھی ہے جو سنیون کے علما کی عبارت سے طرائف مین بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضۂ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے مین نہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اسلیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت مین ابوبکر کو یہ کہدینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعوی مین سچی ہین مگر اتنا تو آپ بھی جانتی ہین کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہین۔ اور یہ کرنا بہ نسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا فقط اس مین جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اسوقت ہمارے سامنے ہے اوسمین کوئی روایت بھی ہمارے یہانکی

منقول نہین ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہ کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہوا اگر کوئی روایت ویسی ہوتی تو ہم ضرور جہان طرائف کی روایتون کا ذکر ہے وہان اوسے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اوس مین سے اسکے متعلق پیش کرے۔

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نکرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے اونھون نے نہین پائی اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اوسے نقل کرنے سے نچھوڑتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہ کا قبضہ نکرا دیا ہوتا تو عقد ہبہ کیونکر پورا ہوتا کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہونا برابر ہے اس بنیاد پر تھا کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہ کو دیدیا گیا۔ مگر جب ہمنے اوس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کردیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہوگیا اور قبضہ کا نہونا اسوجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اسلیے کہ اگر حقیقت مین آپ نے فدک ہبہ کردیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہ اوسپر قابض ہوتین اور قبضہ ایک ایسی جاگیر پر جسکی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہوا اور تین چار برس تک حضرت فاطمہ اوسپر قابض رہی ہون اور اون کے کارندے اوسپر مامور رہون اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ اونکے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسیکے چھپانے چھپ سکتا۔ بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنیکی کوئی ضرورت ہی نہوتی اگر حضرت ابوبکر صدیق رضنے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اوسکا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک اور اسی کو آپ مہاجرین و انصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرماسکتی تھین کہ خلیفۂ وقت کا ظلم وستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اوسے انھون نے غصب کرلیا اور میرا قبضہ اوٹھادیا اور اب مجھسے شہادت مانگتے ہین۔ کیا قبضے سے بڑھکر کوئی شہادت ہوسکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نسمجھتے۔ اور بالفرض اون سب نے ستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی

بحث تو ختم ہو جاتی۔ جبکہ ایسی بڑی شہادت ہوتی ہوئی آپ نے پیش نہیں فرمائی اور قبضہ پر زور نہیں دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہیں فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لیے کافی ہے کہ حقیقت میں قبضہ آپکا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہونا برابر تھا۔

آیا فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا یا نہیں

جتنی کتابیں امامیہ کی ہمنے اوپر بیان کی ہیں اون سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں کہ اوئین متعلق اس دعوی کے حضرات علماے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

شافی میں بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اوسکا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی فدک کے دعوی میں حق پر تھیں اور اونکا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر ہے کیونکہ بوجہ معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھیں مجرد آپ کا دعوی ہی کافی تھا اور پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیہ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا سے پیش کی ہے۔ اور خزیمہ ذو الشہادتین کا قصہ نقل کرکے بہت پر زور تقریر میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہؓ اونسے بھی کم تھیں۔ اور کیا سواے حق کہنے کے دوسرا شبہ اونکی طرف ہو سکتا تھا۔ مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپنے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا اور اوسپر شہادت طلب کی گئی پیش نہیں فرمائی۔ البتہ دو بے سرو پا روایتیں پیش کی ہیں مگر اونکی نسبت بھی یہ نہیں لکھا کہ وہ کس کتاب سے اونھون نے لی ہیں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتیں خود شیعون کی ہیں۔

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۲۳۵ شافی مطبوعہ ایران میں درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے کہ جب امیر المومنین علیؑ نے حضرت فاطمہؓ کی گواہی دی تو ابوبکر نے اونکو فدک دینے کو لکھدیا اور عمر نے اونکے حکم پر اعتراض کرکے اوسکو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے

ابراہیم بن میمون سے اور اوسنے عیسی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسی نے اپنے باپ عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہ ؑ ابوبکر کے پاس آئین اور فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور اسکے گواہ علی اور ام ایمن ہین۔ ابوبکر نے کہا کہ آپ کبھی تو سچ ہی فرماتی ہین اچھا مین اوسکو آپ کو دیتا ہون اور پھر ایک چمڑے کا کاغذ منگا کر اوسپر لکھدیا۔ وہان سے فاطمہ ؑ نکلین تو عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے کہا کہ آپ کہان سے آتی ہین آپنے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس سے۔ مین نے اون سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور علی اور ام ایمن اسکے گواہ ہین تو ابوبکر نے فدک مجھے دیدیا اور وثیقہ لکھدیا۔ عمر اون سے اوس وثیقہ کو لیکر ابوبکر کے پاس لوٹکر آئے اور کہا کہ تمنے فاطمہ ؑ کو فدک دیکر وثیقہ بھی لکھدیا ابوبکر نے کہا ہان۔ عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لیے چاہتے ہین اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اوسکو مٹادیا یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابوں مین دیکھے۔ اہل سنت نہین کہسکتے کہ یہ از اخبار احاد ہے۔ اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونیکی مانع ہوگی انتہی۔

دوسری روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیساکہ فرماتے ہین کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہین اور اونکے شیوخ ابو المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے آل فاطمہ پر فدک رد کردیا۔ اور ابوبکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھ بھیجا کہ اگر مین تجکو یہ لکھون کہ ایک بکری ذبح کرنا تو تجھے پوچھنا چاہیے کہ منڈھی ہو یا سینگدار یا یہ لکھون کہ ایک گاے ذبح کرنا تو تجکو اوسکا رنگ دریافت کرنا چاہیے جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہونچے تو فدک کو اولاد فاطمہ و علی پر تقسیم کردے۔ ابو المقدام کہتے ہین کہ بنو امیہ نے اس امر سے عمر بن عبد العزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تمنے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن قیس ایک لشکر کوفہ کا

لیکر اوسپر چڑھ آیا۔ جب لوگون نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہین جانتے
اور مین جانتا ہون تم کو یاد نہین مجھکو یاد ہے مجھسے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے
اور اونکے باپ نے اونکے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ
میری جگر پارہ ہے جس سے اوسکو رنج پہونچے اوس سے مجکو پہنچتا ہے اور جس شی سے
وہ خوش ہون اوس سے مین خوش ہوتا ہون۔ اور فدک ابوبکر و عمر کے زمانہ مین کسی کا
نہ تھا۔ پھر مروان اوسکا مالک ہوا اور اوسنے اوسکو میرے باپ عبد العزیز کو ہبہ کردیا پھر
اوس کے وارث مین اور میرے بھائی ہوئے۔ مین نے اونسے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا
حصہ میرے ہاتھ فروخت کردین اون مین سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کردیا اور
بعض نے مجھے ہبہ کردیا یہان تک کہ مین سب کا مالک ہوگیا۔ اب مین نے بہتری یہ دیکھی
کہ مین اسکو اولاد فاطمہ پر رد کردون۔ اسپر لوگون نے کہا کہ اگر تمنے یہ کیا ہے تو اسکی اصل اپنے
قبضہ مین رہنے دو اور غلہ کو تقسیم کرادو تو عمر بن عبد العزیز نے یون ہی کردیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انھین دونون روایتون کو بیان کیا ہے مگر اونھون
نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہین دیا جس سے معلوم ہو کہ اونھون نے سنیون کی کسی کتاب سے
نقل کیا ہے۔ اور ان دو روایتون کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ سند مامون کا قصہ کہ اونھون
نے فدک آل فاطمہؑ کو واپس کیا لکھا ہے کما قال ومما یدل علی صحۃ دعوٰھا النحل و
ان ذلک کان معروفا شائعا ما کان من عمر بن عبد العزیز من رد فدک علی ولدھا
لما تبین ان الحق کان معھا وکذلک فعل المامون فانہ نصب لھا وکیلا و وکیلا لابی بکر
وجلس للقضاء وحکم لھا بذلک ولو لم یکن الامر معروفا معلوما لما فعلوا ذلک
مع موضعھم من الخلافۃ وسلطانھم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیۃ وان
لا یفعلوا ما یؤدی الی تنفیرھم ولیس لاحد منھم ان ینکر ذلک ویدفعہ لان الامر
فی ذلک اظھر من ان یخفی کہ حضرت فاطمہؑ کے دعوی ہبہ کی صحت پر دلالت کرنی والی

بانوکیہ بین سے ایک عمر بن عبد العزیز کا قصہ ہے کہ اونھون نے فاطمہ کی اولاد کو فدک واپس کر دیا جبکہ اون پر یہ ثابت ہوگیا کہ فاطمہ حق پر تہین اور اسی طرح مامون نے کیا کہ اونھون نے ایک مجلس قائم کی اور اوسمین ابوبکر و فاطمہ دونو کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک آل فاطمہ کو واپس کیا اگر یہ بات کہ فدک کا دعوی فاطمہ نے کیا ہے مشہور اور معلوم نہوتی تو باوجود خلیفہ ہونے اور صاحب سلطنت ہونیکے وہ کبھی ایسا نکرتے کیونکہ خیال رعایا کے دلون کا اون کو کرنا ضروری تھا - اور ایسی بات جس سے وہ شور مچا وین کبھی نکرتے - اگر اونکے نزدیک وہ بات حق نہوتی - اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہین سکتا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ نہین سکتی - (دیکھو صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین ایک روایت واقدی کی لکھی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ واقدی اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ مین ذکر کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤن یہود کے دیہات سے اپنے لیے خاص کرلیا اور فاطمہ رضہ کو بحکم خدا دیدیا (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت صلعم کے جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اونھون نے فدک سے فاطمہ کو رد کیا اسپر حضرت فاطمہ رضہ نے اوسکی واپسی کا دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے - ابوبکر نے اوسکی واپسی سے انکار کیا پھر ابوبکر نے کہا کہ جو آپکے باپ نے آپ کو دیا ہے اوسے مین نہین روک سکتا اور ارادہ کیا کہ اونکو اس کے متعلق سند لکھدین مگر عمر بن خطاب نے اونکو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہین جس بات کا وہ دعوی کرتی ہین اوسکے لیے اونسے شہادت مانگنی چاہیے اسپر ابوبکر نے شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی کے لائین اور اون سب نے شہادت دی - تب ابوبکر نے سند لکھدی مگر جب یہ خبر عمر کو پہونچی تو اونھون نے اوس کاغذ کو لیکر مٹا دیا اسپر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونو سے بات نکرینگی اور ہمیشہ اون سے ناراض رہین -

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس میں کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہیں اور وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقہاء وتناظروا وادی بحثہم الی رد فدک علی العلویین من ولد فاطمۃ فردہا علیہم کہ مامون نے ہزار فقیہوں کو جمع کیا اور فدک کے بارہ میں مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہ کا ثابت ہوا اور مامون نے حضرت فاطمہ کی اولاد کو واپس کر دیا۔

تیسری روایت متعلق قصہ عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز اول ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے فدک فاطمہ کے وارثوں کو واپس کیا۔

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل میں جو کشف الحق کے جواب میں لکھی ہے ان سب بیانات و قصوں کی نسبت یہ جواب دیا ہے واما دعوی فاطمۃ فلم یصح فی الصحاح ویذکرونہا نقلۃ الاخبار من ارباب التواریخ ومشہور نقلہا لا یصیر سببا للقدح فی الخلفاء کہ حضرت فاطمہ کا دعوی کرنا صحاح میں ثابت نہیں ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہیں فقط وہ انکا غلط سلسلہ نقل کرنے سے خلفا پر الزام جائز نہیں ہو سکتا۔ اسکے جواب میں قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق میں کوئی مستند روایت پیش نہیں کی اور دو بے سر و پا قول نقل کیے ہیں ایک معجم البلدان سے کہ اوس میں فدک کے ذکر میں یہ لکھا ہے وہی التی قالت فاطمۃ ان رسول اللہ نحلنیہا فقال ابو بکر ارید بذلک شہودا ولہا قصۃ کہ فدک وہی ہے جسکے لیے فاطمہ نے دعوی کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم نے اونھیں ہبہ کر دیا ہے اور جب ابو بکر نے کہا تھا کہ اسکے لیے شہادت چاہیے اور اوس کا ایک قصہ ہے۔

دوسرے عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر انھیں کسی معتبر منقول عنہ کتاب یا سند کا ذکر نہیں کیا مجملا یوں لکھا ہے کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو اوس نے

حال مدینہ کو فدک سے واپس کر کے اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبد العزیز میں اولاد فاطمہ ہی کے قبضے مین رہا۔ جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اوسنے پھر لے لیا اور پھر بنو امیہ کے ہی قبضے مین رہا یہان تک کہ ابو العباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اوسنے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اوسکے متولی رہے اور علویین اوسکو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اوسپر اولاد حسن علی نے خروج کیا تو اوسنے اوسنے پھر لے لیا۔ پھر جب مہدی بن منصور والی خلافت ہوا تو اوسنے اوسکو اون پر واپس کر دیا۔ پھر اوسکو موسی ہادی نے لے لیا اور جو اوسکے بعد خلیفہ ہوئے زمانہ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی سے آکر اوسکا مطالبہ کیا تو اوسنے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھدیا جاوے اور وہ لکھکر مامون کو سنا دیا گیا۔ دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اوسنے یہ شعر پڑھا ؎ اصبح وجہ الزمان الخ یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب مین بہت سا اختلاف پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد راویون کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے۔ معجم البلدان کی عبارت یہان تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا سے لکھی ہے جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا مختصر ابیان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ یہ امر خلاف ہے اوس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفا مین لکھی ہے کہ ابو بکر و عمر کے زمانہ مین فدک ویسا ہی رہا پھر اوس مین مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبد العزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا انتہی۔

اور سوا اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نور اللہ نے پیش نہین کی مگر اجمالا ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقون سے ہبہ کے دعوی کی روایتین بیان کی گئی ہین کما قال واما دعوی النحلۃ فقد مر نقلہا عن کتاب المعجم وقد روی من عدۃ طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

صلعم کی قال و روی ما نصہ ذلک و رواہ الشیخ جلال الدین السیوطی الشافعی فی تاریخ الخلفاء من ان فدکا کان بعد ذلک بید ... ثم اقطعہا

احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہؑ کا دعوی فدک کا ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح مین اوسکی صحت کے طلب کی ضرورت نہین کیونکہ اسکی خبر تمام علما اور جہلا اور عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور اب سے پانچسو برس پہلے بعض حکما شعرا نے بھی اسکو شعر مین بیان کیا ہے ؎ کہ بخشا ہندہ در عرصات میمون خلافت

چون خلافت بی علی پیوست بی زہرا فدک

عجب ہے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لیے کافی نہین تو اسمین یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ مین وہ امور نقلی ہین جو اور کتابون سے بھی ثابت ہوتے ہین تو وہ ضرور ثابت صحیح ہونگے اور اصول مین یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات مین ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہونچ جاے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہین رہتی مصنف حلی نے یہان صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہین کیا بلکہ اور ونکی بھی تصریح کی ہے اور اون اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہین اور اوسکی تائید اوس مناظرہ سے کی ہے جو ایام مامون مین اس بارہ مین ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا۔ اور اون دو حدیثون سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہین اوسکی تکمیل کی ہے۔ مصنف حلی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دین اگر خصم انکار کرے ورنہ خصم کو چاہیے کہ اپنے انکار سے باز آے۔ انتہی۔ اگرچہ اسمین قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہین کہ مصنف نے اور روایتون کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر ہمین تو کوئی روایت کتاب کشف الحق مین نہین ملی سواے انکے جنکو ہمنے نقل کیا ہے۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق مین سواے مجرد دعوی شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے دونون کتابین ایران کے چھاپے کی موجود ہین جو کوئی چاہے دیکھ لے۔

طرائف مین بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعوی

ہبہ فدک کے پیش نہین فرمائی - اونکی طرائف مطبوعہ بمبئی مین صفحہ ۶۷ سے تا صفحہ ۸۰ فدک کا بیان ہے - مگر اوسمین متعلق اس دعوی کے سوائے مامون کے قصے اور عمر بن عبد العزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہین ہے - جس مین یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ رضنے فدک کا دعوی ابو بکر صدیق رض کے سامنے کیا اور اونھون نے شہادت طلب کی اور اوسے رد کیا - صرف معمولی سب و شتم پر کفایت کی ہے - اور عوام کے دلونمین شبہ پیدا کرنے کے لیے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض معصوم تھین اور باوجودیکہ حضرت علی رض نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابو بکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور اونکے دعوی کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لیے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہین تاکہ ان باتون کو سنکر لوگ پریشان ہون اور اونکے دلونمین حضرت ابو بکر رض کی طرف سے شبہ پیدا ہو - مگر جبکہ نہ دعوی ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اوسکی تردید ہوئی بلکہ یہ سب جھوٹی باتین اور بنائی ہوئی کہانیان ہین اور جن علماے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری خوش تقریرین لغو اور فضول ہین - اونکا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعوی کے ہمارے یہان سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے - اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے - بے بنیاد بات اور جھوٹے قصے پر ساری لن ترانیان ہنسنے کے قابل ہین -

اونکی کتاب طرائف مین جو روایت متعلق قصۂ مامون کے ہے اوسے وہ یون لکھتے ہین کہ عجیب و غریب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض بنت رسول کی بزرگی اور جلالت و طہارت کا اقرار کرتے بھی تھے مگر اون پر طرح طرح کے ظلم و ستم کیے اور اونکی اور اونکے باپ کی حرمت کو پامال کیا - اور باوجودیکہ حضرت فاطمہ رض کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے مگر اونکو ایذا دی اور طرح طرح سے ستایا چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے مین جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج مین لکھا اور پڑھا گیا اس کا بیان کیا ہے -

صاحب تاریخ عباسی نے اوسے لکھا ہے۔ اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے کبھی اون حوادث
مین جو ۲۱۰ھ مین ہوئے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولاد حسنین نے اپنے
قضیے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعوی سے پیش کیا کہ فدک اور عوالی اونکی والدہ فاطمہ
بنت محمد نبی کا تھا۔ ابوبکر نے اونکے قبضے سے اوسکو ناحق لے لیا اب ہم اپنا انصاف اور ظلم
کا انکشاف چاہتے ہین اسی پر مامون نے علما رحجاز و عراق کے دو سو علما کو جمع کیا اور نہایت تاکید
کی کہ اوسکے امانت اور اتباع صدق کرین۔ اور ورثۂ فاطمہ نے جو قضیہ پیش کیا تھا اوسے
بیان کیا اور پوچھا تمہارے نزدیک اس باب مین کوئی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی باب مین
بہت لوگون نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثین روایت کی ہین کہ
یہ سب اون احادیث کو اپنے نبی محمد تک پہونچاتے ہین کہ جب خیبر فتح ہوگیا تو آپ نے پورے کے
گانوئین سے ایک گاؤن اپنے لیے خاص کر لیا۔ پھر جبریل نازل ہوئے اور یہ آیت لائے
وآت ذا القربی حقہ آپ نے پوچھا کہ ذی القربی کون لوگ ہین اور اونکا حق کیا ہے۔
جبریل نے کہا فاطمہ ہین پھر آپ نے فدک اونکو دیدیا۔ اسکے بعد پھر اونکو عوالی دیا۔ اور یہ مستقل طور
پر فاطمہؑ کے پاس رہے۔ یہان تک کہ اونکے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی۔ جب ابوبکر سے
بیعت ہوئی تو اونھون نے کہا کہ مین اوس شی کو جسکو تمہارے باپ نے تمکو دی ہے روک
نہین سکتا اور یہ چاہا کہ اونکو ایک وثیقہ لکھدین کہ ابوبکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ
ایک عورت ہین انسے گواہ طلب کرو۔ ابوبکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ۔ تو فاطمہؑ ام ایمن اور اسما بنت
عمیس کو مع علی بن ابی طالب رضؓ کے گواہ لائین۔ پھر یہ خبر عمر کو پہونچی تو وہ ابوبکر کے پاس آئے۔ اور
ابوبکر نے اس بابت سے گواہون سے کہا کہ ان سب نے گواہی اونکے دعوی کی دی اور فاطمہؑ کے
لیے ایک وثیقہ لکھدیا عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہین اور علیؓ اوس کے
شوہر ہین اپنا نفع چاہتے ہین اور شہادت دو عورتون کی بے مرد کے درست نہین ہوتی۔
ابوبکر نے اس خبر کو فاطمہؑ سے کہلا بھیجا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے جسکے سوا کوئی

کوئی معبود نہین کہ ان لوگون نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابوبکر نے کہا کہ شاید آپ سچی ہون لیکن اور گواہ لاؤ جو اپنا نفع نچاہتا ہو۔ اونھون نے کہا کہ تمنے میرے باپ رسول اللہ سے یہ نہین سنا کہ فرماتے تھے کہ اسما بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہین دونو نے کہا ہان آپ نے کہا کہ وہ عورتین کہ اہل جنت سے ہون وہ باطل گواہی دے سکتی ہین۔ پھر آپ خفا ہوتی ہوئی گھر کو لوٹ آئین۔ اور اپنے باپ سے پکار کر کہتی تھین کہ میرے باپ نے مجکو یہ خبر دی ہے کہ سب سے اول مین اونسے ملون گی۔ قسم ہے خدا کی کہ مین اسکی شکایت اونسے کرونگی۔ پھر وہ مریض ہو گئین اور علیؑ کو وصیت کی کہ ابوبکر و عمر اونکی نماز نہ پڑھین اور آپ نے اون دونون کو چھوڑ دیا اور اون سے بات نکرتی تھین حتی کہ آپ کا انتقال ہوا۔ اور علی اور عباس نے آپکو رات مین دفن کیا پس مامون نے اوسی مجلس مین اوسی دن اولاد فاطمہ کو فدک دیدیا پھر دوسرے روز ایک ہزار علما و فقہا کو بلایا اور اون سے یہ صورت حال بیان کی اور اونکو اللہ کا خوف دلایا اور اون سب نے آپسمین مناظرہ کیا پھر اونکے دو فریق ہوے۔ ایک فریق اونمین یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اوسکی شہادت قبول نہین ہو سکتی لیکن ہم خیال کرتے ہین کہ حلف فاطمہ نے اونکے دعوی کو ثابت کر دیا تھا مع دو عورتون کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یمین و شہادت پر حکم لازم نہین سمجھتے لیکن زوج کی شہادت جائز ہے اور ہم اوسکو اپنا نفع چاہنے والا نہین خیال کرتے اور اونکی شہادت دو عورتون کی شہادت پر فاطمہ کے دعوی کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونو فریق کا باوجود اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک و عوالی کا استحقاق فاطمہ کو تھا۔ اسکے بعد مامون نے اونسے فضائل علیؑ کو دریافت کیا۔ تو اونھون نے یہان طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالہ مامون مین مذکور ہے۔ اور پھر اونسے فاطمہ کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اون کے باپ سے اون کے بہت سے فضائل بیان کیے پھر ام ایمن اور اسما بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اپنے نبی محمد سے روایت کی کہ یہ دونو اہل جنت سے ہین۔ مامون نے کہا

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جاسے یا اعتقاد کیا جاسے کہ علی بن ابی طالبؑ باوجود ورع وزہد کے فاطمہؑ کے لیے جھوٹی گواہی دین حالانکہ خدا ورسول اونکے فضائل بیان کرتے ہین یا یہ ہوسکتا ہے کہ اونکے علم وفضل کا اعتقاد رکھکر یہ کہا جاسے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو تیار ہوجائین جسکا خود حکم نہ جانتے ہون۔ اور کیا یہ جائز ہوسکتا ہے کہ فاطمہؑ باوجود صاحب عصمت اور نساء عالمین ونساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جنکی تم روایت کرتے ہو ایسی شی طلب کرین جو اونکی نہوا ور تمام مسلمانون پر ظلم پسند کرین اور واسپر اللہ الا اللہ ہو کی قسم کھاوین۔ یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس جھوٹی گواہی دین حالانکہ وہ اہل جنت سے ہون۔ بیشک فاطمہؑ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین مین الحاد ہے۔ کبھی ہو نہین سکتا کہ یہ بات اسطرح ہوئی ہو۔ پھر مامون نے اونسے معارضہ اوس حدیث سے کیا جسکو اونھون نے روایت کیا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب نے بعد وفات آنحضرت صلعم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے۔ تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آگئے اور اونھون نے جو بیان کیا آپ نے بے گواہ طلب کیے اونکو دیدیا۔ اور ابو بکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبد اللہ نے آکر پیغمبرؐ پر ایک وعدہ کا دعوی کیا اور ابو بکر نے بے گواہی کے اوسکو دیدیا اور پھر جابر بن عبد اللہ نے آکر دعوی کیا کہ اونسے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ اونکو مال بحرین مین سے ایک تہائی دین گے۔ جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو اونکو ابو بکر نے ایک تہائی مال دیدیا۔ ان دونو نے دعوی بے گواہ کے کیا تھا۔ عبد المحمود کہتے ہین کہ اس حدیث کو حمیدی نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نوین حدیث مسند جابر مین ذکر کیا ہے۔ اور یہ کہ جابر نے کہا کہ مین نے جو اونکا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابو بکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو۔ عبد المحمود کہتے ہین کہ رسالۂ مامون مین لکھا ہے کہ اس حدیث سے مامون نے نہایت تعجب کیا اور کہا کیا فاطمہؑ اور اون کے گواہ جریر اور جابر پسران عبد اللہ کے برابر بھی نہ تھے۔

پھر مامون نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت تاکید کی اور یہ کہ موسم حج میں علی رؤس الاشہاد پڑھا جائے۔ اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحییٰ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کے قبضے میں کر دیا کہ اوسمیں وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہ علیہا پر تقسیم کر دیتے۔

عمر بن عبد العزیز کا قصۂ رد فدک کا ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اوسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق میں لکھا ہے۔

بحار الانوار میں بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوی ہبۂ فدک ہمارے یہاں کی کتابوں سے پیش نہیں کی گئی۔

عماد الاسلام میں جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت میں اس دعوی کے پیش نہیں فرمائی۔ آپ نے جو کچھ عماد الاسلام میں ارشاد فرمایا ہے اوسمیں ایک روایت تو وہ ہے جس میں مامون کے مباحثہ اور رد فدک کا قصہ ہے۔ اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلہ میں لکھتے ہیں وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ

اور پھر آگے چلکر صواعق محرقہ اور جواہر العقیدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہیں کہ تیسرا مسئلہ اس بیان میں ہے کہ آیا فاطمہ علیہا نے ہبہ کا دعوی کیا یا نہیں اور اس دعوی کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اوسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتویں ادب اور پندرھویں ذکر میں اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقیدین میں یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے جو امام باقرؑ کے بھائی تھے بارادہ تہجین وتذلیل ابوبکر کے پوچھا کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت زید نے جواب دیا کہ ابوبکر ایک رحم دل آدمی تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی چیز میں رسول خدا صلعم کے کچھ تغیر و تبدیل کریں۔

اونکے پاس حضرت فاطمہؑ آئین اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دیدیا ہے - ابوبکر نے کہا
کیا اسپر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے - وہ علی کو لائین اونھون نے شہادت دی پھر ام ایمن
گواہ اونھون نے پیش کیا اونھون نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہین دیتے کہ مین
اہل جنت سے ہون - ابوبکر نے کہا بیشک - تب اونھون نے کہا کہ مین گواہی دیتی ہون کہ فدک
پیغمبر خدا نے فاطمہؑ کو عطا کیا تھا - اسپر ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعویٰ
ثابت ہوسکتا ہے الی آخر القصہ - اسکے آگے کا پورا قصہ بیان نہین کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی
نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو مین بھی وہی حکم دیتا جو ابوبکر
نے دیا تھا - اور صواعق محرقہ کے باب اول کی پانچوین فصل مین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا
دعوی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک اونکو بخشدیا تھا ثابت نہین ہوا اسلیے کہ سوا
علی اور ام ایمن کے وہ اوسپر اور کوئی گواہ نہین لائین - اور نصاب شہادت پورا نہین ہوا - سوا
اسکے علما مین اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لیے قبول ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ گمان
اونکا کہ حسنین اور ام کلثوم نے بھی شہادت دی باطل ہے - سوا اسکے فرع کی شہادت اور نابالغ
کی گواہی غیر مقبول ہے - اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد مین یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جا
کہ فاطمہ نے ہبہ فدک کا دعوی کیا اور علی وحسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے
شہادت دی اور ابوبکر نے اوسے رد کیا تو اوس کا جواب ہم یہ دینگے کہ شہادت کا نصاب
پورا نہین ہوا - انتہی -

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسکے سوا اور کچھ نہین لکھا - اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا
ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے پیش کی تھی کہ فدک میرے
قبضے مین تھا - امید ہوتی تھی کہ اسکے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے مبسوط اور مشہور کتاب
مین کوئی سند ہمارے یہان سے پیش کرینگے مگر جو کچھ اونھون نے بیان فرمایا اوس سے ثابت
ہوگیا کہ اس باب مین کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی اونھون نے نہین پائی -

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جسکی نسبت یہ خیال گذر سکتا ہے کہ اوسمین ضرور دعوی ہبہ فدک کے ثبوت مین کوئی صحیح روایت درج ہوگی مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی منتوقعین کی اوسکے دیکھنے سے مبدل بیاس ہوتی ہے جناب ممدوح نے سوائے اعادہ اون تاریخی اخبار کے جو اونکے متقدمین اور والد ماجد نے لکھے ہین یا حوالہ دینے بعض اوسی قسم کی روایتون اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہین فرمائی جس سے اس دعوی کا ثبوت ہوتا۔ اور جسکی وجہ سے یہ کتاب بقول اونکے ہم مشربون کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہرحال جناب ممدوح نے طعن الرماح مین جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابون سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود پیش کیے ہین اونمین سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس مین حضرت زید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہین۔ کہ ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ وسید سمہودی در جواہر العقدین از حافظ ابن شیبہ روایت کردہ واللفظ للاخیر عن النمیر بن حسان قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن ابابکر الخ۔ اور بعد لکھنے اون الفاظ کے جو عماد الاسلام مین مذکور ہین آپ فرماتے ہین کہ این روایت صریح ست درین کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ دعوی ہبہ فرمودہ وا گواہ و شاہد طلب نمود و جناب باب مدینۃ العلم و نفس رسول و ام ایمن کہ بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہ بہشت بود وابوبکر نیز بآن اقرار نمود اداے شہادت کردند پس او قبول نکرد و گفت از گواہی یک مرد و یک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتہی۔

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ و ایضا ابوبکر جوہری کہ کیفیت شریفش شاہد عدل نصب و تسنن اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشھد ان رسول اللہ اعطانی فدک فقال لھا یا بنت رسول اللہ واللہ ما خلق اللہ خلقا احب الی من رسول اللہ ابیک ولوددت ان السماء تقع علی الارض یوم مات ابوک الی ان قال ھذا المال

لم یکن للنبی انما کان مال من اموال المسلمین یحمل به الرجال وینفقه فی سبیل الله فلما توفی رسول الله ولیته کما کان یلیه قالت والله لا کلمتک ابدا قال لا هجرتک ابدا قالت والله لادعون الله علیک قال والله لادعون الله لک فلما حضرتها الوفاة اوصت ان لا یصلی علیها فدفنت لیلا انتهی علی ما نقله ابن ابی الحدید یعنی ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابوبکر نے اونسے کہا کہ اے بنت رسول اللہ مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمھارے باپ رسول اللہ سے زیادہ محبوب نہین۔ اور مین بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمھارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے یہانتک کہ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبرؐ کا نہ تھا بلکہ مسلمانون کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگون کو جہاد کا سامان دیتے اور راہ خدا مین صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو مین بھی اسمین اوسی طرح کرونگا جسطرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی مین تمسے کبھی بات نکرونگی۔ ابوبکر نے کہا کہ مین کبھی تمکو نہ چھوڑونگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ مین اللہ سے تمھارے لیے بددعا کرونگی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ مین تمھارے لیے دعا کرونگا۔ جب حضرت فاطمہؑ کی وفات قریب پہونچی تو اونھون نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر اونکی نماز نہ پڑھین اسلیے وہ شب مین دفن کردی گئین انتہی۔

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اسمین اونھین باتون کو نقل فرمایا ہے جنکو اونکے والد ماجد نے عماد الاسلام مین اور قاضی نور اللہ شستری نے بیان فرمایا ہے

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف مین منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام مین نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے صرف یہ

تصرف کیا ہے کہ بجاے عربی عبارت کے اوسکا ترجمہ فارسی مین کردیا ہے۔

پانچوین وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام مین بیان کی گئی ہے جسمین ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہؑ کو لکھدی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرت کے حضرت فاطمہؑ نے ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا اور اوسے یون لکھا ہے کہ وایضا در روضۃ الصفا وہم درکتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است از مقصد قصی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث مین ہم پہلے نقل کرچکے)۔

چھٹے ملل ونحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل ونحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدك والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلك بالروایۃ المشہورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہ تیسرا اختلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت مین اور فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا اور اوس سے وہ محروم کی گئین اس حدیث کی بنیاد پر کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبرون کے ہین ہمارا کوئی وارث نہین ہوتا جو ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہے۔

ساتوین مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوی کی تائید مین حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام مین لکھا تھا اوسے نقل کردیا ہے۔

آٹھوین امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ العقول کے جواب مین لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ۔ الفائدۃ الرابعۃ فیما یتعلق بنحلۃ النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیۃ ثانیا منہا فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلك اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ما کانت حاصلۃ

لا یقال فیلزم ان تکون طالبة عن ذالک من غیر بینة و ذالک لا یلیق بہا لانا نقول لعلہا کانت تذہب الی ان الحکم بالشاہد الواحد والیمین جائز کما ذہب الیہ بعضہم وان ابابکر ما کان یذہب الی ذالک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تھا فائدہ آنحضرت صلعم کے ہبہ کرنے کے بیان میں ہے - امام رازی جواب میں اس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا کہتے ہیں کہ دوسری بحث کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک سے رو کا گیا اور یہ اسطرح سے ہے کہ اگر حضرت فاطمہؑ کی اس دعوی میں تصدیق ابو بکرؓ پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ معصومہ تھیں اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری لیکن شرعی شہادت حاصل نہیں ہوئی - اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھیں کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے اسلیے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیسا کہ بعضوں کی رائے ہے اور ابو بکرؓ کی یہ رائے نہ تھی -

تشئید المطاعن میں جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب میں پچیس کتابوں سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے - چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اما انچہ گفتہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علیؑ ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن و جواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست - پس مردود است بانیکہ انکار وجود این دعوی و شہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ این دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ و اسفار معتبرۂ ایشان مذکور ست مثل تصانیف عمر بن شبہ - و محمد مورخ - و ابو بکر جوہری - و مغنی قاضی القضاۃ - و ملل و نحل شہرستانی - و کتاب المواقفۃ ابن سمان - و معجم البلدان یاقوت حموی - و محلی ابن حزم و نہایۃ العقول - و تفسیر مسمی بمفاتیح الغیب - و ریاض النضرہ - و کتاب الاکتفا - و فصل الخطاب - و مواقف - و شرح مواقف

وجواہر العقدین ۔ و وفاء الوفا ۔ وخلاصۃ الوفا ۔ ہرسہ از سید سمہودی ۔ وحاشیہ صلاح الدین رومی
بر شرح عقائد نسفی از تفتازانی ۔ وصواعق محرقہ ۔ و براہین قاطعہ ۔ ومقصد اقصی ۔ ومدارج النبوت
وحبیب السیر ۔ وروضۃ الصفا ۔ و در بسیاری ازین کتب وقوع این شہادت ہم برین دعوی
مذکور ست ۔ یہ لکھکر پھر اپنے دعوی کے ثبوت مین ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے ۔
اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابون کے نام لکھدیے مگر حقیقت مین انمین سے
کسی ایک کتاب مین بھی ایک روایت ایسی نہین ہے جو صحیح ہو اور سلسلۂ اسناد بیان
کی گئی ہو ۔ اس مین اکثر کتابین تو وہی ہین جنکا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح مین ہے ۔
اور وہی عبارتین ہین جو انمین نقل کی گئی ہین اور بعض کتابین جنکا ذکر انمین نہین ہے
انمین نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوا ے نام گنانے کے اوس سے کچھ حاصل ہے چنانچہ
عمر بن شبہ مین سے خود اونکی کسی تصنیف کا نام نہین لکھا نہ اوسمین سے کوئی عبارت نقل کی ہے
بلکہ جواہر العقدین مین جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اوسی کو آپ نے لکھا ہے ۔
اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفی سے اوسے نقل کیا ہے ۔ جیسا کہ
تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ اور یہ وہ روایت ہے جسمین
حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے ۔ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید مین
ابو بکر جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے ۔ اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو
ذکر ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ اونکی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اوس سے عبارت
نقل کی ہے بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفی مین جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے
اوس سے یہ نقل کیا ہے ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علی
وعباس ووقعت الخصومۃ فیہ ھو فدک فانہ قال فیھا وھی التی کانت فاطمۃ ادعت
ان رسول اللہ صلعم اعطاھا فقال ابوبکر ارید بذلک شھود افشھد لھا علی فطلب
لھا شاھد اٰخر فشھدت لھا ام ایمن فقال علمت یا بضعۃ

رسول اللہ انہ لا یجوز الا بشہادۃ رجل و امراتین فانصرفت ثم ادی اجتہاد عمر الی ردہا لما ولی و فتحت الفتوح و کان علی یقول ان النبی جعلہا فی حیاتہ لفاطمۃ و کان العباس یابی ذلک فکانا یختصمان الی عمر فیابی ان یحکم بینہما و یقول انتما اعرف بشانکما یعنی مجھے سے ترجمۂ فدک میں بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جسکو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ و عباسؓ کو دیا تھا اور جسمین ان دونوں کا جھگڑا ہوا تھا اسلیے کہ مجھ سے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جسکا دعوی فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہ نے اونکو دیا تھا اور ابوبکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اسکے گواہ پیش کرو۔ اول حضرت علیؑ نے گواہی دی۔ پھر ابوبکر صدیق رضؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی۔ ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اے جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہین ہوتا اوسکے لیے ایک مرد اور دو عورتین ہونا چاہیین حضرت فاطمہؓ یہ سنکر چلی گئین۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو اونکی رائے اسکے لوٹا دینے کے لیے قرار پائی۔ حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اسکو اپنی حیات مین فاطمہؓ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے۔ پھر ان دونو حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو وکھون نے اونمین کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونو اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقۃ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اوسکی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقۃ فی ذکر فاطمۃ و ابی بکر جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وہبہا لی فقال صدقت یا بنت رسول اللہ و لکنی رایت رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین و ابن السبیل بعد ان یعطیکم منہا قوتکم فما تصنعین بہا قالت افعل فیہا کما کان یفعل فیہا ابی رسول اللہ یعنی ابن سمان کتاب الموافقۃ مین جہان ذکر فاطمہ

اور ابو بکر کا کیا ہے یہ لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رضہ نے ابو بکر صدیق رضہ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجھکو فدک دیدو کہ وہ مجھے رسول اللہ نے ہبہ کر دیا تھا - ابو بکر رضہ نے جواب دیا کہ اے دختر رسول تم سچ کہتی ہو لیکن مین نے رسول اللہ کو اس مین سے تقسیم کرتے ہوے اور فقرا اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوے دیکھا ہے اور پہلے اس مین سے تمھاری قوت تمکو دیدیا کرتے تھے تو تم اسکو کیا کرو گی فاطمہ رضہ نے کہا کہ مین بھی اسمین وہی کرونگی جو میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے -

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے ومن منع الارث وفدك بالنحلة وقع بين فاطمة وابي بكر بغض وتشاجر ولم تتكلم مع مدة حياتها اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہین فلما مات صلعم ادعت فاطمة انه صلعم كان نحلها فدك فقال ابو بكر انت اعز الناس على فقرا واحبهم الى غنى لكني لا اعرف صحة قولك ولا يجوز ان احكم بذلك فشهد لها ام ايمن ومولى رسول الله فطلب منها ابو بكر الشاهد الذي يجوز قبول شهادته في الشرع فلم يكن فاجرى ابو بكر ذلك على ما كان يجريه رسول الله صلعم وينفق منه على من كان ينفق عليه رسول الله ويجعل ما يبقى في السلاح والكراع یعنی جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فاطمہ رضہ نے یہ دعوی کیا کہ آپ نے فدک مجھے دیدیا تھا - ابو بکر رضہ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمھارے لیے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہون اور غنی و تونگری کو تمھارے لیے سب سے زیادہ چاہتا ہون لیکن آپ کے قول کی صحت کو مین نہین جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ مین اس طرح پر کوئی حکم دے سکون پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہ صلعم نے فاطمہ رضہ کے دعوی کی گواہی دی تو ابو بکر صدیق رضہ نے اونسے اور گواہ طلب کیا جسکی شہادت شرع مین قبول ہو سکے تو اور گواہ نہ نکلا - تو اونھون نے فدک کے باب مین وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہ صلعم اوس مین رکھا کرتے تھے اور اونھین لوگون پر خرچ کرتے جنپر رسول اللہ صلعم

خرچ کیا کرے گا اور جو کچھ بچتا اوسکو سلاح و ہتیار وغیرہ مین خرچ کرے۔

اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابون مین نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے روی ان علی بن ابی طالب شهد لفاطمة عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن فقال ابوبکر لو شهد معک رجل او امرأة اخری لقضیت بها لک انتهی اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے وعن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیه قال جاءت فاطمة الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وهبها لی قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منها قوتکم فما تصنعین بها الخ اور اسکے بعد اسی کتاب سے زید بن علی کا وہ قول نقل کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا۔ اور طبقات کبری سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے اخبرنا محمد بن عمر ثنا هشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیه قالت (فاطمة) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انه اعطانی فدک یعنی حضرت فاطمہ نے ابوبکر صدیق سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئین اور اونھون نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابون کے سوا لمعۃ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایۃ الموحدین مین کوئی اور روایت منقول نہین ہے جسکو ہم بیان کرین حالانکہ ان کتابون مین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل جو روایتین اور اقوال ہمنے اوپر بیان کئے اور جن کے سوا ہمنے کوئی اور قول اس دعوی کے ثبوت مین نہین پایا اگر تجزیہ کی جائین تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہین

ایک وہ جن مین راویون کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہین دوسرے
وہ کہ جن مین تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلا سند اس دعوی کا
ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب مین یا کسی بیان کے ذیل مین اس
دعوی کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے بیان کر چکے ہین
ایسے معاملات کی شہادت مین وہی روایت پیش کیجا سکتی ہے جو بقاعدہ احادیث
اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جسکی صحت بعد تنقیح اور رعایت اون اصول کے جو اخبار
کی صحت کے لیے فریقین مین قرار دیے گئے ہین پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہو۔ مگر وہ اقوال
اور قصے جو بغیر سند کسی روایت کے تاریخ کی کتابون یا دوسری تصنیفات مین لکھے گئے
ہون جنکا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جسکی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہین ہوتے کہ ایسے مباحث مین اون پر
کچھ بھی توجہ کیجاسے گو وہ کتابین کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہون۔ اسلیے کہ جو واقعہ
تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اوسکی صحت قیاس سے تو ہو نہین سکتی نہ کسی کا مجرد قول اوسپر یقین کرنیکے
لیے کافی ہے۔ وہ تواز قسم اخبار ہے اور خبر مین جھوٹ اور سچ دونو کا احتمال ہوتا ہے اسلیے اوسکے
سچ ثابت کرنیکے لیے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالون کا سلسلہ موجود ہو یعنی اوس روایت کو جسطرح
ہر ایک راوی نے دوسرے شخص سے سنا ہے سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اوس حد تک پہونچ جاے
جسپر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے رویت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ وہ راوی بھی
ایسے ہون جنپر بھروسہ ہو اور جنکی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان۔ اگر ایسا سلسلہ موجود
بھی ہو مگر راوی ایسے ہون کہ جنکے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہو یا ایسے ہون کہ جو
مسائل مذہبی مین مخالف تھے اور جنپر یہ شبہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت مین اونھون نے
کوئی روایت پیش کردی ہوگی یا ایسے راوی ہون جنکی طبیعت تنگی اور وہمی تھی یا حافظہ کے
ضعیف یا مجہول تو اونکی روایتین پایہ اعتبار سے ساقط ہین۔ اور اگر ان مین کوئی راوی ایسا
ہو جو جھوٹا یا حدیثون کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اوسکی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائیگی۔

اور جس خبر مین رواۃ کا سلسلہ متصل نہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے
خارج کرنے کے لائق ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ مشہور اور نامور علما سے ایسا ہے سنے
جو روایتین اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت مین پیش کئے ہین اور جن سے اپنی تصنیفات کا
حجم بڑھایا ہے اونمین ایک روایت بھی قسم اول کی نہین ہے اور اسلیے ایک بھی اونمین
ایسے بڑے دعوی کی شہادت مین پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل ہے

اب ہم اون روایتون اور اقوال سے جو اوپر بیان کیے گئے بحث کرتے ہین

اون روایات اور اقوال مین سے وہ روایتین جن مین کچھ بھی راویون کے نام بیان
کیے گئے ہین اور جنکو ہمنے قسم اول مین داخل کیا ہے چھ ہین۔

ایک۔ وہ روایت ہے جو شافی مین بیان کی گئی ہے اور جسکو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم
بن میمون سے اور اونھون نے عیسی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے
اور اونھون نے اپنے باپ سے اور اونھون نے اپنے دادا سے اور اونھون نے اپنے پردادا
سے نقل کی ہے جس مین یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ہبہ کا دعوی کیا اور ابوبکر صدیقؓ نے
اونھین سند بھی لکھدی مگر عمر فاروقؓ نے اوسے چاک کر دیا۔

دوسری۔ جو شافی مین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جسکو
محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور اونھون نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے
روایت کیا ہے۔

تیسری۔ وہ روایت ہے جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے
بیان کی گئی ہے جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک آل فاطمہ پر رد کرنیکا بیان ہے

چوتھی۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور

دیکھو صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ سطر ۱۲
دیکھو صفحہ ۱۱۸ سطر ۱۲

کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفی اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح
نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جسکو حافظ ابن شیبہ نے روایت کیا ہے
اور جسمین زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے -

پانچوین[1] - روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے
روایت کی ہے اور جسکو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جسمین یہ بیان ہے کہ حضرت
سیدہ نے ابو بکر صدیق رض سے کہا کہ پیغمبر خدا نے اون کو فدک عطا کیا تھا -

چھٹی[2] - وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبری سے نقل کی ہے اور جسکو محمد بن
عمر نے ہشام بن سعد سے اور اونھون نے زید بن اسلم سے اور اونھون نے اپنے باپ سے
بیان کی ہے - اور جس مین یہ بیان ہے کہ جناب سیدہ مع امیر المومنین کے ابو بکر رض کے پاس
آئین اور اول اپنے میراث کا اور آخر مین ہبہ کا دعوی کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھسے کہا تھا
کہ رسول خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے -

یہ چھہ روایتین ہین جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعون کی کتابون مین بیان کی گئی
ہین اور جنمین مسلسل یا منقطع سلسلہ راویون کا بیان کیا گیا ہے - اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ
کہان تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہین کہ انمین سے ایک
روایت بھی ایسی نہین ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جسکے جھوٹ ہونے مین کچھ بھی شبہ ہو -
پہلی روایت کی نسبت اول تو یہی معلوم نہین کہ ثمالی مین کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت
سنیون کی ہے یا شیعون کی - لیکن اگر فرض کیا جاے کہ یہ سنیون کی کسی کتاب سے لی گئی ہے
تب بھی بلحاظ راویون کے اعتبار کے لائق نہین ہے بلکہ شیعون کی روایت ہے - اسلیے کہ
ابراہیم بن محمد ثقفی مجہولین سے ہین اور اونکی کوئی حدیث صحیح نہین ہے میزان الاعتدال
مین اونکی نسبت لکھا ہے ابراهیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم هو مجهول وقال البخاری لم یصح حدیثه

[1] دیکھو صفحہ ۱۲۱ اس کتاب کا ۱۲ منہ
[2] دیکھو صفحہ ۱۲۷ ۱۲ منہ

اور انھون نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے۔ اور ابراہیم بن میمون کا حال ہم ذکر ہبۂ فدک اور شان نزول آیۂ وآت ذا القربی حقہ مین جہان کنز العمال کی روایت سے جو عماد الاسلام مین ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہین کہ وہ علماے شیعہ سے ہین اور منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو معتبر کتاب شیعون کی ہے اونکی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادق ع کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہین کہ وہ قابل اعتماد ہین۔

اور ابراہیم بن میمون نے عیسی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے عیسی بن عبد اللہ کی نسبت میزان الاعتدال مین ہے قال الدارقطنی متروک الحدیث وقال ابن حبان یروی عن اٰبائہ اشیاء موضوعۃ کہ دارقطنی کہتے ہین کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ وہ اپنے باپ دادون سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے۔ پس کیا اسمین شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعون کی نہین ہے یا کوئی کبھی اسے روایت سنیون کی کہہ سکتا ہے۔ جسکے راوی باقرار علماے امامیہ اجلاے شیعہ سے ہون اور جنکی نسبت اونکی اسماء الرجال کی کتاب مین لکھا ہو وھو معتمد علیہ وفاقا للجمیع

دوسری روایت جو شافی مین منقول ہے اوسکے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہین اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والون مین سے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے وھو ضعیف وقال الدارقطنی یضع الحدیث۔

اور انھون نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے جنکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے ھشام بن زیاد ابو المقدام البصری ضعفہ احمد وغیرہ قال النسائی متروک وقال ابن حبان یروی الموضوعات عن الثقات وقال ابو داؤد کان غیر ثقۃ وقال البخاری یتکلمون فیہ کہ امام احمد وغیرہ نے انکو ضعیفون مین لکھا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہین۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ موضوع حدیثین ثقات کے نام سے روایت کرتے ہین اور ابو داود کہتے ہین کہ یہ ثقہ

نہین ہین - اور بخاری نے کہا کہ لوگ انکی نسبت کلام کرتے ہین - انتہی - جب ایسے ضعیف اور متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہون تو اوس حدیث کے جھوٹا اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی ترجیح نکرے تاہم اوسکی صحت کیونکر مانی جاسکتی ہے اور اونکی خبر کسطرح شہادت مین پیش ہوسکتی ہے - اور اگر یہ روایت ثابت بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا تھا البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخین رضہ نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا - اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلون مین سے ثبوت مین دعوی ہبۂ فدک کے خیال نہین کیا - اسلئے کہ قاضی عبد الجبار نے مغنی مین لکھا تھا کہ عمر بن عبد العزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؑ پر رد کرنا ہبۂ فدک کے دعوی کو ثابت نہین کرتا اسلیے کہ اونکے فعل سے یہ بات نہین ثابت ہوتی کہ عمر بن عبد العزیز نے اوسے علی سبیل النحل یعنی ہبہ کے طور پر رد کیا ہو بلکہ اونھون نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطاب رضہ نے کیا تھا کہ حضرت امیر المومنین رضہ کے ہاتھ مین دیدیا تھا تاکہ وہ اوسکے غلے کو اوسی موقع پر صرف کرین جہان پیغمبر خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیر المومنین رضہ نے کیا پھر حضرت عمر رضہ نے اپنی خلافت کے اخیر سال مین واپس لے لیا - اسی طرح سے عمر بن عبد العزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو کہ عمر بن عبد العزیز نے خلاف سلف کے کیا تو اونکا فعل قابل سند نہوگا - اسکے جواب مین جناب علم الہدی شافی مین لکھتے ہین کہ اول تو ہم عمر بن عبد العزیز کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت نہین کرتے کیونکہ اونکا فعل کچھ حجت نہین ہے - اور اگر ہم اس قسم کی باتون سے احتجاج کرین اور اسی طرح کی حجتین اور دلیلین لاوین تو ہم مامون کے فعل کو بھی پیش کرسکتے ہین کیونکہ خلیفہ مامون نے بھی ایک مجلس قائم کرکے اور مباحثہ کرا کے فدک کو واپس کیا تھا - سوا اسکے صاحب مغنی عمر بن عبد العزیز کے اوس فعل کا انکار کرتے ہین جو کہ اہل نقل مین بلا اختلاف معروف و مشہور ہے فقط - اور اسپر اونھون نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے -

جس سے ہم بحث کر رہے ہین -

اسی قصہ کو عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشیید المطاعن مین بھی نقل کیا ہے اور ان تمام روایتون کا ماحصل کچھ صرف یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اوس سے کہین یہ نہین ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے سامنے کیا تھا اسلیے یہ جتنی روایتین پیش کی گئی ہین وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہین ہین بلکہ برخلاف اسکے جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے مشکوۃ سے بروایت ابو داؤد لکھا ہے عمر بن عبد العزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے فاطمہؑ کو منع کیا تھا مین کیا اوسکا مستحق ہو سکتا ہون اسلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوسکو اوسی حال پر لوٹاتا ہون جس حال پر کہ وہ رسول اللہ اور ابوبکر و عمرؓ کے زمانے مین تھا چنانچہ اصل روایت متعلق اسکے تحفہ مین منقول ہے من شاء فلیرجع الیہ -

تیسری روایت جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ مین بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھکر موسم حج مین شائع کرنیکا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹی اور شیعونکی بنائی ہوئی ہے اسلیے کہ اسکے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہین جنمین سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث مین لکھ چکے ہین کہ واقدی کذابین اور وضاعین حدیث مین سے ہین - اور بشر بن غیاث زنادقہ مین سے ہے - اور اسی روایت کو عماد الاسلام مین مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین اوسکا ترجمہ لکھا ہے اور ان دونو مجتہدون سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور وضاعین حدیث اور زنادقین کی روایتین پیش کر کے اپنے دعوی کو ثابت کرنا چاہتے ہین اور اونکی روایتون کو اہل سنت کے اخبار صحاح مین سے بیان کرتے ہین - اور اسکا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی کے ہم

مستاق ہے نہیں اسلیے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتون کو جو جھوٹون اور حدیث کے بنانیوالون
اور زندیقون نے اسلام مین رخنہ ڈالنے کے لیے مشہور کر رکھی تھین طرح طرح سے پیش کرتی ہین
کبھی کچھ سند کا حوالہ دیکر کبھی کسی کتاب کا نام لیکر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر اونکا جھوٹ
کسی طرح چھپ نہیں سکتا اور جس رنگ مین وہ اوسے دکھاتے ہین اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش — کہ من آن جلوۂ قد می شناسم

چھٹی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو
حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم
اوپر نقل کر چکے ہین۔ اسمین دو راویون کے نام لکھے ہین ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان
باقی راویون کے نام مذکور نہیں ہین۔ دیگر راویون کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیے ہون یا
حضرات مجتہدین نے نقل کرنے مین تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتا چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت
کا اصلی ماخذ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اوسے ابوبکر احمد
بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن
ابی الحدید فرماتے ہین قال ابوبکر اخبرنا ابوزید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر
قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمیر ہوگا) بن حسان قال
قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن امر ابی بکر ان ابابکر انتزع
فدک من فاطمة فقال ان ابابکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام مین نقل
کی گئی ہے اور جسکے آخر الفاظ جو انھون نے چھوڑ دیے تھے اوسے ہمنے اوسکے بعد نقل
کر دیے ہین۔ اس روایت مین اتنی باتین غور طلب ہین اول تو ابن ابی الحدید اسکے ناقل ہین
اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہین گو شیعون نے اونکو علماے اہل سنت سے بیان کیا ہے۔ اور غرض
اوس سے یہ ہے کہ لوگون کو دھوکا ہوا اور اونھین علماے اہل سنت سے سمجھکر اونکی بیان کی ہوئی
روایتون سے لوگ شبہ مین پڑین مگر معتزلی ہونا اونکا تو ایسا کھلا ہوا ہے کہ اوسمین کوئی انکار ہی

نہیں کر سکتا اور اونکے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر اونکی کتاب شرح نہج البلاغہ
شاہد ہے ۔ دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب
سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے ۔ اور یہ کتاب آیا ابوبکر جوہری کی ہے یا نہیں یا کوئی کتاب اس نام کی
ہے بھی یا نہیں خود معرض بحث میں ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے
نہ اوسکا ذکر کیا ہے نہ کسی مشہور کتاب میں اوس سے کچھ لیا گیا ہے اسلئے ایسی گمنام کتاب کی
روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے ۔ ہمکو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے
کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے منہاج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز
صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ تا حال نام این کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ
و کتاب مجہول کہ مصنف آن نیز مجہول ست احتجاج و استدلال بآن نمودن چہ مستبعد ست کہ نام کتاب
را خود بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلہ آن اگر کسی بگوید کہ در اعجوبہ منہاج السالکین شخصی از مردم
بخارا نوشتہ کہ ابوبکر اعتراف بکفر خود کردمی تواند گفت و بالفرض اگر کتابی مسمی باین اسم از کتب شیعہ
بودہ باشد و این روایت دران مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد
و این ناصب و خواجہ او نہ دیدہ یا دیدہ و دانستہ غدر و فریب تاسیاً بامیر الغادرین نمودہ باشند
انتہی صفحہ ۵۲ صوارم ۔ اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح میں خطبہ بنت ابی جہل کی روایت
کی نسبت سید مرتضی علم الہدی کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہذا الخبر باطل
موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اہل النقل وانما ذکرہ الکرابیسی طاعناً
بہ علی امیر المومنین ومعارضاً بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی
اعدائہ وہیہات ان یشتبہ الحق بالباطل بعد ازان کلامی کہ فرمودہ است
محصل آن این ست کہ اگر امری دیگر درین روایت نبودہ باشد پس ہمین کہ راوی آن کرابیسی است و او
معلن بعداوت اہل بیت و ناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین و تکذیب آن ۔ صفحہ ۹۳ طعن الرماح
ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدوں نے فرمایا اوسی کو ہماری طرف سے بھی سمجھیں گے

اور بہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سنکر اوسے تسلیم کرین گے۔ اور ایسی روایتون
کے مجموعے ٹھہرنے مین شبہ نفرمائین گے۔ تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ اونھون نے
یہ روایت ابوزید سے لی ہے۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب مین بیان
کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدة بن زید النمیری ابوزید" اور گو عمر بن شبہ معتبرین
سے ہین مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت مین ابوبکر جوہری نے جو روایت انسے بیان کی ہے
اور ابوبکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے۔ تذکرة
الحفاظ ذہبی مین جہان عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والونکا نام ہے وہان ابوبکر جوہری
کا نام ہم اون مشاہیر مین سے نہین پاتے جنھون نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرة الحفاظ
مین ذہبی لکھتے ہین عمر بن شبة بن عبیدة الحافظ العلامة الاخباری ابوزید
النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیة الی قوله وعنه
ابن ماجة وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن
مخلد وخلق فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ
مشاہیر مین سے نہین ہین اور اسی لیے ابوبکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور اونکا حال ہمنے کسی کتاب
مین نہین دیکھا البتہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتین کین ہین اور اوس
مین جوہری کی روایتین عمر بن شبہ بلکہ صرف اونھین سے پائی جاتی ہین مگر اونکو مشاہیر محدثین اور
ائمہ مین سے کہنا سراسر غلط ہے۔ اور ابوالفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علماے شیعہ نے باوجود زیدیہ
ہونے کے اوسے علماے شیعہ مین شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی
نے جنکو زبدة المجتہدین اور حجة الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی
احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۷۶ مطبوع ایران ۱۳۰۶ ہجری مین اس طور پر
لکھا ہے۔ علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔ ذکرہ مولینا العلامة الحلی
فی خلاصته فی القسم الثانی وقال انه شیعی زیدی واوردہ صاحب الآمل ایضا فی عداد علماء الشیعة

وکان عالما روی عن کثیر من العلماء وکان شیعیا خبیرا بالاغانی والآثار والاحادیث المشہورۃ والمناکیر انتہی وکان اشتہار تشیعہ بین جماعۃ من اصحابنا من جہۃ ما اتاہ من مذہب الشیعۃ مع الزیدیۃ ومشارکتہا فی القول بان الامامۃ غیر خارجۃ عن الفاطمیۃ۔ چوتھے ابو زید نے اسکو محمد بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیسا کہ میزان الاعتدال میں لکھا ہے محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال العجلی کوفی ثقۃ یتشیع وقال ابو حاتم لہ اوہام اور اونھوں نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے۔ اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ وآت ذا القربی حقہ میں مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ پکے شیعہ تھے۔ اور انھوں نے نمیر بن حسان سے روایت کی ہے۔ مگر اسمین غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی۔ اسلیے کہ عماد الاسلام اور طعن الرماح مین انکا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید مین البختری بن حسان۔ مگر ہمکو ان دونو نامونمین سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب اور میزان الاعتدال مین نہین ملا۔ بہرحال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جبکہ اس روایت مین فضیل بن مرزوق داخل ہین تو یہ روایت بجز اسکے کہ یہ روایت شیعونکی سمجھی جاے اور کچھ نہین خیال کیجا سکتی۔ اگر سارے سلسلہ مین ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ اور علاوہ اسکے اخیر راوی اسکے خواہ نمیر بن حسان ہون یا بختری بن حسان خود اونکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اسلیے کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری خواہش یہ تھی کہ اس سے ابو بکر رض کے فعل پر عیب لگاؤن۔ اور اونکی برائی کرون۔ اسلیے کہ اسنے اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب مین ہین زشت وعیب ناک گردانیدن اور قاموس مین ہے الہجنۃ من الکلام ما یعیبہ والہجین اللئیم والتہجین التقبیح پانچوین روایت جو تشئید المطاعن مین ریاض النضرہ سے نقل کی ہے اوسکے راوی عبد اللہ بن ابو بکر بن عمرو بن حزم ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ مین اس روایت کا

نہ سمجھنے سے متوہم اسلیے کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ عبد اللہ بن ابی بکر نے کس سے یہ روایت کی ہے
اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جبتک
کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نہ کیے جائین اس قسم کی روایتون پر اعتبار نہین ہوسکتا۔
چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبیر سے نقل کی ہے اوسکے راوی محمد بن
عمر ہین اور اونھون نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور اونھون
نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اسمین راوی اول محمد بن عمر ہین اور یہ وہ ہین
جو واقدی کے نام سے مشہور ہین اسلیے کہ یہی ہشام بن سعد ہین اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے
روایت کرتے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔ اور واقدی کا حال اور اونکے تمام صفات
ہم اوپر آیہ و آت ذاالقربی حقہ کی بحث مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ حدیثون کے بنانے والون سے
ہین۔ اور کسی بات مین اونکی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز مین بھی قابل اعتبار نہین
ہے۔ اور ایسے متروک الحدیث ہین کہ تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکی نسبت لم اسق
ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ کہکر اونکا ترجمہ نہین لکھا۔ دوسرے راوی ہشام
بن سعد ہین انکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے کان یحیی بن القطان لایحدث
عنہ وقال النسائی ضعیف اور تقریب مین لکھا ہے لہ اوھام ورمی بالتشیع
اور تہذیب مین ہے قال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ
قسم اول کی روایتون کا حال اب ہم بیان کرچکے اور اونکے راویون کا غیر معتبر اور جھوٹا
ہونا ثابت کردیا۔ اور اسلیے ان روایتون پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب
نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چون گوز شتر است۔ اب باقی رہین اور اقسام کی روایتین اونکی نسبت
اگرچہ ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ ہم یہ تفصیل چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے
بیان کرچکے ہین کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان اوس واقعہ
کی صحت اور تصدیق کے لیے کافی نہین ہے گو اوسکا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہو اور

گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم مین بڑا ماہر اور نامی ہو۔ ان واقعات کی تصدیق کے لیے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیے۔ اگر ہزار عالم غلطی یا بیخبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کرین کہ اوس سے اوس واقعہ کی تصدیق ظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لیے کچھ مفید نہین ہے۔ بیش ازین نیست کہ یہ خیال کیا جاے کہ اوس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہین کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اوسے لکھدیا۔ خصوصاً متکلمین کو جو اعتراضون کے جواب دینے مین بہت کچھ ادھر ادھر دوڑنا پڑتا ہے اور قیاس کو دخل دیتے ہین اور جو جواب دینے خیال مین پڑجاتے ہین اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہین جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دفع کا دینے کے لیے پرزور تقریرون مین ظاہر کرتے ہین یہی حال اون اقوال کا ہے جو علماے امامیہ نے اس باب مین نقل کیے ہین۔ اور نہونا مسلسل روایت کا اوسکے عدم صحت کے ثبوت مین کافی ہے۔ مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لیے اون اقوال سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ ناقلین کی بے اعتباری یا اونکی علم ناواقفیت یا اونکا فن حدیث سے ماہر نہونا معلوم ہوجاے کہ یہی وجوہ ہین جن سے اس قسم کی روایتین کتابون مین درج ہوگئین اور علماے امامیہ کو عوام کے مغالطے مین ڈالنے کا موقع ملا۔

اس قسم کی روایتین شافی سے لیکر طعن الرماح کے رسالے تک جو کچھ بیان کی گئی ہین وہ اوپر ہم نقل کرچکے۔ اب ہم اونکا مختصر حال لکھتے ہین وہ روایتین یہ ہین۔

(۱) واقدی کی روایت جو علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین نقل کی ہے اور جسکا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی نے حضرت فاطمہ رض کے دعوی پر اونھین سند لکھدینے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رض مانع ہوے۔

(۲) معجم البلدان کی روایت جسکو احقاق الحق مین بیان کیا ہے۔ اور جسمین خلیفہ عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے۔

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق مین نقل کی گئی ہے اور جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابو بکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ابوبکر صدیق رض سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعوی ہبہ کے ہے جسکو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین نقل کیا ہے۔

(۶) ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت جسمین دعوی ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) مدارج النبوت اور مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتونکا حال سنیے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہین۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہین کہ ہر شخص اوسکی روایت کو جھوٹی سمجھیگا اور اوس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کریگا۔

معجم البلدان کی روایت جس مین عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا ذکر ہے اوسکی پوری بحث ہم طرائف کی روایت مین کر چکے ہین اور مامون کے رد فدک کی حقیقت ہمنے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اوسکے غلط ہونے مین یقینا کسیکو شبہہ نرہیگا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا مین متعلق فدک صرف ایک روایت ہے احوال عمر بن عبد العزیز مین حاصل اوسکا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلعم کا تھا اوس سے بنی ہاشم کے بچون کی اور بیوا اوون کی اعانت کرتے تھے فاطمہ رض نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اوسیطرح ابوبکر و عمر کے زمانے مین ہا مروان نے اوسکو جاگیر بنا لیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ مین فدک کو اوسطرح کرتا ہون جیسا کہ زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مین تھا انتہی ملخصا۔

چونکہ تاریخ الخلفا مین سوا اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہین ہے - اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہؓ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا - اور فدک کی آمدنی آنحضرت صلعم جس مصرف مین صرف فرماتے تھے شیخین رضؓ بھی اوسی مصرف مین اوسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبہ فدک و دعوی ہبہ فدک بیخ و بن سے منہدم ہو گیا - لہذا ہبہ فدک یا دعوی ہبہ فدک پر تاریخ الخلفا سے سند پیش کرنیکی نسبت سوا اسکے کیا کہا جاے کہ یہ ارباب علم بلکہ صاحب حیا کی شان سے بعید ہے - علاوہ اسکے تاریخ الخلفا مین بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہین ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اوس سے استدلال نہین کر سکتا ہے -

ابوبکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح مین نقل کی ہے اوسمین جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اوسکے راوی ہشام بن محمد کلبی ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۰۲ مین اصل روایت یون لکھی ہے قال ابوبکر و روی ہشام بن محمد عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان ام ایمن تشہد لی الخ (باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہین اور اونکے باپ بھی اسی لقب سے معروف - اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے چنانچہ انکے باپ کا حال جو ابوہشام کلبی سے بھی مشہور ہین بحث آیہ وآت ذا القربی حقہ مین اوپر ہم لکھ چکے ہین انکی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احول اور مومن الطاق کی روایتون کا پیش کرنا - اگر زرارہ اور احول کی روایتین سنیون پر حجت ہو سکتی ہین تو ہشام بن محمد کلبی اور ابوہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹون کی روایتین بھی ثبوت مین پیش کیجا سکتی ہین -

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جسمین زید بن علی سے سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے اوسکی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے۔ دوسرے ایک مقام پر اونھون نے ہبہ کے دعوی کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہین تھا۔ اسمین صاحب صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوی کی روایت سے بحث نہین کی صرف علی سبیل التسلیم والفرض اوسکا جواب دیا ہے۔ اور یہ عادت متکلمین کی ہے۔ اسمین اونھون نے یہ نہین بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جسطرح کہ اونھون نے اوسکی تکذیب بھی نہین کی غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اونھون نے اس روایت کی اصلیت نہین تحقیق کی اور اسطور پر جواب دیا ہے جس سے ضمناً اس دعوی کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ امر اس بات کو ثابت نہین کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو۔ روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویون کی تنقیح پر منحصر ہے۔ اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے۔

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف کے قولون کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہین۔ اسلیے کہ ملل ونحل مین شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہین کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہین کہ تیسرا اختلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث مین اور فاطمہ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتاً کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃً وراثتاً و تملیکاً اخری یہ کچھہ اصل روایت کو ثابت نہین کرتے۔ بلکہ غور کرنے سے تملیکاً اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ اگر خلاف تھا تو توریث مین یعنی اس مسئلہ مین کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ مین میراث جاری ہو سکتی ہے یا نہین۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ نہین تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض ہو سکتا ہے یا نہین اسلیے اس موقع پر الفاظ دعوی فاطمہؓ وراثۃ و تملیکاً اخری مہمل اور بے معنی ہین۔ سوا اسکے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اوس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجہ دعوی کے نہ سنے جانیکی حدیث نحن معاشر الانبیا ہے۔ اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ و تملیک۔ تملیکاً اخری کے دعوی کے ثابت کرنے کے لیے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اسوجہ سے یہ دعوی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہین ہوئی۔ بہرحال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ

الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہین - علاوہ برین ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی اون بزرگوارون
سے ہین جو خود عقائد مین متہم ہین جیسا کہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ مین لکھا ہے بل یمیل
الشھرستانی کثیرا الی اشیاء من امورھم بل یذکر احیانا اشیاء من کلام
الاسماعیلیة الباطنیة منھم ویوجھہ ولھذا اتھمہ بعض الناس بانہ من
الاسماعیلیة .... وقد یقال ھو مع الشیعة بوجہ ومع اصحاب الاشعری بوجہ ....
وبالجملة فالشھرستانی یظھر المیل الی الشیعة .... ولا یحتج بہ الا من ھو
جاھل وان ھذا الرجل یعنی الشھرستانی کان لہ بالشیعة المام و
اتصال وانخل فی اھواءھم بما ذکرہ فی ھذا الکتاب یعنی الملل والنحل یعنی شہرستانی
اکثر شیعون کی باتون کیطرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعون کے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر
کرتا ہے پھر اوسکی توجیہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگون نے اوسکو اسماعیلیون مین متہم
کیا ہے - اور کبھی لوگ یون بھی کہتے ہین کہ وہ ایک طرح سے شیعون کے ساتھ ہے اور ایک طرح
سے اہل سنت کے ہم خیال ہے - غرضکہ شہرستانی کا میل شیعون کیطرف ظاہر ہوتا ہے - اور
اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کرسکتا ہے - اس شہرستانی کو شیعون کے ساتھ ایک خاص
تعلق ہے اور اونکے خیالات فاسدہ مین سرشار -

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کیے گئے ہین وہ خود اوس قول کی تضعیف
کرتے ہین اسلیے کہ اوسنے فان قیل کے لفظون سے شروع کیا ہے - اور طالب علم تک
اس بات کو جانتے ہین کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر مین استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر
اور علی سبیل التسلیم جواب شبہہ کے مقام مین - علاوہ برین صاحب مواقف اور اوسکے شارح
بلاشبہہ علماے متکلمین اہل سنت سے ہین - مگر حدیث وخبر مین مجرد اونکا قول قابل سند نہین ہے
غایة ما فی الباب ان عالمون کا درجہ سنیون مین ایسا سمجھ لینا چاہیے جیسا کہ خواجہ نصیر الدین طوسی
کا شیعون مین ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتون اور حدیثون کو کوئی عالم علماے

شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہین ہانیگا جبتک کہ وہ حدیث نقل کرے یا کسی علمائے شیعہ سے صحیح پر
اونکا قول مبنی نہو۔ گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی اور متکلم تھے۔ اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح
ام ایمن اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہین بلکہ اس بات پر دال ہے
کہ صحیح یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے بنانیوالیکا لفظ ام کلثوم نہین ہے بلکہ اوس فرات بن الاحنف ثابت
کا لفظ بجاے ام کلثوم کے ام ایمن ہے نہ ام کلثوم اسلیے اونھون نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ
والصحیح ام ایمن۔ اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید
ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علماے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے
یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اول شیعہ تھے اور بعد اوسکے
سنی ہوے اسلیے اونکو ان روایات پر خوب اطلاع تھی اونکو یہ غلطی بادی النظر مین معلوم ہوگئی
اور اوسکی اصلاح کردی۔ اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اونھون نے کل روایت کی صحت ثابت
کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھکر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جاے کہ اونھون
نے اسی لیے بیان کیا ہے تو وہ اونکا خیال ہے اور اوس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال اونکا
غلط تھا اسلیے کہ یہ چیزین قیاسی نہین ہین بلکہ خبر سے متعلق ہین اور خبر کے لیے اوسکی تصدیق
ضرور ہے۔ واذ لیس فلیس۔

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہین ہوتی اسلیے
کہ اسمین بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوی کی نہین کی اور نہ تصحیح
اس بات کی کہ روایت جس مین ذکر ہبہ کا ہے شیعونکی ہے یا سنیون کی اور اسطرح کے جواب
دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہین آتا۔ کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہے
کہ اونھون نے اپنی تفسیر مین بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین دیا ہے بحث روایت
سے نہین کی اور اوسکی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہین ہوے۔ اور اوسکا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی
اور فلسفی تھے اور ایسے مباحث مین معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض

کو مانا ہوا تسلیم کر کے اوس کا جواب دیتے ہیں وہ اون محققین اور مدققین میں سے نہین ہین جن کا قول اخبار اور احادیث مین سند ہوا اور خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ قصداً اون کے جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اوس روایت کی تکذیب پر مستعد نہین ہوئے اور ہم از روے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہین کہ اخبار و احادیث مین کسی کا قول معتبر نہین ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیون نہو بلکہ اصل خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویون سے وہ بیان کی گئی ہے اون کے حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہون اور اون پر کوئی الزام لگایا گیا ہو وہ قابل لحاظ کے ہے۔ اور پھر اوسمین یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد مین سے ہے یا مشہور اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتون سے متناقض ہے کہ نہین اور یہ کام محققین اور اہل فن کا ہے۔ اسلیے چند عالمون کی کتابون مین سے چند عبارتین نقل کر دینے سے مدعا ثابت نہین ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ مین سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالمون کی روایتون کے نہ ماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہین باب مناظرہ ہی بند ہوا جاتا ہے اور صرف یہ جواب کہ وہ حدیث مین ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اونسے خطا ہو گئی یا اونھون نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اونسے چاہیے کہ اس کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اوس سے اوسکو اس قسم کے خیالات کا کافی اور تسلی بخش جواب ملیگا۔

جو شہادت ہمارے یہان کی کتابون سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا تھا پیش کی تھی اوسکی حقیقت کہ وہ کہان تک قابل ماننے کے ہے بہ تفصیل ہمنے بیان کر دی۔ اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ خود شیعون کی روایتین متعلق اس دعوی کے ایسی متناقض یا مختلف ہین

کہ اونکا باہمی تناقض اور اختلاف اون کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

تناقض اور اختلاف جو شیعوں کی اون روایتوں میں ہے جنمین ہبۂ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے

تناقض ثابت کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اول ہم شیعون کی روایتین جو متعلق دعوی ہبۂ فدک کے ہین بیان کرین پھر اونکا تناقض دکھائین مفصلۂ ذیل روایتین شیعون نے اسکے متعلق بیان کی ہین۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیر المومنین علی ابی بکر وعمر لما منع فاطمۃ الزہرا فدک بالکتاب والسنۃ مین بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوے اور تمام مہاجرین و انصار پر پوری طور سے اونکی حکومت قائم ہوگئی تو اونھون نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اوسنے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور فرمایا کیون تم نے مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیون میرے وکیل کو فدک سے نکالدیا اسپر اونھون نے اون سے گواہ مانگے۔ اور اسی روایت مین بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو سند لکھدی اور عمر نے اوسے چاک کردیا اور فاطمہؑ روتی ہوئی چلی گئین فلما کان بعد ذلک جاء علی الی ابی بکر وھو فی المسجد وحولہ المہاجرون والانصار اسکے بعد حضرت علی ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اونکے پاس مسجد مین مہاجر و انصار جمع تھے۔ اور علیؑ نے آکر کہا کہ کیون تم فاطمہؑ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی مین اوسکی مالک تھین۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانون کا ہے اگر وہ گواہ پیش کرین تو اونکو ملیگا ورنہ اونکا کچھ حق نہین اوسپر امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تم ہمارے حق مین خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کروگے اونھون نے کہا نہین تو آپنے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے قبضے مین ہو اور وہ اوسکے مالک ہون اور مین اوسپر دعوی

کرون تو تم کس سے گواہ مانگو گے اونھون نے کہا تم سے - کہا پہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہ سے
گواہ مانگتے ہو اوس چیز کے متعلق جو اونکے قبضے مین ہے - اور جسکی وہ پیغمبر خدا کی زندگی مین اور
اونکے بعد مالک تھین اور مسلمانون سے تم گواہ نہین مانگتے کہ وہ اوسکا دعوی کرتے ہین
یہ سنکر ابوبکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ اے علی یہ باتین جانے دو کہ ہم تمھاری حجتون پر غالب
نہین آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کروگے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانون کا ہے نہ تمھارا حق ہے
نہ فاطمہ کا - پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتونکا ذکر کرکے لکھا ہے کہ پھر بالآخر دیکھکر لوگ غصے
مین آگئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علی اور فاطمہ سچ کہتے ہین - علی اپنے
گھر چلے آئے اور فاطمہ مسجد نبوی مین تشریف لیگئین اور اپنے باپ کی قبر پر طواف کیا اور یہ شعر
پڑھنے لگین "قد کان بعدک انباء و هنبثة" الخ بعد اسکے اس روایت مین یہ بیان
ہے کہ ابوبکر و عمر نے یہ حالت دیکھکر اور آیندہ کا خوف کرکے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرادین اور اسکے
لیے خالد کو تجویز کیا - اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کرینگے -

(۴) علل الشرایع والاحکام تالیف شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی
کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۷۰ مین ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے
اور اونھون نے ابن عمیر سے اور اونھون نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی بیان
کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابوبکر نے فاطمہ کو فدک سے روکا اور اونکے وکیل کو نکالدیا حضرت علی
مسجد مین آئے اور ابوبکر وہان بیٹھے ہوے تھے اور اونکے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپنے
فرمایا کہ اے ابوبکر تمنے کیون فاطمہ کو روکا اوس چیز سے جو رسول اللہ نے اونکو دیدی تھی اور
اونکا وکیل اوسپر برسون سے قابض تھا - ابوبکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانونکے لیے فے ہے اگر
وہ شاہد عادل لاوین تو خیر ورنہ فاطمہ کا اسمین کچھ حق نہین ہے - علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لیے
برخلاف اوسکے جو اور مسلمانون کے لیے تم حکم دیتے حکم دوگے تو اونھون نے کہا کہ نہین
تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے ہاتھ مین ہو اور مین دعوی کرون تو تم کس سے

گواہ مانگو گے۔ ابوبکر نے کہا ہم سے۔ علی نے کہا اگر جو چیز میرے ہاتھ مین ہو اور مسلمان اوسپر دعویٰ کرین تو تم مجھسے گواہ مانگو گے۔ ابوبکر یہ سنکر چپ ہو رہے عمر نے کہا کہ یہ مال مسلمانون کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتین نہین سنتے۔ پھر اسپر اور باتین اونکے آپس مین ہوئین جسے سنکر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جسکی تفصیل اس روایت مین ہے اور اوسکو ہم اپنے موقع پر بیان کرین گے۔

(۳) روایت یہ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتون کے ابوبکر قائل ہوے اور فدک کی سند فاطمہؓ کے لیے لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی ہوئی حضرت فاطمہؑ اوس سند کو لیکر باہر نکلین عمر اونکو ملے اور پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکر کے پاس سے اور سند لکھدینے کا بھی ذکر کیا۔ عمر نے کہا ذرا مجھے دکھا دیجیے آپ نے وہ کاغذ عمر کو دیدیا عمر نے اوسپر تھوک دیا اور اوسکو مٹا دیا پھر علیؑ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ ای بنت رسول اللہ کیون تم غصے مین ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمر نے کیا تھا۔ تب حضرت علی نے فرمایا ما رکبوا منی و من ابیک اعظم من ھذا کہ ان لوگون نے میرے حق مین اور تمہارے باپ کے حق مین اس سے بڑھکر دوسری بات نہین کی۔ الی آخر القصہ۔ بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار۔

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ مین کتاب الاختصاص سے بسند عبداللہ بن سنان کے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکر خلیفہ ہوے تو اونھون نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ آئین اور کہا کہ تم دعویٰ کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہو اور اونکے مقام پر بیٹھے ہوے تھے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فدک دیگئے ہین میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسکے میرے پاس گواہ موجود ہین۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا یہ سنکر حضرت فاطمہؑ علیؓ کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا حضرت علی نے اونکو صلاح دی

کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاؤ اور اون سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ
سلیمان داود کے اور یحیی زکریا کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ عمر نے
فاطمہؑ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے۔ فاطمہؑ نے کہا گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کسنے مجھے
سکھایا ہے میرے ابن عم علی نے۔ ابوبکر نے کہا کہ عائشہ اور عمر دو لوگ گواہی دیتے ہین کہ اونھون
نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث فاطمہؑ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے
جو اسلام مین دی گئی۔ تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور
مین اسپر گواہ بھی رکھتی ہون تو ابوبکر نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو
لائین۔ ابوبکر نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تمنے پیغمبرؐ سے سنا ہے جو فاطمہؑ کہتی ہین اونھون نے
کہا ہان مین نے سنا ہے اور کیا تمنے نہین سنا کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ سیدۂ زنان جنت
ہین تو کیا جو سیدۂ نسائے جنت ہو وہ اوس چیز کا دعوی کریگی جو اوسکی نہو اور مین ایک عورت
اہل جنت سے ہون کیا مین وہ گواہی دونگی جو مین نے پیغمبرؐ سے نہ سنا ہو۔ عمر نے کہا کہ یہ
باتین چھوڑو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا کہ مین حضرت فاطمہؑ کے گھر مین بیٹھی
ہوئی تھی اور آنحضرتؐ بھی وہان تشریف فرما تھے کہ اتنے مین جبرئیل آئے اور کہا اے محمدؐ اوٹھو
تاکہ بموجب حکم خدا کے مین فدک کی حدبندی اپنے پرون سے کردون۔ آپ اوٹھے اور جبرئیل
آپکے ہمراہ ہوے کچھ دیر ہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے فاطمہؑ نے پوچھا کہ آپ
کہان تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا جبرئیل نے فدک کے حدود بتائے اور اوسپر خط
کھینچدیا تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدک
فصدق بها علی فقال هی صدقة علیک فقبضتها کہ اے میرے باپ مین افلاس
اور محتاجی سے آپکے بعد ڈرتی ہون یہ فدک مجھے دیدیجیے آپ نے فرمایا اچھا یہ تمہارے لیے
عطیہ ہے اور فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو
اسی روایت مین پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے فاطمہؑ کو سوار کرا کے چالیس دن رات مہاجرین و

انصار کے گھر گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی نکی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئیں اور اون سے مدد چاہی اونھون نے بھی انکار کیا اور کہا کہ مین تنہا ہون پس فاطمہؑ اون سے خفا ہو کر چلی آئیں۔ الی آخر القصہ۔

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار مین ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل بن عمر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ میرے آقا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب ابو بکرؓ خلیفہ ہوے تو عمرؓ نے کہا کہ آدمی دنیا کے دلدادہ ہین اسلیے علیؓ اور اہل بیت سے خمس اور فئے اور فدک کو روک دو کیونکہ جب اونکے یار یہ امر جان جائین گے تو علیؓ کو چھوڑ دین گے اور دنیا لینے کی غرض سے ہماری طرف رجوع کرین گے۔ ابو بکر نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب ابو بکرؓ نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آئے کہ مین اوسکو ادا کرونگا۔ اور جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا۔ تو علیؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابو بکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر کرو۔ فاطمہؑ نے اونسے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے کہا کہ فدک کو تو خداوند تعالی قرآن مین فرماتا ہے کہ اوسکو مجھے اور میری اولاد کو دیدو یعنی یہ آیت وات ذا القربی حقہ مین اور میری اولاد رسول اللہ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا۔ جبریل نے پھر اسکے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا تو آپ نے پوچھا کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالی نے آیہ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ نازل کی پھر خمس کے پانچ حصہ کیے اور یہ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى الخ جو اللہ کے لیے ہے وہ اوسکے رسول کا ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ ہم قرابت والون کے لیے ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ابو بکرؓ نے عمر کیطرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو۔ عمرؓ نے پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہین۔ فاطمہؑ نے کہا کہ یتیم وہ ہین جو اللہ اور رسول

اور ذی القربی سے یتیم ہوں۔ اور مساکین وہ ہیں جو اونکے ساتھ دنیا اور آخرت میں رہتے ہوں
ور ابن سبیل وہ ہے جو انکا طریق چلتا ہو۔ عمرؓ نے کہا تو خمس اور فئے سب تمھارا اور تمھارے
احباب اور شیعوں کا ہوا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچوں کے لیے کر دیا ہے
اوسمین احباب اور شیعوں کا کچھ حق نہیں۔ اور خمس کو ہم ہیں اور ہمارے احباب ہیں تقسیم کیا ہے
عمرؓ نے کہا کہ اور تمام مہاجرین و انصار و تابعین باحسان کے لیے کیا ہوگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ اگر وہ
ہمارے احباب میں سے ہیں تو اونکے لیے وہ صدقات ہیں جنکی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس
آیت میں اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَ
الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ عمرؓ نے کہا کہ فدک تو تمھارا خاص ہوا اور فئے تمھارا
اور تمھارے احباب کا ہوا میں نہیں سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہو جاینگے
فاطمہؑ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اسپر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اسکی تقسیم کی ہے نہ عداوت
اور مخالفت پر۔ جو ہمسے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ
خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت
میں مستحق ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ تم جس کا دعوی کرتی ہو اوسکے گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے کہا کہ تمنے جابر اور
جریر کی تصدیق کی اور اونسے گواہ نہ طلب کیے۔ اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ جابر اور جریر نے
تو تھوڑی سی شی کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعوی پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار مرتد
ہو جائیں گے۔ فاطمہؑ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ ہیں تو
اونھوں نے تو اونکے دین کی طرف ہجرت کی ہے۔ اور انصار وہ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان
رکھتے ہیں اور ذوالقربی کے ساتھ احسان کریں۔ تو ہجرت بھی ہمارے لیے ہوئی اور نصرت بھی
اور اتباع باحسان بھی بے ہمارے نہیں ہو سکتا۔ اور جو ہمسے مرتد ہو جاسے تو وہ جاہلیت میں جا ملے
عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتیں چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ فاطمہؑ نے علی و حسنین و ام ایمنؓ و اسماکو بلوا بھیجا
ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی۔ عمرؓ نے کہا کہ علیؓ تو فاطمہؑ کے زوج ہیں اور

حسنین بیٹے ہیں اور ام ایمن اونکی شہید ہیں اور اسما پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو
بنی ہاشم ہی کی گواہی دیگی اور اب فاطمہ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہیں۔ علیؑ نے
کہا کہ فاطمہ تو ایک جزو رسولؐ اللہ ہیں جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہ کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب
کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حسنینؑ رسول اللہ کے نواسے ہیں اور جوانان جنت
کے سردار ہیں جو انکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے
ہیں۔ اور میری شان میں رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تو مجھسے ہے اور میں تجھسے۔ اور تو میرا دنیا
اور آخرت میں بھائی ہے۔ جو تجھپر رد کرتا ہے وہ مجھپر رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری
اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ میں
رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسما اور اوسکی اولاد کے لیے آپ نے دعا دی ہے۔
عمر نے کہا کہ جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہیں ہوتی۔ علی نے
کہا کہ جب ہم ایسے ہیں جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہیں کرتے اور پھر ہماری شہادت ہماسے لیے
مقبول نہیں اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ہمنے
اپنے لیے دعوی کیا تو تم ہمسے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہیں کہ وہ گواہی دے۔ اور تم
لوگوں نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اوسکو اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و
حجت کے نکالا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو
خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابوں میں شیعوں کی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہراؑ کے
نام سے مشہور ہے اور جسمیں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو جب خبر ہوئی کہ ابوبکر نے فدک سے
محروم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ مسجد نبوی میں ابوبکر کے پاس آئیں اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ
ارشاد کیا جسمیں اونکے ظلموں کی شکایت کی اور آیات قرآنی اور دیگر حجتوں سے ابوبکر کو ملامت کی
اور اپنے حق ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ سعی کا اوٹھا نہ رکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے

ہم آیندہ موقع پر بیان کرینگے۔ مگر اسمین کچھ ذکر ہبہ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اوسمین نہین فرمایا۔ جو
کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اوس تقریر مین آپ نے فرمایا انتم
الآن تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاھلیۃ تبغون ۔۔۔ یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب
اللہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ افعلی عمد ترکتم
کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظھورکم اذ یقول وورث سلیمان داؤد۔ کیا تم گمان
کرتے ہو کہ ہمکو میراث نہین مل سکتی کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہو۔ اے ابوبکر کیا خدا کی کتاب مین یہ ہے
کہ تم اپنے باپ کے وارث ہوا ور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا جان بوجھکر تمنے خدا کی
کتاب کو چھوڑ دیا اور اوسے پس پشت پھینکدیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمان وارث ہوے
اپنے باپ داؤد کے۔ اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوب
کی وارث ہو۔ باوجود اسکے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے۔۔۔
خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تمکو معلوم ہو جائے گا۔

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۳ مین یہ لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ فاطمہ ابوبکر کے پاس آئین
اور پوچھا کہ تمھارا کون وارث ہوگا۔ اونھون نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپنے فرمایا کہ پھر مین کیون
اپنے باپ کی وارث نہون۔ تب اونھون نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا لیکن مین
اوسے اوسی کام مین صرف کرونگا جسمین پیغمبر خدا خرچ کرتے تھے اور اونھین کو دونگا
جنکو پیغمبر خدا دیا کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی مین جب تک زندہ رہونگی
ایک بات بھی تم سے نکرونگی اور پھر جب تک زندہ رہین اونھون نے ابوبکر سے بات چیت نکی۔

(۸) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاطمہ ابوبکر کے پاس آئین اور میراث کا
مطالبہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تو آپ علی کے پاس واپس
تشریف لائین۔ علی نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمان داؤد کے کیون وارث ہوے
زکریا نے کیون کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

مگر اونھوں نے نہ سنا۔

(۹) بحار الانوار میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو اسپر حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ اونھوں نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث نہیں ہوے۔ اسپر ابوبکر خفا ہوے اور کہا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہیں ہوتا تب فاطمہؑ نے کہا کیا زکریا نے یہ نہیں کہا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اسپر بھی اونھوں نے یہی جواب دیا کہ النبی لا یورث پھر فاطمہؑ نے کہا کہ کیا خدا نے نہیں کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ اسپر بھی اونھوں نے یہی کہا کہ النبی لا یورث۔

(۱۰) بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ بعد پیغمبرؐ کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لیے آئیں ابوبکر نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم سوا سچ کے کچھ نکہو گی لیکن گواہ لاؤ اسپر وہ علیؑ کو لیگئیں اور اونھوں نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لیگئیں اونھوں نے بھی شہادت دی اسپر ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو میں فدک کی سند لکھدوں۔

(۱۱) احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کر دیا تب آپ نے اونکو یہ خط لکھا۔ شُقُّوا مُتَلَاطِمَاتِ أَمْوَاجِ الْفِتَنِ بِحَيَازِيمِ سُفُنِ النَّجَاةِ وَحُطُّوا تِيجَانَ أَهْلِ الْفَخْرِ بِجَمْعِ أَهْلِ الْغَدْرِ وَاسْتَضَاءُوا بِنُورِ الْأَنْوَارِ وَاقْتَسِمُوا مَوَارِيثَ الطَّاهِرَاتِ الْأَبْرَارِ وَاحْتَقِبُوا ثِقْلَ الْأَوْزَارِ بِغَصْبِهِمْ نِحْلَةَ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ فَكَأَنِّي بِكُمْ تَتَرَدَّدُونَ فِي الْعَمَى كَمَا يَتَرَدَّدُ الْبَعِيرُ فِي الطَّاحُونَةِ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أُذِنَ لِي بِمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ لَحَصَدْتُ رُؤُوسَكُمْ عَنْ أَجْسَادِكُمْ كَحَبِّ الْحَصِيدِ بِقَوَاضِبَ مِنْ حَدِيدٍ وَلَقَلَقْتُ مِنْ جَمَاجِمِ شُجْعَانِكُمْ مَا أُقْرِحُ بِهِ آمَاقَكُمْ وَأُوحِشُ بِهِ مَحَالَّكُمْ فَإِنِّي مُنْذُ عَرَفْتُمُونِي

مُردي العساكر ومفني الجحافل ومبيد خضراءكم وخمد ضوء وضاءكم
وجدّ الله وأبي إذ أنتم في بيوتكم متنكفون وإني لصاحبكم بالأمس
لعمر أبي أن تحبوا أن تكون فينا الخلافة والنبوة وأنتم تذكرون أحقاد بدر
وثارات أحد أما والله لو قلت ما سبق من الله فيكم لتداخلت أضلاعكم
في أجوافكم كتداخل أسنان دوارة الرحى فإن نطقت تقولون حسدا وإن
سكتّ فيقال جزع ابن أبي طالب من الموت هيهات هيهات أنا الساعة
يقال لي هذا وأنا الموت المميت خواض المنيات جوف الليل
حامل السيفين الثقيلين والرمحين الطويلين ومكسر الرايات
في غطامط الغمرات ومفرج الكربات عن وجه خير البريات ايهنوا
فوالله لابن أبي طالب آنس بالموت من الطفل إلى محالب أمه هبلتكم
الهوابل لو بحت بما أنزل الله فيكم في كتابه لاضطربتم اضطراب
الأرشية في الطوى البعيدة ولخرجتم من بيوتكم هاربين وعلى وجوهكم
هائمين ولكني أهون وجدي حتى ألقى ربي بيد جذاء صفراء
من لذاتكم خلوا من طحناتكم فما مثل دنياكم عندي إلا كمثل
غيم علا فاستعلى ثم استغلظ فاستوى ثم تمزق فانجلى رويدا فعن
قليل ينجلي لكم القسطل فتجدون ثمر فعلكم مرا أم تحصدون غرس
أيديكم ذعافا ممزقا وسما قاتلا وكفى بالله حكيما وبرسول الله خصيما
وبالقيامة موقفا ولا أبعد الله فيها سواكم ولا أنعس فيها غيركم والسلام
على من اتبع الهدى یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر وغرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت
کی روشنی میں آئے لیکن بالآخر تم نے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر
بار گناہ سر پر لیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم گمراہی میں اسطرح ٹکراتے پھرتے ہو جسطرح اونٹ چکی میں

پکڑتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجکو اجازت ہوتی تو مین تلوار سے تمہارے سر اسطرح اوڑا دیتا جسطرح کہیتی
کا ٹکڑ ڈھیر کر دیتے ہین۔ اور تمہارے بہادرون کو اسقدر قتل کرتا کہ تمہاری آنکھین پہوٹ جاتین۔
اور تمہارے گہر وحشتناک ہوجاتے۔ تم ابتدا سے مجکو جانتے ہو کہ مین نے فوجین غارت کردی
ہین لشکرون کو تباہ کردیا ہے تمہاری سرسبز زمینین تباہ کردی ہین تمہارے ہنگامون کو دبادیا ہے
تمہارے بہادرون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہین۔ اوسوقت تم اپنے گہرون مین دبکے بیٹھے تھے۔
کل تمنے مجکو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تمنے دل سے کبھی نہین چاہا کہ ہمارے گہر مین
خلافت اور نبوت دونو رہنے پائین۔ کیونکہ تمکو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہین بہولے۔
بخدا اگر مین خدا کے فیصلے کو جو تمہارے متعلق وہ کرچکا ہے ظاہر کردون تو تمہاری ہڈیان پسلیان
اس طرح آپس مین ٹکرا جائین جسطرح چکی کے دونو پاٹ کے دندانے مل جاتے ہین۔ مین کچھ کہتا ہون تو تم
کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہون اور چپ رہتا ہون تو لوگ کہتے ہین کہ ابوطالب کا بیٹا موت سے ڈرگیا
افسوس افسوس مین خود موت ہون اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ مین مرگ کشندہ ہون۔ مین
اندھیری راتون مین معرکون مین گھس جانے والا ہون مین تیغ وسنان کا حامل ہون۔ مین لڑائی کے
ہنگامے مین نیزون کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہون۔ مین نے رسول اللہ کے سامنے سے مشکلین ہٹادی
ہین۔ ذرا ٹھہرو۔ خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ مان کی چھاتی
سے۔ تمپر موت آئے خدا نے جو کچھ تمہاری شان مین کہا ہے اگر مین ظاہر کردون تو تم رسی کیطرح
بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر کھاگو ادھر اودھر ٹکراتے پھرو۔ لیکن مین اپنے جوش کو دباتا ہون اوسوقت
تک کہ اپنے خدا سے اس حال مین ملون کہ میرے ہاتھ دنیا کی لذتون سے (جسکو تم محبوب رکھتے
ہو) خالی ہون۔ کیونکہ تمہاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا پھر دلدار ہو کر
ہر طرف چھا گیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر مین غبار صاف ہوجائے گا
اور تم اپنے کیے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتون کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے
جو سم قاتل ہوگی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا

عدالت کا ہوتا۔ خدا اوس دن کسی کو اوٹھائے سوا اپنی رحمت سے دور رکھے۔ اور تمہارے سوا کسی کو ہلاک نکرے اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اوس پر سلام ہو۔ انتہی۔

(۱۴) بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۳ مین جابر جعفی سے یہ روایت ہے کہ ابو بکر نے اشجع بن مزاحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اوس کا بھائی علی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا۔ اوسنے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا اور اونکی رعایا پر ظلم شروع کیا۔ اون لوگون نے حضرت علی کو خبر دی اور اوسکے ظلم و ستم کا استغاثہ کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت علی بعجلت سوار ہوے اور عمامہ سیاہ سر پر رکھا اور دو تلوارین باندھین اور امام حسنین اور عمار اور فضل اور عبد اللہ پسران حضرت عباس اور عبد اللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اوس گاؤن کے پاس جو مسجد تھی وہان ٹھہرے۔ اور امام حسین کو بھیجا کہ ابو بکر کے متولی کو بلا لاؤ۔ آپ گئے اور اوس سے کہا کہ امیر المومنین تجھے بلاتے ہین اوسنے کہا کہ کون امیر المومنین آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب۔ اوسنے جواب دیا کہ امیر المومنین تو ابو بکر ہین جو خلیفہ ہین۔ اسپر امام حسین نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالب بلاتے ہین اونکے پاس چلو۔ اسپر اشجع نے کہا کہ مین سلطان ہون اور علی عوام مین سے ہین اور اونکو مجھسے کام ہے تو خود اونکو میرے پاس آنا چاہیے اسپر امام حسین نے جواب دیا کہ افسوس ہو تجھپر کیا میرے والد جیسا عوام مین سے ہوا اور تو سلطان اوسنے کہا ہان بیشک۔ تمہارے باپ نے ابو بکر کی بیعت نہین کی مگر جبر واکراہ۔ اور ہمنے اوسکی بیعت خوشی سے کی ہے۔ یہ سنکر امام حسین واپس آئے اور حضرت علی کو اسکی خبر دی تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ تم اوسکے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانہ کعبہ کے ہین کہ اوسکے پاس لوگ آتے ہین نہ یہ کہ وہ لوگون کے پاس جاے عمار اشجع کے پاس گئے اور اوس سے سخت گفتگو کی۔ یہانتک کہ نوبت اسکی پہونچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا۔ اسکی خبر حضرت علی کو پہونچی آپ نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ اشجع کو جاکر پکڑ لاؤ۔ اسپر آپکے اہل بیت جو آپکے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہا کہ آج تو علی کے ہاتھ سے

مارا جاتا ہے اور اوسنے پکڑ لاے۔ اوسے دیکھکر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تو نے اہل بیت
کا مال لے لیا اور اوسپر اپنا قبضہ کیا۔ اوسنے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تمنے آدمیون کا خون
بہایا۔ اور مین ابوبکر صدیق رض کے فرمان و مرضی کو تمھاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہون
آپ نے فرمایا کہ مین کوئی اپنا گناہ نہین سمجھتا سوا اسکے کہ مین نے تیرے بھائی کو مارا ہے
اور وہ باعث انتقام نہین ہو سکتا خدا تجھے ذلیل کرے۔ اوسنے بھی ایسا ہی سخت جواب
علی رض کو دیا اور کہا کہ خلفا کے حسد مین تم ہلاک ہو گئے۔ اسپر فضل کو غصہ آیا اور اوسکا سر اوڑا دیا اسپر
اشجع کے ہمراہیون نے فضل پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علی رض نے ذو الفقار میان سے نکالی
جبکہ اشجع کے ہمراہیون نے علی کی چمکتی ہوئی آنکھین اور ذو الفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتھیار
پھینکدیے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہین۔ علی رض نے اون سے کہا کہ اس اپنے چھوٹے صاحب
کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لیجاؤ چنانچہ اوسکے ہمراہی اشجع کا سر لیگئے اور اوسکو
ابوبکر رض کے سامنے ڈالدیا۔ یہ حالت دیکھکر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوے اوسوقت ابوبکر رض نے
کہا کہ تمھارے بھائی ثقفی نے خدا اور اوسکے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور مین نے اوسے
صدقات مدینہ پر متولی کیا۔ اور اب علی رض نے اوسے اس بری طرح سے مارا اور مثلہ کیا اب چاہیے
کہ تم مین سے جو شجاع ہین وہ جائین اور اس کا تدارک کرین۔ سب اسے سنکر سکتہ مین رہگئے
اور نقش بدیوار ہو گئے۔ ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہین رکھتے اور کچھ بولتے نہین۔ اسپر
ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہین۔ اور دوسرے نے کہا کہ ملک الموت
کا دیکھنا بہتر ہے علی کے دیکھنے سے۔ ابوبکر رض نے کہا کہ تم علی رض سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب
دیتے ہو۔ اسپر عمر متوجہ ہوے اور کہا کہ یہ کام سواے خالد کے کسی سے نہین ہو سکتا۔ تب ابوبکر نے
خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار۔ تم ایک فوج لیکر جاؤ کہ علی نے ہمارے
رفقا مین سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت مین بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علی کو لے آؤ
اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمھاری خطا معاف ہوگی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہون تو اونکو زندہ پکڑ کر لے آؤ

لشکر خالد پانچسو مردان کارزار لیکر روانہ ہوے۔ فضل نے اونکو آتا دیکھکر علی کو خبر کی۔ آپنے فرمایا کہ تمام صنادید قریش اور سواران ہوازن جمع ہون تب بھی مین اوٹھنے نہین ڈرتا۔ خالد وہان پہونچے اور علی سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تمنے کی اور کیون کیسی ہوئی آگ کہ مشتعل کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابوبکر سے ڈراتے ہو اور تمکو مالک نویرہ جانتے ہو کہ جسکو تمنے مارا اور اوسکی بی بی کو اپنے نکاح مین لاے۔ مین اپنے قاتل کو خود جانتا ہون اور شہادت کی امید رکھتا ہون اور اگر مین چاہون تو تمہین ابھی اس مسجد کے صحن مین مار گرادون۔ اسپر خالد غصہ مین آگئے۔ اور آپ نے ذوالفقار نکالی۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے۔ حضرت نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے یہ حالت دیکھکر ابن صباح نے کہ ایک مرد عاقل تھا کہا کہ بخدا ای علی رضی ہم کچھ براہ عداوت نہین آئے۔ تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٓہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہین اسپر حضرت امیر المومنین رضی مڑے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بیخود تھے۔ آپ نے فرمایا ای خالد تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمہاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تمنے ناکثین اور خائنین کی بیعت کر لی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کرکے لیجاؤ۔ کیا تم حالت عمرو بن عبدود اور مرحب اور جنگ خیبر کی بھول گئے۔ اسپر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہین وہ مین جانتا ہون لیکن عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمنے ابوبکر کی بیعت صرف اونکی نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی امید پر کی ہے۔

ان روایتون مین جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اسمین تاویل کی کچھ گنجائش نہین ہے اور یہ نا ممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کیجائے اور تسلیم صحت کے بعد دعوی ہبہ کا زبان پر لایا جاسے ہم اون اختلافات مین سے بعض ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہین۔

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب

حضرت فاطمہؓ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئین اور اون سے سوال کیا کہ کیون میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت مین جو علل الشرائع سے ہمنے لکھی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؑ مسجد مین آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیون تمنے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ اونکے پاس آئین۔ شاید حضرات امامیہ اس کا یہ جواب دین کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؑ آئین۔ مگر چھٹی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے جسمین حضرت فاطمہؑ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹین اور گھر پہونچین تو وہان حضرت علیؑ بیٹھے ہوئے اونکا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے پہونچتے ہی اون پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت دردانگیز اور غضب آمیز الفاظ مین فرمایا کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان یا خائفان در خانہ گریختہ و بعد از آنکہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی و مغلوب این نامردان گردیدہ۔ پسر ابوقحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد و تو از جای خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ نے گھر مین سے قدم کبھی باہر نہ نکالا تھا اور اس معاملہ مین ابوبکرؓ کے پاس جانا اور اون سے مطالبہ کرنا اور اونکو ملامت کرنا بیک طرف فاطمہؑ کی کچھ بھی مدد نکی تھی۔ اگر حضرت علیؑ تشریف لیگئے ہوتے اور مہاجرین و انصار کے سامنے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر اونھین قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؑ باوجود عصمت و طہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سید الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیون ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتین اور اونکے گھر مین چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتین۔

چوتھی روایت جو بحوالہ کتاب الاختصاص بحارالانوار سے ہمنے نقل کی ہے اوس مین ایک ایسی بات لکھی ہے جو دونو روایات مذکورۂ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابو بکر رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے دعوی کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا تو اسے سنکر حضرت فاطمہ رضؓ علی کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا۔ حضرت علی رضؓ نے اونکو صلاح دی کہ تم پھر ابو بکر کے پاس جاؤ اور اونسے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ سلیمانؑ داودؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ عمر رضؓ نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اسپر آپ نے جواب دیا کہ گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علی رضؓ نے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰؓ خود اس حالت مین ابو بکر رضؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لیے تشریف نہین لے گئے۔ اور نہ حضرت فاطمہ رضؓ کے خیال مین یہ حجت آئی تھی کہ سلیمانؑ داودؑ کے اور یحییٰؑ زکریاؑ کے وارث ہوے۔ اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل اونھون نے پیش کی بلکہ حضرت علی کے فرمانے اور بتانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہ رضؓ دوبارہ دعوی کرنے کے لیے ابو بکر صدیق کے پاس تشریف لیگئی تھین۔ اگر حضرت علیؓ خود تشریف لیگئے ہوتے یا حضرت فاطمہ رضؓ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اوس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جسکو ہمنے چوتھی روایت مین احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہ رضؓ کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علیؓ کا جانا ابو بکر صدیق رضؓ کے پاس اور اون کا اس باب مین بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھوین روایت جو ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکر رضؓ نے فاطمہ رضؓ کو فدک سے محروم کر دیا تو آپ بہت غصہ مین آئے اور ایک بہت سخت خط ابو بکر رضؓ کو لکھا جسکے آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن اور جسمین کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار

اور مہاجرین و انصار کی گمراہی و ضلال کا باقی نہین رکھا اور اوس عذاب سے جو اونکے لیے
خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہین فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؓ بذات خود ابوبکرؓ
کے پاس تشریف لیگئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اون سے کہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا
ضرورت تھی۔ ہان شاید یہ کہا جاسکے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ ریکارڈ یعنی
دفتر مین ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہو اور بعد اوسکے
جا کر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اس روایت
مین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کردیا
تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لیگئے ہون حضرت
فاطمہؑ کے اوس غصہ سے جو آپ کے گھر مین بیٹھ رہنے اور مدد نکرنے پر فرمایا صحیح نہین معلوم ہوتی
اسلیے کہ جب حضرت علیؓ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھہرا چکے تھے
اور جو سزا خدا نے اونکے لیے رکھی ہے اوسے بھی ایک طرح سے بیان کردیا تھا اور اگر وصیت
پیغمبر مانع نہوتی تو اونکے سر اوڑا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؓ
آپ کی مدد نکرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہوجانے پر غصہ فرماتین اور ایسے کلمات سخت
سے آپ کو خطاب کرین۔

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے
کہ اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ علی کے فرمانے سے حضرت فاطمہ آیہ ورث سلیمان داؤد
سے حجت کرنے کے لیے ابوبکرؓ کے پاس آئین اور اسپر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی
تو فاطمہؑ ام ایمن اور علیؑ کو لیگئین اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا اونھون نے دی کچھ ذکر نہین ہے مگر
ام ایمن کی شہادت رد کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی
گواہی کافی نہین اور علیؓ اپنا فائدہ چاہتے ہین اسپر فاطمہؑ کھڑی ہو گئین اور خفا ہو کر ابوبکرؓ و عمرؓ کو

پردہ ماشینے لگین اور چلی گئین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے سامنے شہادت
دینے کے لیے آئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا سبب نہین معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت
موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سے جو کہنا تھا کیون نہ کہا اور فاطمہؑ کو خفا دیکھ کر
بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جا کر خدا لکھا یا دوسرے وقت آکر ابوبکر سے بحث کی۔ اتنا تو
بہرحال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرنے کے وقت تک حضرت علی رضؓ نے
زبان مبارک سے کچھ نہین فرمایا تھا۔ اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے
کو اختیار کیا تھا۔ مگر اسی روایت مین پھر یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؑ کو
سوار کرا کے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیے پھرے اور فاطمہؑ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ
کرتی رہین۔ یہان تک کہ معاذ بن جبلؓ سے رد و بدل گفتگو ہوئی اور اون سے خفا ہو کر فاطمہؑ چلی آئین۔
اس واقعہ کے بعد جس مین اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گذرے ہون گے کہ پھر
حضرت علیؓ نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم تنہا ابوبکرؓ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ دوسرے کی بہ نسبت زیادہ نرم دل
ہین اور یون کہو کہ اگر فدک تمہارا ہی ہوتا تب بھی اوسکا دینا میرے مانگنے پر تم پر واجب ہے
چنانچہ اسکے موافق فاطمہؑ آئین اور یہی بات کہی اوسپر ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہین کاغذ
منگا کر فدک کی سند لکھدی اور جسکو راہ مین عمرؓ نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہ حضرت علیؑ کی تعلیم سے ابوبکر کے پاس نہین گئی تھین بلکہ دو مرتبہ
پہلے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابوبکر سے
مانگنے کے لیے۔ اور دوسری مرتبہ جہان تک کہ ابوبکرؓ سے تعلق تھا اس روایت کے موافق وہ
کامیاب بھی ہوئین۔ پس یہ روایت صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے
کبھی خود ابوبکر کے پاس جانے اور اون سے بحث کرنے یا اونکو ملامت فرمانے کا ارادہ نہین
کیا۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ کو سکھا کر بھیج دینے ہی پر کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لیے وہ فاطمہؓ کے
ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اوسوقت کچھ ارشاد نہین فرمایا۔ اور سکوت ہی اختیار کیا۔

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؓ کو مہاجرین و انصار کے یہان لیے لیے پھرے۔ اس زمانہ مین کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہین فرمائی۔ اور جب معاذ بن جبلؓ سے گفتگو کرکے اور اون سے خفا ہوکر فاطمہ چلی آئین تب پھر آپ نے اونھین ابوبکر کے پاس بھیجا اور وہان فاطمہؓ کی یہ حالت ہوئی کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کی لکھی ہوئی سند چاک کردی اور فاطمہؑ کے شکم مبارک پر نعوذ باللہ لاتین ماری جس سے محسن سقط ہوگئے اور اوسکے بعد پچھتر دن تک فاطمہؑ بیمار رہین اور بعد اوسکے وفات فرمائین۔ اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبلؓ کی گفتگو کے اور فاطمہؓ کے دوبارہ تعلیم پاکر ابوبکرؓ کے پاس جانیکا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا کہ فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانیکی خبر سنکر حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے پاس جاتے اور اون سے سوال وجواب کرتے کیونکہ اسوقت تو حالت پہلے سے بدتر ہوگئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جسکے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہین رکھتا۔ یعنی حضرت فاطمہؓ پر عمرؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم وستم ہوناکہ جسے دیکھکر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہین کرسکتی کہ اوسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا رہے اور اوسکا بدلہ نہ لے۔ یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش مین آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم وستم ہوا تھا اوسکا بدلہ عمر سے لیتے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرماوین اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھ سے دیکھین اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالین۔ تو اونکے صبر واستقلال سے جسکا ثبوت شیعون کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہوگا کون امید اور خیال کرسکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ مین آتے اور سوال وجواب کرنے کے لیے مہاجرین وانصار کے مجمع مین جاتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا اونکو ایسا سخت خط لکھتے اور اون کو ظالم اور غاصب بتاتے۔

اس روایت کو بارھوین روایت سے ملاکر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت ہوگی اور سوا اسکے کہ اماموں کے اسرار اور اونکے بھید ہم لوگون کی سمجھ سے باہر ہین کوئی بات

زبان سے نہ نکل سکیگی نہ کوئی وجہ سمجھ مین آسکیگی کہ کبھی تو شیر خدا ذراسی بات پر ایسے غضبناک
ہوجائین کہ سر اوڑا دینے مین بھی دریغ نکرین اور کبھی ایسا سکوت اختیار کرین کہ بڑے سے بڑے صدمہ
پر کبھی جس کا بدلہ لینا شرعاً وعقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائین۔ شاید مظہر العجائب والغرائب
کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتین سرزد ہون جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے
خارج ہون۔ اس چوتھی روایت مین یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے سند لیکر عمر نے چاک کر دی اور
طمانچہ لگائے اور لاتین ماری یہان تک کہ حمل ساقط ہوگیا مگر حضرت علیؓ نے اُف تک نہ کی۔ اور
بارھوین روایت مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی کہ اشجع بن مزاحم نے
جسے ابوبکر نے فدک کے انتظام کے لیے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا ہے تو آپ کو تاب نہ ہوئی
اس خبر کے سنتے ہی عزیز واقارب وخدام وملازمین کو لیکر موقع پر پہونچے اور اشجع کو پکڑ بلوایا اور
گھرکیان سنائین اور اسی پر کفایت نکی بلکہ اوسکا سر اوڑا دیا اور اوسوقت آپ ایسے جوش مین
تھے اور آپ کی آنکھین ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھرتھرانے لگے
اور اشجع کے ہمراہی سب ہتیار پھینک کر بھاگ گئے۔ اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالد
اونکے پاس آئے تو آپ نے اون سے غصہ مین فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے
ہو اور اسپر جب خالد غصہ مین آگئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جسکی چمک دیکھکر وہ گڑگڑانے لگے
اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ اس روایت سے شانِ
حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد الٰہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین وآسمان سے آپکی شجاعت
وحمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازین آتی ہین اور لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر
وحجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جبکہ ہم
یہ دیکھتے ہین کہ یہ اسد الٰہی شان اوسوقت کیون نہ دکھائی گئی جبکہ عمر نے جو بقول شیعون کے
ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے بنت رسول کو صدمہ پہونچایا۔ اونکو طمانچہ لگائے اونکو
لاتین مارین اونکا حمل گرادیا۔ اس موقع پر کیون ذوالفقار علی نیام مین رکھ لیگئی اور کیون

حیدری کی صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آگئی - حالانکہ شرعاً و عقلاً یہ موقع
نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا - بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ کے موافق کم سے کم
اسکا بدلا عمر کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے
شیر کے ہاتھ سے پاتے - افسوس ہے کہ ان روایتوں سے حضرات شیعہ کا مطلب تو حاصل نہوا
کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے
تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتون سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے
جھوٹے داغ لگائے گئے اور وہ باتین جس سے اونکی شان ارفع و اعلیٰ تھی بلکہ جنکے خدام اور
نام لیوا بھی اوس سے مبرا اور منزہ تھے اونکی طرف منسوب کر دی گئین - اور مخالفین اسلام کے
لیے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جسکے دیکھنے سے نہ صرف اونکو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام
پر وہ شک اور بانی اسلام اور اوسکے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگین - افسوس ایسی محبت پر
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا -

چوتھی روایت مین جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے
کہ علی مرتضیٰ فاطمہ رض کو چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیکر پھرے اور کسی نے مدد نکی
معاذ بن جبل سے وعدہ مدد فاطمہ رض سے گفتگو ہوئی وہ اون سے خفا ہو کر چلی آئین تو علی مرتضیٰ رض نے
فاطمہ سے کہا کہ ابو بکر نرم دل ہین اون سے جا کر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھکر دیدین چنانچہ وہ گئین اور
اون کے اسطرح پر مانگنے سے ابو بکر نے فدک کی سند لکھدی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع
پر کچھ سوال و جواب نہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہ کے مانگنے پر ابو بکر نے اونھین
سند لکھدی تھی لیکن تیسری روایت مین جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے
اوسمین فدک کے سند لکھدینے کا بیان دوسرا ہے اور اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو بکر
وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوے اور فاطمہ ع کے دلائل سنکر مجبور تب
فدک کی سند فاطمہ ع کو لکھدی اور اوسپر علی اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی - اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہؓ کی جھتوں سے قایل ہوجانا تھا ساریہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاطمہؓ تنہا تشریف نہ لیگئین تھین بلکہ علی اورام ایمن بھی اونکے ساتھ تھے ورنہ اون کی گواہی اوس سند پر جو ابوبکرؓ نے لکھی کیونکر ہوتی اور کیہ اوس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ مین عمرؓ فاطمہؓ کو ملے اور اون سے پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین اونھون نے کہا ابوبکرؓ کے پاس سے آتی ہون اور اونھون نے مجھے سند بھی فدک کی لکھدی ہے عمرؓ نے کہا وہ سند ذرا مجھکو دکھا دیجیے آپ نے دیدی عمرؓ نے اوسپر تھوکا اور اوسے مٹا دیا جب آگے بڑہین تو علی ملے تو اونھون نے فاطمہؓ سے پوچھا کہ آپ اسوقت اتنی خفا کیون ہین تب اونھون نے بیان کیا کہ عمرؓ نے اونکے ساتھ کیا کیا اوسپر حضرت علیؓ نے فرمایا ماکبوا منی ومن ابیک اعظم من هذا اقمر ضمنت کہ ان لوگون نے اس سے بڑھکر میرے اور تمہارے باپ کے حق مین اور دوسری بات نہین کی۔ اور پھر آپ بیمار ہوگئین۔ اس مین ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند لکھنے کے وقت تو علی اورام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہؓ کے ساتھ گھر تک کیون نہین آے کیا وہ وہان رہگئے یا اور کہین چلے گئے اور فاطمہؓ کو تنہا روانہ کردیا۔ دوسری اسمین یہ ذکر نہین ہے کہ عمرؓ نے فاطمہؓ کو طمانچہ مارے اور لاتین لگائین اور محسن سقط ہوگئے۔ کیونکہ علیؓ نے صرف اون کو غصہ مین پایا اور ماکبوا منی ومن ابیک اعظم من هذا کہکر چپ ہوگئے۔ اس سے تکذیب اوس ظلم وستم کی ہوتی ہے جو فاطمہؓ کی نسبت عمرؓ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل غور ہے اور اوس سے ہبہ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اسکے کہ خود اس روایت کو جھوٹا کہا جاے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جاے دوسرا جواب کوئی بن نہین پڑتا۔ اور اسی واسطے علماے امامیہ کو اسمین بہت دقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران وششدر رہکر اوسکے متعلق ایسی باتین بنائی ہین کہ جنکو کوئی شخص مان نہین سکتا۔ اس روایت کی تکذیب تو علماے امامیہ کر نہین سکتے اسلیے کہ اول تو وہ نہایت صحیح روایتون

سے ہے ۔ دوسرے اوس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم و ستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھی جاتی ہے ۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعون کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علماے امامیہ نے اوسکی صحت کی نسبت بہت بڑے بڑے دعوی کیے ہین اور نہ صرف اپنی روایتون سے اوسے بیان کیا ہے بلکہ سنیون کی کتابون سے بھی اوسکے ثابت ہونیکی بہت کوشش کی ہے ۔ ملا باقر مجلسی اوسکی نسبت فرماتے ہین اعلم ان ہذہ الخطبۃ من الخطب المشہورۃ التی روتہا الخاصۃ والعامۃ باسانید متظافرۃ کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبون مین سے ہے جسکو شیعہ اور سنی دونو نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے ۔ اور کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مین جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لیے لکھی گئی ہے اور ایران مین چھپی ہے اوسکے صفحہ ۱۴۲ مین لکھا ہے والاحتجاج المشہور کالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبۃ تظلم الزہرا التی مقصودنا من ہذا الکتاب شرحہا وکل ما ذکر الی ہنا کان مقدمۃ بالنسبۃ الیہا ونحن نشرع الآن فی ایراد تلک الخطبۃ الشریفۃ المشتملۃ علی الآیات البینات والبراہین الساطعات والحجج الواضحات والدلائل القاطعات ۔۔۔ الی قولہ وبالجملۃ لا اشکال ولا شبہۃ فی کون الخطبۃ من فاطمۃ الزہراء وان مشائخ آل ابی طالب کانوا یروونہم عن آبائہم ویعلمونہا ابناءہم ومشائخ الشیعۃ کانوا یتدارسونہا بینہم وبیننا ولونہا بایدیہم والسنتہم اور پھر اسکی فصاحت کی نسبت لکھتے ہین تلک الخطبۃ الغراء الساطعۃ عن سیدۃ النساء التی تحیر من العجب منہا والاعجاب بہا احلام الفصحاء والبلغاء خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ ان حجتون کے جو حضرت فاطمہؓ نے ابو بکر سے کین ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی ہے اور لوح محفوظ مین لکھا ہے یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جسکی

شرح ہم اس کتاب مین لکھنا چاہتے ہین - اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیون اور روشن دلیلون اور واضح حجتون اور قطعی برہانون پر - اور جسکی صحت مین کچھ بھی شبہ نہین ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اوسے اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہین اور مشائخ شیعہ کے درس مین وہ رہا ہے اور وہ ہمیشہ اوسے اپنے ہاتھون اور زبانون مین رکھتے چلے آئے ہین -

جبکہ یہ خطبہ شیعون کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالشمس علی النہار سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اوس سے ثابت ہو کہ فاطمہؑ نے اوسمین یہ بیان کیا اور فلان چیز کا دعوی فرمایا اوسی کو موافق شیعون کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اوسمین ذکر نہو اوسکو غلط جاننا چاہیے - اسلیے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصاً علماے امامیہ سے امید کرتے ہین کہ اسپر غور فرمائین کہ سارے خطبہ مین کہین اس بات کا ذکر نہین ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا ہو کہ تمنے فدک مجھسے چھین لیا - یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا - یا وہ میرے قبضہ مین تھا نہ صراحةً نہ اشارةً ہبہ کا نام اسمین آیا ہے جو کچھ اسمین بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم و ستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہین دیا گیا - اور جو حجتین اور دلیلین اسمین حضرت سیدة النساؑ نے بیان کی ہین مثل ورث سلیمان داود وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہین - اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپکو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپکے قبضہ مین ہوتا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپکا قبضہ اوٹھا کر اوسپر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اسمین اوسکا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحةً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اوسکا اظہار مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نکیا جاتا -

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؑ نے بیان فرمایا طول مین وجیز سے کم نہین ہے اور فصاحت اور بلاغت مین ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم و ستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور

اوس وقت یہ فرمایا گیا ہے جبکہ تمام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے۔
اور ایسے دردانگیز لفظوں میں بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات
سمجھ میں آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہ اوس چیز کو بیان نفرماتیں جو سب سے
زیادہ ضروری اور سب سے بڑھکر اونکی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظالم ثابت کرنیوالی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ میں ہبہ کا ذکر کیا گیا اسلیے
علماے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور اونھوں نے بھی اس امر کو ضروری سمجھکر اسکے
جواب کی فکر کی اور بقول الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اوسکے جواب میں کہا وہ
سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی کبھی نہیں مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار میں اسی
خطبہ کی شرح میں ایک مقام پر فرماتے ہیں اعلم انہ قد وردت الروایات المتظافرة
کما ستعرف فی انہا ادعت فدک وکانت نحلة لہا من رسول اللہ فلعل عدم
تعرضہا فی ہذہ الخطبة لتلک الدعوی لیاسہا عن قبولہم ایاہا اذ
کانت الخطبة بعد ما رد ابوبکر شہادة امیر المؤمنین ومن شہد معہ وقد
کانت المنافقون الحاضرون معتقدین لصدقہ فتمسکت بحدیث المیراث
لکونہ من ضروریات الدین یعنی روایات متظافرہ جیسا کہ تمکو عنقریب معلوم ہوگا اس باب
میں وارد ہوئی ہیں کہ حضرت فاطمہ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوی
کیا تھا۔ پس آپکا اس خطبہ میں دعوی ہبہ فدک سے تعرض نکرنا شاید اس خیال سے ہوگا
کہ آپ اوس دعوی کے قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہونگی۔ اسلیے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے
ابوبکر کی شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدوں کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اوس وقت موجود
تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اسلیے حضرت فاطمہ نے حدیث میراث سے تمسک کیا
کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اسکے لفظوں سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب سے لکھنے والے اور

اون کے ہم پابند ہین بادل سے اوسے قبول نکرتے ہونگے اور جو روایتین ہم اوپر نقل
کر چکے اکثر اونہین سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتے ہین۔ اس جواب مین جو یہ لکھا ہے کہ خطبہ
حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اوس وقت بیان کیا جبکہ امیر المومنین اور دیگر گواہون کی شہادت ابوبکر نے
رد کردی تھی صحیح نہین ہے۔ اسلیے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ بعد
تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہمنے بیان کی اوسکے
ابتدائی الفاظ یہ ہین روی عن عبد اللہ الحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع
ابوبکر علی منع فاطمۃ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارہا الخ کہ جب ابوبکر رض نے ارادہ کرلیا
کہ فدک سے فاطمہ رض کو محروم کرین اور یہ خبر حضرت فاطمہ رض کو پہونچی تو اونھون نے اوڑھنی اوڑھی
اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکرون اور قوم کی عورتون کو ساتھ لیکر ابوبکر کے پاس آئین۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا ابوبکر کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اوس کا
باعث صرف اوس خبر کا پہونچنا تھا جو اونکو ابوبکر رض کے ارادہ کی پہونچی کہ وہ فدک نہین دینا
چاہتے۔ یا اوسپر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہین۔ اور چونکہ اس روایت مین اس بات
کی تصریح نہین ہے کہ یہ خبر کیونکر پہونچی اسلیے ظاہر ہے کہ جواب مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ
بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہ تشریف لیگئین صرف قیاسی ہے۔ مگر یہ قیاس صحیح نہین
معلوم ہوتا اسلیے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی جب یہ خبر فاطمہ رض کو پہونچی" اس بات پر دلالت کرتے
ہین کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علی اور ام ایمن
وغیرہ کی بغیر اونکی اطلاع کے بلکہ بغیر اونکی طلب کے نہین ہوئی۔ جیسا کہ دوسری روایت مین جو
ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہ فدک مانگنے
کے لیے ابوبکر کے پاس آئین اونھون نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سواے سچ کے کچھ نہ کہوگی
لیکن گواہ لاؤ۔ اوسپر وہ علی کو لیگئین اور پھر ام ایمن کو۔ اور چوتھی روایت سے جو ہم نے
کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہ رض

ابوبکرؓ کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابوبکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث
نہین ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو
سلیمانؑ داود کے کیون وارث ہوے اور اوسی کتاب الاختصاص کی روایت مین یہ بھی بیان ہے
کہ جب حضرت فاطمہؑ کو خبر ہوئی کہ اونکے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابوبکرؓ کے پاس آئین
اور اون سے کہا کہ تمنے میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسپر میرے گواہ موجود ہین۔ پس یہ سب
روایتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایک مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا
اور اس مین تو کچھ شبہ ہی نہین کہ شہادت خود اونھون نے پیش کی اور اونکے سامنے ابوبکرؓ نے
اوسے رد کیا اور اسپر وہ خفا ہوئین۔ تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرمائین اور
جو کچھ ملامت کرنی تھی وہ شیخین اور صحابہ پر کرتین۔ اوس واقعہ کی نسبت جو اونکے سامنے ہوا یہ
کون کہہ سکتا ہے کہ اوسکی خبر فاطمہؓ کو پہونچی اور وہ ابوبکر کے پاس گئین اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اوسی
صورت مین ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر اونکی اطلاع کے یا اونکے پیچھے ہوئی ہوتی اور اونکی غیبت
مین ابوبکرؓ نے اوسے رد کیا ہوتا۔ اور پھر اسکی خبر کسی نے حضرت فاطمہؓ کو دی ہوتی اور اوسے
سنکر اونھین جوش آیا ہوتا اور وہ ابوبکرؓ کے پاس تشریف لیگئی ہوتین اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا۔

واذ لیس فلیس۔

علاوہ اسکے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہمنے بیان کی اوس سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتون
کے ابوبکر نے قائل ہوکر فدک کی سند لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب
حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائین تو عمرؓ نے لیکر اوسے چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے
کہ جہان تک معاملہ کا تعلق حضرت ابوبکرؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہؓ کے طے ہو گیا تھا اور
اونھون نے سند بھی لکھکر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی
حالت مین قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابوبکرؓ کے پاس آپہا

تشریف لائین اور فرمائین کہ تمنے میری حجتین سنکر میری گواہی کو تسلیم کیا اور سند فدک کی لکھدی مگر
تمھارے رفیق نے اوسے چاک کردیا غرضکہ جو کچھ شکایت کرتین وہ ظاہر کرتین اور اگر ابوبکر رض
تو صحابہ سے شکایت کرتین اور اون سے فرماتین کہ دیکھو جسکو تمنے خلیفہ کیا ہے اور مسلمانون
کے سردار بنے ہین اونکی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک کی لکھدی اور اون کے رفیق نے
اوسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اوسکے ساتھ ہوگئے اور اوسکے کیے کو تسلیم کرلیا یہ کیا ظلم ہے اور یہ
کیسے خلیفہ ہین۔ اگر ایسا فرماتین تو ضرور اصحاب نبی کو جوش آتا اور ابوبکر پر اعتراض کرتے اور
عمر رض کو برا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نکرتے تو کم سے کم وہ لوگ جو رفقاے علی ہین سے تھے
اور ظاہرا یا باطنا اہل بیت کے طرفدار اونکو موقع ملتا اور فاطمہ کی تائید مین بہت کچھ کہتے اور
ابوبکر رض و عمر رض پر ملامت کرتے۔ یہ باتین جو قرین قیاس ہین وہ تو چھوڑ دی گئین اور ہوا تو یہ ہوا
کہ حضرت فاطمہ پھر ابوبکر کے پاس گئین اور اون سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش
کی تو صرف ترکہ کے متعلق۔ ان واقعات مین سے کسی واقعہ کا ذکر نکیا۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت فاطمہ کا جانا ابوبکر رض کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع
کے جو اونکو اول سے ملی ہو نہ تھا۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب اونکو ملی تو وہ غصہ مین آئین اور نہایت غیظ
وغضب کی حالت مین مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لیگئین اور صرف میراث
کے ندینے پر فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

علاوہ اسکے پانچوین روایت جو مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادق سے بیان کی ہے
اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کرچکے ہین ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے
اسلیے اوسمین فاطمہ کا ابوبکر رض کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہین کیا گیا بلکہ حضرت علی رض کے
فرمانے سے کیونکہ اوس روایت مین لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ
پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ مین اوسکو ادا کرونگا اور جابر اور جریر بجلی کا
وعدہ پورا بھی کیا تو علی رض نے فاطمہ رض سے کہا کہ ابوبکر کے پاس جاکر فدک کا ذکر کرو فاطمہ نے اونسے

فدک اور خمس اور حصے کا ذکر کیا ابو بکر رضؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ اسپر اول تو فاطمہؑ نے بہت کچھ دلیلین پیش کین اور قرآن کی آیتین اپنے دعوی کی تصدیق مین بیان فرمائین مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتین چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ اوسپر آپ نے علیؓ اور حسنینؑ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتین رد کی گئین تو اوس وقت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہؑ ایک جزو رسول کی ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے۔ اسپر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن اون لوگون کی شہادت جسمین اونکا فائدہ ہو مقبول نہین تو علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے مقبول نہین تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور پھر اسی پر قناعت نہین فرمائی بلکہ جناب امیر نے اونکو برا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگون نے خدا اور اوسکے رسول کی سلطنت پر حسبت کی اور اوسے اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالمون کو اپنے ظلم کا بدلہ معلوم ہوجاوے اور یہ آیت پڑھی وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیرؓ اور حضرت سیدہؑ کے سامنے گذرا اور دونو سے حجتین ہوئین اور دونو نے قرآنی دلائل پیش کیے اور دونو نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جبکہ اونکا دعوی نہ سنا گیا اور اونکی دلیلین رد کردی گئین اور اونکی شہادتین جھٹلائی گئین تو خود جناب امیرؓ نے جناب سیدہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا۔ وہو خیر الحاکمین۔ تو اسکے بعد کونسا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؑ دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لاتین اور میراث کے دعوی پر دلائل پیش کرتین اور صحابہ کو برا بھلا کہتین۔ اور کیونکر یہ بات سچ ہوسکتی ہے کہ جب اونکو خبر ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فدک سے اون کو محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تب وہ تشریف لاتین اور خطبہ مین بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کے مواجہہ مین حضرت علی کرچکے تھے اور ابو بکر و عمرؓ کو

ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنیوالا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے۔ اوس جلسے میں کونسی بات تھی جو اوٹھا رکھی گئی تھی جسکے لیے حضرت فاطمہ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکی ضرورت باقی رہگئی تھی۔

پانچویں روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہ ابو بکر رض کے پاس گئیں۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پاکر کہ اونکا وکیل فدک سے نکال دیا گیا۔ دوسری مرتبہ حضرت علی رض کے فرمانے سے آیہ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے۔ اور تیسری مرتبہ پھر حضرت امیر کے کہنے پر کہ جب ابو بکر تنہا ہوں تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل ہیں۔ پس جو کچھ حضرت سیدہ کو فرمانا تھا وہ انھیں تین موقعوں میں سے کسی موقع پر فرمانا چاہیے تھا اگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ اسلیے کہ ابو بکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا سنکر خود حضرت سیدہ کے خیال میں نہیں آیا کہ اسکا کیا جواب دیں بلکہ وہ سیدھی جناب امیر کے پاس چلی آئیں اور اون سے سارا حال کہا اور اونھوں نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جسکا خطبہ میں ذکر ہے ابتدائی تقریر میں بیان کیا جانا اوسکا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسلیے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہ کے خیال مبارک میں نہ آئی تھی بلکہ حضرت علی رض نے سکھائی تھی اور اونکی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لیگئیں تھیں۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اسلیے کہ اوسوقت اور اوسی جلسہ میں بعد وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کے پیش کرنے کے ابو بکر رض نے شہادت مانگی۔ اور حضرت سیدہ نے علی اور ام ایمن کو بلا کر شہادت دلائی۔ اور جو کچھ اوسکے بعد ہوا وہ سب مقابلہ میں حضرت امیر اور جناب سیدہ کے ہوا۔ اور اخیر میں حضرت فاطمہ عمر رض کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہیں ہو سکتی اور علی رض شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہیں غصہ میں آکر اوٹھ کھڑی ہوئیں اور یہ کہکر اللھم انھما ظلما ابنۃ نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ حقھا فاشدد وطأتک علیھما ثم خرجت کہ الٰہی ان دونوں نے تیرے نبی کی

بیٹی پر ظلم کیا اور اوس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر چلی گئین۔ اگر خطبہ
فرمانے کے لیے اسکے بعد تشریف لانا بیان کیا جاسے تو وہ ہو نہین سکتا اسیلیے کہ اسی روایت مین
یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد حضرت علی نے چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہ کو لیے پھرے اور
معاذ بن جبل سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی سے مدد نکی تب علی نے فاطمہ سے کہا کہ تم ابوبکر کے
پاس جاؤ جبکہ وہ تنہا ہون۔ اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جب فاطمہ ابوبکر کے پاس گئین۔ اسمین اوس
فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکا کوئی محل ہی نہ تھا اسیلیے کہ اس موقع پر ابوبکر نے حضرت فاطمہ
کی مرضی کے موافق سند لکھدی تھی۔ اور اسکے بعد چوتھا موقع جانے کا اور اس فصیح خطبہ کے
پڑھنے کا باقی ہی نرہا تھا۔ اسیلیے کہ جناب سیدہ رضہ اوس ضرب شدید کیوجہ سے کہ عمر نے ماری اور
جس سے حمل ساقط ہو گیا ایسی بیمار ہو گئین کہ اوسی مین انتقال فرمایا۔

غرضکہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتون کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملاوے اوسکے
اس بات کے تصفیہ کرنے مین کچھ شبہ نہین رہسکتا کہ ہبہ کا دعوی چونکہ اسی خطبہ مین بیان نہین
کیا گیا اسیلیے وہ دعوی جھوٹا ہے۔ اسیلیے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونیکا اقرار نکرینگے
اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانین تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے مین کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب مین کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ مین کیون نہین ہوا یہ بھی فرماتے
ہین کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اسیلیے فاطمہ نے حدیث میراث سے
تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اسیلیے کہ اگر حدیث میراث
سے تمسک کرنا صرف اسیلیے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اوسکا اثر ہوتا تو ہبہ
کا دعوی اوس سے زیادہ اہم اور القبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات
دین سے نہ تھی۔ بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابوبکر کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر
میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنی کردیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابوبکر کے صدق کے معتقد
اونھون نے اس روایت مین اونکین سچا جانکر اونکی کارروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہ

ہبہ کا دعوی فرمائین اور القبض وبل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتین تو اسکا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہو سکتا تھا اور سامعین اونکے ظلم وستم کے قائل ہوجاتے۔ اور حضرت سیدہ ؑ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور یہ بات چلااوٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض وبل الملک ضروریات دین سے ہے۔ اور فاطمہؑ کا قبضہ اوٹھا دینا اور اونکے وکیل کو نکالدینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکر کے ساتھ شریک ہونیکی وجہ سے ایسا نکرتے تو ابوبکرؓ کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہوجاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر مین واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جسکا اثر نہ صرف فدک کے دعوی پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعون کے جسکا درہم وبرہم ہوجاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؑ کی عصمت کے دعوی پر بہت کچھ موثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اوسکا ایسے حیران ہین کہ نہ کچھ اوس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لیے اونکے خیال مین آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرماکر مایوس ہوئین تو اون پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لیگئین اور وہان جاکر بہت کچھ بین کیا اور درد انگیز اشعار پڑھے اور بہت روئین۔ اور پھر وہان سے گھر کو لوٹین حضرت امیر المومنینؑ اون کے انتظار مین بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جسطرح بچہ مان کے پیٹ مین پوشیدہ ہوتا ہے اوسی طرح تم پردہ نشین ہوگئے ہو اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدون کے گھر مین چھپے ہو۔ اور بعد اسکے کہ زمانہ کے شجاعون کو ہلاک کیا اور اون کے کثرت کی پروا نکی اور اون کی شوکت کو خاک مین ملایا اب ان نامردون اور ذلیلون سے مغلوب ہوگئے ہو۔ ابو قحافہ کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹون کی معاش مجھسے چھینے لیتا ہے۔ اور بآواز بلند مجھسے جھگڑا کرتا ہے۔ انصار میری مدد نہین کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپ کو علحدہ کرلیا ہے۔ اور تمام آدمیون نے آنکھین بند کرلی ہین نہ اونکا کوئی دفع کرنیوالا ہے نہ میرا مددگار

خشمناک مین باہر گئی اور غمناک واپس آئی۔ تمنے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ بھیڑیے پھاڑتے ہین اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہین۔ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مرگئی ہوتی۔ افسوس میرے حال پر جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور میرا مددگار شکست ہوگیا اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون اور میری فریاد خدا سے ہے فقط۔

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنین ؑ نے کچھ بھی آپ کی مدد نہین فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت مین آپ گھر مین چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہ رضؓ نے خود ہی کیا وہی دعوی کرنے کے لیے تشریف لیگئین اونھین نے سوال و جواب کیے اونھین نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اور جیسا کہ فرماتی ہین خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی۔ اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کرلیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنالیا۔ بھیڑیون نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور حضرت علی رضؓ کے اسطرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہ ؑ کو وہ صدمہ پہونچا کہ جسپر فرمانے لگین کہ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مرگئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگین اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نکرنے اور اس کارروائی مین کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر اون سے نہ رہا گیا اور حضرت علی ؑ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار شکست ہوگیا مین اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون۔

جناب سیدہ ؑ کی اس درد انگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتین جن مین بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین ابوبکر رضؓ کے پاس گئے اور اون سے مباحثہ کیا اور فاطمہ ؑ کے وکیل سے نکال دینے پر ابوبکر صدیق رضؓ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلون سے اونکا ظلم و ستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہین۔ خصوصاً وہ روایتین جنمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضؓ کے مواجھہ مین جناب امیر نے شیخین رضؓ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی۔ اور جب اونھون نے کچھ نہ سنا تو یہ کہکر کہ خدا انھین اسکا بدلہ دیگا اور آیہ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ سناکر

رنج اور غصہ مین اوٹھ کر چلے آئے جھوٹی اور بے بنیاد ہین۔ اسلیے کہ اگر حضرت علی سے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے جھگڑتین کی ہوتین تو کیون حضرت فاطمہؓ ابوبکرؓ کی مجلس سے واپس آکر حضرت علیؓ پر اپنا رنج و غصہ ظاہر کرتین اور باوجود عصمت و طہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتین جنکا معمولی آدمیون کی زبان سے نکلنا بھی متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علیؓ کی اون کوششون کا جو اونھون نے فدک کے معاملہ مین کین اور اون مدلل تقریرون کا اور اون لاجواب مباحثون کا جو اونھون نے ابوبکرؓ و عمرؓ سے کیے اگر سچ مانین جائین یہی نتیجہ ہوتا کہ حضرت سیدہؓ گھر مین آکر ایسے وقت مین جبکہ کوئی سوا ے علی رضؓ کے سننے والا نہو اون سے یہ فرمائین کہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان در خانہ گریختہ و بعد ازان کہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر بخشیدہ کہ پدرم او معیشت فرزندانم را از من می گیرد و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بپناہ کشیدہ اند نہ دفعی دارم و نہ یاوری و نہ شافعی۔ خشمناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ گرگان میدرند و می برند و تو از جای خود حرکت نمیکنی کاش پیش ازین ذلت و خواری مردہ بودم"

اگرچہ درصورت اسکے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین سوال و جواب کرنے کے لیے تشریف لیگئے ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہؓ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپنے غصہ اور رنج مین حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہین تھا یا جناب امیر کی کوششین آپکے نزدیک کافی نہ تھین مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھکر حیرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ درصورت صحیح لئے اون روایتون کے جنمین حضرت علیؓ کے جانیکا ذکر ہے آپ کو اسطرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اسوقت غصہ اور رنج مین واقعات کا خیال نہین کرتین اور میری کوششون کی کافی قدر نہین کرتین مین نے کونسا دقیقہ اوٹھا رکھا ہے اور کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے۔ تمھارے وکیل کے نکال دینے کی خبر سنتے ہی مین ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار اون سے لڑا اور تمام حجتین اونکے سامنے پیش کین اور ہر طرح سے اونھین قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئین کہ آپ کے سامنے شہادت دینے کے بعد مین نے اون سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب اونھون نے نہ سنا تو مین نے

بر ملا اونھین ظالم و گنہگار ٹھہرایا اور خدا کے عذاب سے بھی اونھین ڈرایا اور نھین اپنے ساتھ لیکر اپنے گھر چلا آیا۔ اس سے زیادہ مین اور کیا کرسکتا تھا اگر بجا ہے اسکے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا کہ صبر کرو۔ تمھارا اور تمھاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالی نے آخرت مین جو تمھارے لیے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختون نے تمسے چھین لیا۔

اب سنیے کہ اسکا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہین اور اس مشکل سے نکلنے مین کیسے کچھ ہاتھ پاؤن مارتے ہین۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۲ مین فرماتے ہین کہ اب ہم اس مشکل کو دفع کرتے ہین جو غالبا لوگون کے دلونمین اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوئی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہ کا جناب امیر المؤمنین پر کہ اونھون نے اونکی مدد نکی اور حضرت سیدہ کا جناب امیر کو خطاوار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہین اور واجب الاتباع اور معصوم اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ اونھون نے کوئی کام نہین کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول کے جو حضرت سیدہ کی عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرماکر ملا صاحب اسکا یہ جواب دیتے ہین فاقول یمکن ان یجاب عنہ کہ ممکن ہے کہ اسکا یون جواب دیا جاے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرماے وہ خود اس بات کو بتاتے ہین کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل تسلی و تشفی نہین سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہین بان ھذہ الکلمات صدرت منھا لبعض المصالح یعنی یہ باتین جو آپ نے بیان فرمائین وہ صرف بعض مصلحتون کی وجہ سے تھین ورنہ حقیقت مین کچھ آپ جناب امیر کے کامون سے خفا نہ تھین بلکہ راضی تھین اور اس کہنے سے غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی شناعت معلوم ہوجاے اور جناب امیر کا سکوت اسلیے نہ تھا کہ آپ ان لوگون کی باتون کو پسند کرتے ہون یا اس سے راضی ہون اور اسطرح کی باتین مصلحتا کہنا عادات اور محاورات مین درست ہین جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص پر کسی معاملہ مین جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگون پر معلوم ہوجاے۔ اور مثال

اسکی حضرت موسیٰ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنے قوم کیطرف غصہ میں لوٹے اور تختیاں پھینک دین اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کے اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض اونکی ہارون پر عتاب ظاہر کرنا نہین تھا بلکہ لوگون کو بتانا کہ وہ سمجھ جائین کہ اونکی خطا ایسی عظیم ہے ۔ اور اونکا جرم کیسا شدید ہے ۔ آپکا غصہ اور رنج کی شدت مین جناب امیرؑ سے اس قسم کی باتین کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیر کی کاروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھین کچھ آپکی عصمت اور عظمت کے خلاف نہین ہے جسکا ادراک سے ہندوؤن کے ذہن عاجز ہین ۔

اسی جواب کو حق الیقین مین ان الفاظون سے بیان کیا ہے مؤلف گوید کہ درین مقام تحقیق بعضی از امور ضرور ست ۔ اول دفع شبہہ چند کہ ممکن ست در خاطرہا خطور کند ۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ با وجود عصمت ہر دو چہ صورت دارد جواب گوئیم کہ این معارضہ محمول بر مصلحت ست ازبرای آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضای خود نکردہ وبغصب فدک راضی نبودہ ودر قرآن بسیاری از معاملات با حضرت رسولؐ شدہ و غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازین قبیل ست آنچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوی قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از انداختن الواح و سر و ریش ہارونؑ گرفتند و بپیش کشیدند باآنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان ۔ وماننداعتابی کہ حق تعالی بہ حضرت عیسیٰؑ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا و خدا بدانید باآنکہ میداند کہ او نگفتہ ست و مثل این بسیار ست ۔

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسکی تاویل کرتے ہین کما یقول وما فعلت بالنسبۃ الی علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمھا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ھذہ المخاطبۃ من مثلھا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ واثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰؑ باخیہ من الاخذ بلحیتہ و الضرب علی راسہ حتی یعلم القوم شناعۃ عبادۃ العجل صفحہ ۳۰۳ ۔

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال وجواب کے متعلق یہ فرماتے ہین ۔ مکشوف باد کہ اسرار اہل بیت مستور ست از مدرکات امثال ما مردم ۔ بلکہ مقدادؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ با منزلت السلمان منا اہل البیت بیرون او یک گام نزنند و در سعداہی خاطر تمنای این طلب نہ کنند ۔ وقتی نمیدانم کجا دیدہ ام کہ سلمانؓ در خدمت

امیرالمومنین ع از غصب خلافت و از قواعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد - علی فرمود ان ای سلمان میخواہی از اسرار
کدورت ۱۲
اہل بیت آگاہی برست کنی بدیہی است کہ بیرون اہل بیت ہیچ آفریدہ را توانائی حمل این بارگران نیست ہانا فاطمہ
کہ معصومہ بود بحکم احادیث صحیحہ بعلم ماکان و مایکون عالم بود لاجرم از آن پیش کہ رسول خدا وداع جہان گوید حوادث
بالمنازل گردد و از مخالفت امت در امر خلافت و غصب فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہبت
یزدانی ست جز بحکم خدا و رضای علی مرتضی سخنی نمی فرمود سخن او سخن علی عمران بود و کلمہ او ودیعہ خداوند زمین
و مناعت محل و از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد - وچہ بسیار وقت حسنین را گرسنہ می خوابانید
و بلقمہ یک شبہ ایشان را بسائلی می رسانید مملکت دنیا در چشم او با پر ذبابی بہ میزان نمی رفت فدک و عوالی چیست و حاصل
عوالی کدام ست - اگر گوئی این خطاب و خطبہ چہ بود و این ہمہ قرع و شکوہ چہ واجب می نمود پس در حضرت امیر المومنین
اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بلنونت داشت - پاسخ این سخن را بدین گونہ ساختگی کنیم
کہ اسرار اہل بیت مستور است شرحی کہ مستور افتاد والا آنکہ گوئیم بحکم مدرکات عقول ناقصہ خود آنحضرت ہمی خواست
کہ ظالم را از عادل و حق را از باطل باز نماید تا آنانکہ ضمیر پاک و فطرت ایشان از ترشحات زلال ولایت بہرہ یافتہ از طریق
ضلالت و غوایت باز شوند و بشاہراہ شریعت و ہدایت آیند - انتہی صفحہ ۱۹۱ -

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنیکی نہیں دیکھتے اسلیے کہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود
ان جوابات سے اوسکی وقعت کا اندازہ کر سکے گا - اور اوسے یقین ہو جائیگا کہ بجز اسکے کہ یہ معاملات اسرار امامت
سے سمجھے جائیں انسانی فہم سے خارج ہیں مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہیں -

بحار الانوار میں جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہ نے حضرت امیر المومنین سے
ایسی باتیں فرمائیں - اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگوں کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی
شناعت ظاہر ہو جاے - غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب اور تاسف کی نظر سے دیکھے گا - اور سمجھ لیگا کہ جب کچھ
جواب نہ بنا تو مجبوری بقول ے الغریق یتشبث بکل حشیش یہ سمجھکر کہ کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیے ملا صاحب نے
جو دل میں آیا وہ لکھدیا مگر اتنا خیال نفرمایا کہ یہ باتیں جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائیں وہ گھر میں کہیں تھیں نہ
جہاں سوا ے آپکے یا گھر کے لوگوں کے کوئی غیر نہ تھا جنکو سنانا منظور ہو - اور غیروں کے سنانے کے لیے

کوئی موقع بھی باقی نہ تھا۔ اسلیے کہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اوٹھا رکھا تھا۔ اور نہ
بین المهاجرین والانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم و ستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی۔ اور نہ جناب فاطمہ ع
نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ مین اونکی نسبت جو کچھ کہنا تھا اوسمین سے کچھ اوٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی
ہونا تک توانکا علی رؤس الاشہاد بیان فرما دیا تھا۔ وہ کونسی بات باقی رہگئی تھی جسے حضرت علی ع ظاہر کرسکتے تھے ہاں
ہان ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتہ ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لیے آپکی دولت سرا
مین آئے تھے اونکو صحابہ کا کفر و نفاق اور اونکے جور و تعدی سنانی منظور ہوگی۔ اونکے سنانے کے لیے غالبا
حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کرکے یہ خطاب فرمایا ہوگا اور حضرت ہارون ع اور حضرت موسیٰ ع کی مثال
جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لیے بیان فرمائی۔ ورنہ اوسکو اس سے کیا نسبت
اول تو یہ بات تسلیم نہین کی گئی کہ حضرت ہارون ع پر عتاب لوگون کے دکھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ سوا اسکے جو
کچھ حضرت موسیٰ ع نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا۔ نہ آنکہ گھر مین بیٹھکر اور تنہائی مین جہان کوئی دیکھنے والا
سوائے فرشتون کے نہو۔ علاوہ برین جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت
خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہین اوسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا۔ اسلیے کہ اسکے جواب مین
جو آپ نے فرمایا اوسکے الفاظ یہ ہین فقال لها امیر المؤمنین لا ویل لک بل الویل لشانئک
ثم نهنهی عن وجدک یا بنت الصفوة وبقية النبوة فما ونیت عن دینی ولا اخطأت
مقدوری فان کنت تریدین البلغة فرزقک مضمون وکفیلک مامون وما اعد لک
افضل مما قطع عنک فاحتسبی الله فقالت حسبی الله وامسکت اسکا ترجمہ فارسی مین فاضل مجلسی
حق الیقین مین اسطرح پر کرتے ہین۔ کہ جناب امیر درجواب ارشاد فرمودند کہ صبر کن و آتش خود را فرونشان ای دختر
برگزیدۂ عالمیان و ای باقی ماندۂ ذریت پیغمبر۔ من سستی در امر دین خود نکردم و آنچہ از جانب خدا مامور بودم بعمل
آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود دران تقصیر نکردم۔ و روزی ترا و لاوترا خدا ضامن ست۔ اس جواب
سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے اوس خطاب کو حضرت فاطمہ ع کے اپنی ذات پر محمول نہین فرمایا تھا
اور اون کے غصہ کو اپنی نسبت نہین خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیون یہ فرماتے کہ مین نے کچھ کوتاہی نہین کی

اور جہان تک مجھسے ہوسکتا تھا اوسمین دریغ نہین کیا۔ بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضرت سیدہ کو اونکی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا۔ اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہین کیون آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور کیون مجھے ایسی سخت سست باتین کہتی ہین اور کیون مجھے مثل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہین مین نے آپ کی مدد مین کوتاہی نہین کی۔ مین نے آپ کے دعوی کی تائید کی آپکے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا۔ اور جہان تک ممکن تھا اونکو ملامت کی۔ اونکا ظلم و ستم ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ سب باتین ہین آپکے سامنے کیون پھر بھی آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور مجھے بزدل و مخالف ٹھہراتی ہین یہ آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور چونکہ یہ وہ باتین ہین جو شیعون کی روایتون مین بہ تفصیل منقول ہین اسلیے وہ حضرت سیدہ کی عصمت مین خلل پیدا کرتے اور بمقتضائے بشریت آپ کو بیجا غصہ کرنیوالا قرار دیتے ہین۔ سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہین اور بے بنیاد اور غلط باتکے ثابت کرنے مین رقص الجمل فرماتے ہین۔ ہر موقع کے لیے اونھون نے ایک روایت بنائی۔ اور ہر اعتراض کے لیے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا۔ کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی دقت پیش نہ آتی۔ اور ایسی فضیحت نہ ہوتی۔ مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہمکو جواب دینے کی محنت سے بچا لیا۔ اور اوس تناقض اور اختلاف نے جو اونکی روایتون اور بیانون مین ہے اونکے دعوی کو ایسا باطل کردیا کہ کسیطرح التیام اونکے دعوی کی گرہی ہوسکتی ہے۔ نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت پیش کرنیکے الزام سے وہ بچ سکتے ہین

تقریظ دلپذیر و تحریر بے نظیر از تازہ افکار طبع نازک خیال نکتہ فہم جادو مقال ناثر عدیم البدل ناظم اکمل مولوی محمد حبیب اللہ صاحب وکیل درجہ اول حیدر آباد دکن المتخلص بہ حبیب

حامداً و مصلیاً خاکپائے اہل بیت محمد حبیب اللہ برائے نام۔ ناظرین کی خدمت مین عرض پیرا ہے کہ یہ آیات بینات کا دوسرا حصہ جسمین فدک کا بیان ہے اول سے آخر تک دیکھا مصنف نے بڑی محنت و نہایت بطافت کے پیرایہ مین پہلے فدک کی حقیقت مین بعد اوسکی پیداوار اور حدود اربعہ اور یہ امر کہ زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسکی آمدنی کس مصرف مین خرچ کیجاتی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اوسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا آیا وہی حالت اوسکی

رہی جو پیغمبر صاحب کی حیات میں تھی یا اوسمین کچھ تغیر و تبدل ہوا خصوصًا جناب ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی خلافت میں وہ کسکے قبضہ میں تھا اور اوسے اہلبیت کو حوالہ کیا یا مثل زمانہ سابق یہی عمل درآمد رہا اسکے بعد مصنف نے
حضرات شیعہ کے تمام اعتراضات جو فدک کی نسبت وارد کیے ہیں نقل کرکے ہر ایک کا جواب بکمال شرح و بسط سے عمدہ پاکیزہ
الفاظ میں فریقین کی کتب سے ادا کیا ہی جس سے ہر معترض ساکت ہو جاتا ہی پھر اوسے کوئی موقع طعن و تشنیع کا ہاتھ نہیں
آتا ہی اسکے پہلے بھی بعض متکلمین نے حضرات شیعہ کو جواب دیے ہیں وہ بہت ہی مختصر اور شرح طلب ہیں اور بعض کی
تو ایسی عبارت دقیق و مغلق ہے جسکے سمجھنے کے لیے کتب لغات و مصطلحات کے معاینہ کی ضرورت پڑتی ہی بنا بریں ایسی
تحریر کی ضرورت تھی جسکے الفاظ شستہ معانی و مضمون خیز ہوں جسکی توضیح معاینہ آیات بینات سے کہ دوسرے حصّہ
مصنفہ عمدۃ المتکلمین زبدۃ المحدثین جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول مولانا مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب
ادام اللہ ظلہ القوی سے ہوتی ہی اس کتاب کے حصہ اولی کو ثانیہ کے ساتھ ایسی مناسبت ہی جیسے کھانے کو
نمک سے - عروس کو زیور سے - دعا کو اجابت سے - سچ تو یہ ہی کہ مصنف کی تحریر و تقریر اس شرر و شور کی ہی گویا ایک
بحر زخار ہی جو موجیں مارتا ہی طبیعت میں وہ اُمنگ ہی کہ دفتر کے دفتر لکھ ڈالیں تب بھی مضمون آفرینی کم نہو بلکہ
نئے مضامین اور جدید تقریر ہو - ہر دعوی کی دلیل قطعی ہر حجت پر براہین ساطعہ قائم کیے ہیں مخالف کو اوسکی دلیل
سے قائل کیا ہی حق و باطل کا فوٹو کھینچکر سامنے رکھدیا ہی ناظر دیکھتے ہی بلا تامل و غور حق و باطل کی تمیز کرلیتا ہی
اس کتاب کی جسقدر تعریف کیجاوے وہ کم ہی قلم میں اسقدر طاقت نہیں کہ اوسکی تعریف لکھ سکے زبان میں اتنی
گویائی کہاں جو اوسکا وصف بیان کرسکے ع تحقیق وصف کس سے ہو تقریب کے سوا
منطق نہیں حساب یہ جذر اصم کا ہے اسکا حصہ اولی جو زمانہ گذشتہ میں دو ٹکڑوں میں
طبع ہوا تھا وہ کثرت خریداروں کیوجہ سے ہاتوں ہاتھ فروخت ہوا تھا اب اوسکے دوبارہ چھپنے کی ضرورت
ہوئی ہر مشتاق کو اوسکے لینے کی حاجت ہی اوسی طرح سے اللہ تعالی اس حصہ کو بھی مقبول خاص و عام فرمائے
اور مصنف کے روز بروز مراتب بڑھائے مصنف ممدوح نے اس حصہ کے طبع کرنے کی اجازت جناب [illegible]
والاشان رفیع المکان حافظ عبد الواحد خان سلمہ المنان مالک مطبع مصطفائی کو عطا فرمائی ہی خانصاحب
نے وقت طبع بڑا اہتمام فرمایا ہی کتاب بھر میں ایک حرف بھی غلط نہیں آنے پایا ہی جو اوسکے دیکھنے کے مشتاق

تھا اور بسبب تمام ہونے کتاب مذکور کے اونکے دل پژمردہ ہو گئے تھے از سر نو اسکی سیر سے اونکے غنچۂ خاطر
شگفتہ ہو گئے اس ہیچمدان نے بھی بزبان قطعات طبع موزون کیے ہیں جو ذیل میں درج ہین قطعہ لرقمہ

طبع گردید حصۂ دومی — تیز آیات بینات اینک
سال طبعش عجیب از سرپا — زور رقم قصہای باغ فدک
١٣١١ھ

ولہ

رد تحقیق حصۂ دومی — چھپا آیات بینات کا جب
ہین کہی ای عجیب سر ہوید — لکھدیا لفی ادعا غصب
١٣١١ھ

ولہ

آیات بینات کا جب حصہ دوسرا
سب نے اختیار اوٹھا کے قلم صاف لکھدیا
چھپتے سُنا عجیب نے بس ہو کے فرحناک
تاریخ طبع پاک ہے تاریخ طبع پاک
١٣١١ھ

ولہ

آیات بینات کا حصہ یہ دوسرا
انصاف سے جو دیکھو تو تمنے بھی ای عجیب
لکہا بھی خوب واقعی چھپا پا بھی خوب ہی
تاریخ اوسکی حجت اثبات کیا لکھی
١٣١٥ھ

ولہ

چھپتی ہے جلد ثانی آیات بینات
کلک عجیب دیکھکے پاسِ ادب پڑھا
تاریخ اوسکی لکھنی ہے اس بات کی ہے فکر
کم مذہبی مباحثہ کس بات کی ہے فکر
١٣١٣ھ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی لطفہ العظیم و احسانہ الفخیم کہ کتاب آیات بینات کی دوسری جلد جو بحث فدک مین ہے مولفہ جناب نواب محسن الدولہ
محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علیخانصاحب بہادر زاد اللہ لہ الاجلال و الافتخار حسب اجازت جناب مولف
ممدوح پہلی جلد کے دونو نمبرون کے طور سے حافظ محمد عبد الواجد خان نے اپنے مطبع مصطفائی واقع
لکھنؤ محلہ محمود نگر مین بتاریخ (٢٧) شوال المعظم ١٣١١ ہجری مین چھپوایا باقی نمبر سے اس جلد کے بھی
یکے بعد دیگرے چھپوائے جائینگے شایقین انتظار فرمائین واللہ المعین و المستعان و علیہ التکلان ١٢

اعلام

ناظرین والاتمکین و شایقین انصاف گزین پر مخفی نہین کہ
کتاب لاجواب کاشف الحق والصواب تصنیف لطیف و تالیف منیف
جناب مستطاب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدیعلیخان صاحب بہادر
عم فیضہ یعنی معدن آیات ساطعہ و مخزن بینات لامعہ مسمی بہ آیات بینات جسکا پہلا حصہ مکرر
چھپکے شائع ہوا ہے اور شایقین نے نہایت ذوق و شوق سے خرید کیا ہے اب دوسرا حصہ جسمین اہتمام غصب
باغ فدک کا جواب باصواب کتب امامیہ و روایات اثنا عشریہ سے تحریر ہوا ہے حلیۂ طبع سے آراستہ کیا
ہے پہلے حصے سے عمدہ کاغذ سفید پر خوشخط چھپا ہے اور حسب دستور سابق وہ بھی رجسٹری کیا گیا ہے
اسیطرح حصے جسکے باقی ہین جنکی تکمیل جناب مصنف صاحب ممدوح فرما رہے ہین انشاء اللہ تعالی بتدریج
چھپکے ملاحظۂ شایقین مین آئینگے و عنقریب آئینۂ ظہور مین جلوہ نورانی دکھاینگے لہذا
التماس ہے کہ کوئی صاحب اسکے چھاپنے یا چھپوانیکا قصد نفرمائین کہ نفع کی
امید پر نقصان اوٹھائین سے بر رسولان بلاغ باشد و بس

الـمـشـتـهـر
محمد عبد الواجد خان عفی عنہ